جامع دعا

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور، دعائیں تو آپ نے بہت سی بتادی ہیں اور ساری یاد رہتی نہیں، کوئی ایسی مختصر دُعا بتا دیجیے، جو سب دُعاؤں کو شامل ہو جائے۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی۔ (ترمذی)

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

(ترمذی شریف)

فہرستِ مضامین

اوقات نماز کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پاکیزہ اسوہ اور تعلیمات کا بیان ۷۱۵

تقریظ

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم وفیوضہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! زیرنظر کتاب ''شمائل کبریٰ'' کے چیدہ چیدہ مقامات کے مطالعہ سے مشرف ہوا، کتاب کی دو جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں تیسری جلد زیر طبع ہے۔ اب الحمدللہ ششم طبع ہو کر ہفتم زیر طبع ہے۔

اس کتاب میں حضرت خاتم النبیین محمد عربی ﷺ کے حالات، خصائل اور عادات و اطوار کو عمدہ ترتیب اور دلنشیں پیرایہ میں جمع کیا گیا ہے، کتاب کے مؤلف مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب قاسمی استاذ حدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ ریاض العلوم گورینی (جونپور) صالح وجید الاستعداد فاضل نوجوان ہیں، مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔

دعا گو ہوں اللہ رب العزت ان کی سعادت مندانہ کاوش کو اپنی شایان شان شرف قبولیت بخشے اور اس کو سبھی مسلمانوں کے لئے نافع اور مؤلف زید فضلہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ اور ہم سبھی کو نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کو اپنی زندگیوں میں لانے کی توفیق افروز فرمائے۔

فقط والسلام

مظفر حسین المظاہری

ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارن پور

تقریظ

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب دامت برکاتہم

صدر مسلم پرسنل لا بورڈ، ہند

دین کے بنیادی سرچشمے دو ہیں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ، قرآن مجید بھی ہمارے اعتقادات اور انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں اصولی ہدایات عطا کرتا ہے جس کی حیثیت دین کے حدود اربعہ کی ہے اور پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمودات و معمولات قرآن کا بیان اور منشاء ربانی کے ترجمان ہیں، جو صبح سے شام اور پیدائش سے موت تک پوری زندگی کا احاطہ کرتے ہیں اور جس نے شخصی و انفرادی زندگی سے لے کر سماجی، معاشی اور سیاسی و اجتماعی مسائل تک ہر باب میں ہماری رہنمائی کی ہے اور ہمیں کہیں تاریکی میں نہیں رکھا ہے، اس لئے آپ ﷺ کا ہر عمل ہمارے لئے روشن نقوش اور قرآن مجید کی زبان میں اسوۂ حسنہ ہیں اور ان کی اتباع و پیروی میں نہ صرف آخرت بلکہ دنیا کی بھی بھلائی ہے۔

اس پس منظر میں جیسے علماء نے آپ ﷺ کے اوامر و نواہی اور احکام شرعیہ سے متعلق آپ ﷺ کے افعال کو ''کتب حدیث'' کی صورت میں جمع فرمایا ہے اور ان کے استناد و اعتبار کی تحقیق میں ایسی مشقت اٹھائی ہے اور دِقتِ نظر کا مظاہرہ کیا ہے کہ مذاہب عالم کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ وہیں آپ ﷺ کے سراپائے مبارک اور شب و روز کے معمولات کو بھی مختلف محدثین نے ''شمائل'' یا ''عمل الیوم واللیلہ'' کے عنوان سے جمع کیا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ آپ ﷺ کے یہ معمولات زیادہ تر سنن غیر مؤکدہ یا مستحبات و آداب کے تحت آتے ہیں اور آپ ﷺ کے بعض افعال طبعی مزاج و مذاق پر مبنی ہیں، لیکن اہل ایمان کے لئے واجب و سنت کے اس فرق کی اہمیت نہیں ہے، اصل اہمیت اس امر کی ہے کہ ان شمائل و خصائل کی نسبت آقا ﷺ فداہ روحی وابی و امی سے ہے اور یہ نسبت ہی ہر مؤمن کی چشم محبت کا سرمہ ہے۔

اردو زبان میں رسول اللہ ﷺ کے شمائل و خصائل پر کم کام ہوا ہے، سوائے اس کے کہ ''شمائل ترمذی'' کے بعض تراجم اور ان پر مختصر حواشی شائع ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ بمشکل ایک آدھ تحریر اس موضوع پر مل جائے، حالانکہ اردو کروڑوں مسلمانوں کی زبان ہے۔ اور اب یہ ایک عالمی زبان بن چکی ہے، اس پس منظر میں فاضل

نوجوان مولانا محمد ارشاد صاحب زادہ اللہ علماً نافعا (استاذ جامعہ ریاض العلوم گورینی) نے بڑی تفصیل سے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور ''شمائل کبریٰ'' کے نام سے اب تک پانچ جلدیں اس کتاب کی آ چکی ہیں، اور ابھی مزید کئی جلدیں متوقع ہیں۔ مصنف نے حدیث و سیرت کے مستند و معتبر مراجع سے استفادہ کرتے ہوئے یہ کام کیا ہے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب مسلمانوں کے عوام و خواص دونوں کے لئے بہت نافع ثابت ہوگی، مجھے عزیز موصوف سے بڑی توقعات ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ سے زیادہ علم و تحقیق کا کام لے اور اخلاص کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

''وباللّٰہ التوفیق وھو المستعان''

مجاہد الاسلام قاسمی
(نزیل: جامعہ سیّد احمد شہید، کٹولی ملیح آباد)
۲۰/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ ۱۵/اپریل ۲۰۰۱ء

حرف اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰه الذی خص سیّدنا محمد صلی اللّٰه علیه وسلم باسنی المناقب، ورفعه فی الشرف الی اعلٰی المراتب، وجعل الاسوۃ الحسنة والشمائل الکبیرۃ امنا لمن تمسك بها ونجاۃ من المهالك والمصائب، وشرف لمن اقتدی بها بالفضائل والمناقب والصلوٰۃ والسلام علی سیّد المرسلین وفخر الاولین والاخرین محمد المبعوث بالدین الواصب، وعلی اٰله واصحابه الذین نالوا به اشرف المناصب.

(اما بعد) پیشِ نظر کتاب اسوۂ حسنہ معروف بہ شمائل کبریٰ سرور دو عالم محمد ﷺ کے بلند پایہ اخلاق و عادات، افعال و احوال پر ایک محقق جامع ذخیرہ ہے، مؤلف نے ترتیب میں التزام کیا ہے کہ شمائل کے متعلق حدیث و سیرۃ وغیرہ کی کتب معتبرہ میں جو مضامین مذکور ہیں بالاستیعاب آ جائیں، حتی الوسعہ سنن کا کوئی گوشہ مخفی نہ رہ جائے جو متبعین سنت کے لئے قیمتی ذخیرہ ہے۔ نیز باب کے متعلق صحیح، حسن، ضعیف جو روایتیں مل سکی ہیں لی گئی ہیں جیسا کہ اصحاب سیر و شمائل کا طریقہ رہا ہے، البتہ واہی اور موضوع سے گریز کیا گیا ہے، تاہم ابن جوزی جیسی گرفت کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ اور حدیث و سیرۃ وغیرہ کے جن بیش بہا ذخیروں سے مواد حاصل کیا گیا ہے ان کے حوالے بقید جلد و صفحات مذکور ہیں، تاکہ اہل ذوق حضرات کو مراجعت میں آسانی ہو سکے، یہ کتاب اس ترتیب کی پہلی جلد ہے جو کھانے، پینے اور لباس کے سنن پر مشتمل ہے، ضمناً آداب و مسائل بھی، جو انہیں سے ماخوذ ہیں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

مولائے کریم سے دعاء ہے کہ اس عظیم، وقیع خدمت کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اور قبول فرما کر باعث رضا و ذخیرہ آخرت بنائے۔ "وهو حسبی ونعم الوکیل"

محمد ارشاد بھاگل پوری

استاذ حدیث جامعہ ریاض العلوم گورینی جون پور

رجب ۱۴۱۴ھ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خدائے وحدہ لاشریک کا بے پایاں فضل وکرم ہے کہ شمائل کی جلدیں خواص وعوام میں مقبول ہیں ہند و پاک میں اس کے متعدد ایڈیشن طبع ہوئے۔ اہل علم اور سنت کے شیدائیوں نے قدر و پسندیدہ سے نگاہوں سے دیکھا۔ "ذلك فضل اللّٰه"

پیشِ نظر شمائل کبریٰ کی جلد ششم ہے۔ جو آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ اس جلد میں طہارت، مسواک، وضو، غسل، تیمم، مسح، مسجد، اذان اور نماز کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل واسوۂ حسنہ مبارک طریق وتعلیمات کونہایت بسط وتفصیل سے بیان کیا گیا ہے، خصوصاً اس جلد میں ایک ایک طریق و عادت و مبارک سنتوں کواحادیث پاک کے ذخیرہ لآلی منثورہ سے جمع کیا گیا ہے۔ اوراس کے آداب و مستحبات کوبسعی بلیغ احادیث سے مستند کیا گیا ہے اور مآخذ سے ثابت کیا گیا ہے۔ جس کا اندازہ اہل ذوق کومطالعہ سے ہوسکتا ہے۔

خیال رہے کہ دین وشریعت میں خصوصاً نماز کے متعلق "احناف" کوبعض طبقوں کی جانب سے موردالزام ٹھہرایا جاتا ہے کہ وہ بیشتر امور میں احادیث وسنت کے خلاف قیاس اور رائے اختیار کر لیتے ہیں۔ یا تو ان کے پاس اس سلسلے میں احادیث نہیں، یا ہیں تو ان کوترک کر کے قیاس ورائے پرعمل کرتے ہیں۔ سو اس گمان وزعم فاسد کا اس میں وافی جواب پائیں گے۔

اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ یہ دین وسیع ہے۔ ضیق اور تنگی سے محفوظ ہے طریق کا اختلاف خود آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ثابت ہے، بیشتر امور میں راجح مرجوح، افضل ومفضول کا اختلاف ہے بلکہ "هما سيان" دونوں کی "اجازت واباحت" کا ظاہری اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور جوتوسع اور اختلاف من جانب الشارع نصوص احادیث وسنت اور طریق صحابہ سے ثابت ہواس میں ایک دوسرے کوناحق گمراہ، جادہ مستقیم سے الگ نہیں کہا جا سکتا۔

یہ جہالت اورنادانی سے ناشی ہے۔ ملت کوان امور سے احتراز کرنا چاہئے۔

عبادت نماز سے متعلق امور خواہ فرائض ہوں یا واجبات، سنن ہوں یا مستحبات و آداب۔ احادیث و آثار سے ثابت ہیں رائے اور اجتہاد جو نصوص کے خلاف ہیں ان کو اساس و بنیاد کا درجہ ہرگز حاصل نہیں۔

عاجز فقیر نے اس امر کی سعی بلیغ کی ہے کہ باب اور موضوع کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ اسوہ چھوٹنے نہ پائیں، سنن و مستحبات آداب حسنہ احادیث سے مستند ہو جائیں۔

اور یہ واضح ہو جائے کہ فقہاء کرام نے جو بیان کئے ہیں ان کے مآخذ یہ احادیث و آثار ہیں۔

تالیف میں اس امر کا خصوصاً لحاظ کیا گیا ہے کہ احادیث و آثار کے علاوہ فقہی اختلافات و بحث سے گریز کیا جائے۔

اس فن پر اس کتاب کو ایک امتیازی مقام پر پائیں گے اس قدر بسط و تفصیل کسی دیگر کتاب میں خواہ کسی زبان سے متعلق ہو نہیں پائیں گے۔

ذلك بفضل الله وبكرمه

ترتیب، حوالے اور مراجع کے متعلق

❶ جیسا کہ پہلے بھی واضح کیا جا چکا ہے اخذ میں موضوع متہم بالوضع اور شدید منکر سے گریز کیا گیا ہے۔ بخلاف ضعیف، کہ باب الفضائل و مستحبات میں معتبر ہونے کی وجہ سے اسے قبول کیا گیا ہے۔
جس کا کچھ بیان جلد اول کے مقدمہ میں آ چکا ہے۔ مزید تفصیلی و تشفی بحث عاجز کی تالیف ''ارشاد اصول حدیث'' کے ''ضعیف'' میں ملاحظہ کیجئے۔

❷ اہل علم پر یہ بات مخفی نہ رہے کہ شمائل کی ترتیب میں اولاً فعلی اور اسوہ کے متعلق روایتیں لی گئی ہیں پھر تشریحاً تائیداً و اتماماً للفوائد قولی روایتیں بھی لی گئی ہیں کہ سنت اور اسوہ کے مفہوم سے یہ خارج نہیں۔ جیسا کہ خود شمائل میں امام ترمذی کا طرز رہا ہے۔

❸ اس کی ترتیب میں احادیث و سیر و تفسیر و فقہ وغیرہ کا ایک وسیع ذخیرہ پیش نظر رہا ہے۔ مگر حوالے میں رائج متداول اور اساسی کتابوں کی رعایت رکھی گئی ہے۔

❹ حوالہ اور مآخذ کی نشاندہی مع جلد و صفحات کے اہل علم حضرات کے لئے ہے کہ وہ حسب ضرورت تحقیق و تفتیش کے لئے ان مآخذ کی طرف رجوع کر سکیں۔

❺ اسی وجہ سے حوالوں میں بسا اوقات اختصار کیا گیا ہے جس سے اہل علم حضرات بسہولت یا معمولی توجہ سے سمجھ سکتے ہیں، مثلاً عمدہ سے عمدۃ القاری فتح سے فتح الباری، الفتح سے الفتح الربانی (مرتب مسند احمد) مجمع

سے مجمع الزوائد۔

❻ صحاح ستہ کی وہ حوالے درج ہیں جو ہندی مطبوعات ہیں چونکہ یہی بسہولت دستیاب اور مدارس و کتب خانوں میں رائج بھی ہیں۔ باقی کتب احادیث کی مصری یا بیروتی حوالے درج ہیں کہ عموماً انہیں کے مطابع دستیاب ہیں۔

❼ بسا اوقات متعدد کتب کے حوالے ذکر کئے گئے ہیں، تاکہ رجوع میں سہولت ہو۔

❽ طباعت اور مطابع کے اعتبار سے بعض کتابوں کے کئی نسخے ہو جاتے ہیں اگر حوالہ میں موافقت نہ پائیں تو ہوسکتا ہے کہ نسخوں اور مطابع کا اختلاف اس کا سبب ہو۔

خدائے پاک کے اس برگزیدہ بندے کے حق میں جو اس عظیم و وقیع تالیف کا باعث ہیں اور جن کے تعاون سے اس کی طباعت و اشاعت میں سہولت میسر ہوئی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایان شان جزاء خیر عطا فرمائے دنیا کی خوش نصیبی کے ساتھ آخرت میں بلند و بالا مرتبہ سے نوازے۔

ہمارے مخلص محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کر کے امت میں سنت کی ترویج اور شیوع کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدائے پاک ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو دارین کی سعادت و خوشحالی سے نوازے اور مکتبہ کو فروغ اور ترقی عطا فرمائے احیاء سنت اور ترویج شریعت میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو۔ آمین۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جو امت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص و عافیت کے ساتھ پائے تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا و تقرب کا باعث بنائے۔ آمین

والسلام

احقر العباد۔ محمد ارشاد بھاگل پوری

استاد حدیث و افتاء مدرسہ ریاض العلوم گورینی

جون پور۔ یوپی

رجب المرجب ۱۴۲۲ھ ستمبر ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

طہارت و پاکی کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات واسوۂ حسنہ کا بیان

اسلام صفائی اور طہارت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں نظافت اور صفائی ہے، اس لئے صفائی حاصل کرو۔ (کنز العمال صفحہ ۲۷۷)

صفائی اور نظافت وطہارت نصف ایمان ہے

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طہارت اور صفائی نصف ایمان ہے۔ (ترمذی، مسلم صفحہ ۱۱۸، مشکوٰۃ صفحہ ۳۸)

فائدہ: ظاہر ہے اسی طہارت سے وضو غسل اور نجاستوں سے صفائی متعلق ہے کہ بغیر طہارت کے عبادت نہیں۔

قیامت میں سب سے پہلے طہارت کا حساب

حضرت ابوالعالیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے بندے کا حساب پاکی اور طہارت سے متعلق ہوگا۔ (کشف النقاب جلد اصفحہ ۲۲۷، کنز العمال صفحہ ۲۷۸)

فائدہ: چونکہ اس پر نماز کی صحت کا مدار ہے، اسی وجہ سے پیشاب کی بے احتیاطی سے عذاب قبر ہوگا۔

پاک وصاف لوگ ہی جنت میں داخل ہوں گے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے کہ جنت میں پاک صاف رہنے والے ہی داخل ہوں

گے۔ (طبرانی، کنز العمال، کشف جلد ا صفحہ ۲۲۶)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ جو لوگ گندے اور ناپاک رہتے ہیں، بلا پانی کے استنجاء کرتے ہیں جنابت کی حالت میں رہتے ہیں۔

اسلام کی بنیاد ہی نظافت اور طہارت پر ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جہاں تک ہو سکے صاف اور پاک رہا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنیاد صفائی اور پاکی پر رکھی ہے۔ اور جنت میں صرف پاک وصاف ہی لوگ داخل ہوں گے۔ (کنز العمال کشف جلد ا صفحہ ۲۲۶)

فَائِدَہ: دیکھئے صفائی اور نظافت کی کتنی تاکید ہے۔ صفائی کا یہ مطلب نہیں کہ صرف بدن پر تو صاف پریس کردہ کپڑے ہوں مگر گھر کا نظام گندا۔ گھر کے سامنے گندگی، گھر کا صحن اور آنگن گندا، میلے کپڑے، میلے برتن اِدھر اُدھر پھیلے ہوئے ان پر مکھیاں لگ رہی ہیں۔ ادھر بچوں کا پاخانہ پڑا ہے۔ بہت بری بات ہے۔ سراسر اسلامی نظام کے خلاف ہے۔ گھر جلد اور ہر چیز میں صفائی ملحوظ ہو۔

جسم کو پاک رکھنے کا حکم

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اپنے جسم کو پاک وصاف رکھو خدا تمہیں پاک رکھے گا۔

فَائِدَہ: یعنی پاکی اور طہارت کو قبول فرمائے گا، اس کے اسباب پیدا فرمائے گا۔ یا مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے پاک کرے گا، جسم کی طہارت گناہ سے طہارت کا سبب بنے گا۔

اللہ پاک پاک وصاف عبادت گزار کو پسند کرتا ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے فرمایا: خدائے پاک کو پاک صاف عبادت گزار پسند ہے۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۷۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ میلا کچیلا رہنا کپڑے پر نامناسب دھبے لگے ہوں جسم پسینہ اور غسل وغیرہ نہ کرنے سے بدبو کر رہا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ تیل وصابن کی سہولت نہیں، کپڑے اور بدن سے ایسا معلوم ہو رہا ہو جیسے ہفتوں غسل نہ کیا ہو، ایسا بندہ گو عابد ہو مگر خدا کو یہ ہیئت پسند نہیں۔ اسلام کی بنیاد نظافت پر ہے پاکی اور صفائی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔ ایسی صورت میں گو کپڑے پاک ہوں مگر میلا وکچیلا رہنا کیسے پسندیدہ ہوگا۔ اس طرح تو مذہب بدنام ہوگا۔ غیر سمجھیں گے کہ اسلام گندا مذہب ہے۔ صفائی ستھرائی کی ان کے یہاں کوئی اہمیت نہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے مسلم آبادی میں گلیوں کے سامنے مکانوں کے سامنے کتنی گندگی رہتی ہے۔ بچوں کو راستے پر

پاخانہ کرانے کی ملعون حرکت کرتے ہیں۔ حالانکہ گھر کو صاف رکھنا غنا کا باعث ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۲۷۷)

جس نبی نے امت کو صفائی اور نظافت کی تاکید کرتے ہوئے نصف ایمان اور اساس قرار دیا۔ آج امت میں صفائی ستھرائی کا حال کیا ہے۔ آج غیروں کے محلوں میں صفائی اور نظافت ہے اور اپنوں کے محلوں میں گندگی ہے۔ خدا ہی فہم اور سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔

طہارت اور نظافت سے فرشتوں کی دعا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے جسم کو پاک صاف رکھو۔ جو بندہ طہارت کی حالت میں رات گزارتا ہے (یعنی باوضو) تو اس کے ساتھ اس کے بستر پر فرشتے اس کے ساتھ رات گزارتے ہیں اور اس کی ہر کروٹ پر فرشتہ یہ کہتا ہے: اے اللہ اس بندے کی مغفرت فرما اس نے رات طہارت کے ساتھ گزاری ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: دیکھئے طہارت کی کتنی فضیلت کہ طہارت اور پاکی کے ساتھ رات گزارنے پر فرشتے کی ہم نشینی اور دعا حاصل ہوتی ہے۔ خیال رہے ابتداءً وضوء کا اعتبار ہے، نیند سے وضو ٹوٹ جانے سے اس فضیلت میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

پاک صاف کپڑا تسبیح کرتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ اے عائشہ ان دونوں کپڑوں کو دھودو۔ کیا نہیں معلوم کپڑے تسبیح کرتے ہیں (جب پاک صاف رہتے ہیں) اور جب گندہ ہوجاتا ہے تو اس کی تسبیح بند ہوجاتی ہے۔ (ابن عساکر، والحدیث منکر کنز العمال صفحہ ۲۷۶)

فائدہ: گھروں میں کپڑوں کا گندے اور میلے کچیلے پڑے رہنا بڑی بری بات ہے۔ طہارت جو نصف ایمان ہے اس کے خلاف ہے گھروں اور گلیوں کی گندگی شرافت ایمان کے خلاف ہے، جس سے صحت کا بھی شدید نقصان ہے۔

طہارت سے غنا حاصل ہوتی ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ برتنوں کا دھلا رکھنا اور صحن کا صاف رکھنا غنا کا باعث ہے۔ (طبی، کنز العمال صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: بعض گھروں میں دیکھئے گھنٹوں برتن گندے پڑے رہتے ہیں، گھروں کا صحن آنگن گندگی سے پر رہتا ہے۔ بچوں کا پاخانہ پڑا رہتا ہے۔ گندے بستر گندی بدبودار مکھی لگ رہی چیزیں پڑی رہتی ہیں۔ بری بات ہے

جہاں یہ شرافت ایمان کے خلاف ہے وہاں صحت کے اعتبار سے بھی سخت مضر ہے۔ گندی ہواؤں سے ذہن بھی گندا ہو جاتا ہے، ایسے گھروں میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ بیماریوں کا سلسلہ بھی لگا رہتا ہے۔ صفائی صحت اور غنا کا باعث ہے۔ افسوس کہ آج غیر مسلم کے گھروں میں صفائی کا خیال کرتے ہیں مگر مسلم گھرانہ اس سے محروم ہے۔

بچہ گود میں یا کپڑے میں پیشاب کر دے تو آپ ﷺ کس طرح دھوتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگایا اور اس پر بہا دیا۔ (بخاری صفحہ ۳۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت حسن یا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے بطن مبارک پر پیشاب کر دیا، آپ ﷺ نے پانی منگایا اور اس پر بہا دیا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بچے آپ ﷺ کی خدمت میں لائے جاتے۔ آپ ان کے لئے دعا فرماتے، ایک مرتبہ ایک بچہ لایا گیا اس نے پیشاب کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اس پر پانی بہا دو، اچھی طرح بہانا۔ (طحاوی صفحہ ۵۶)

ابن ابی لیلیٰ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھا تھا، آپ کے پیٹ یا سینہ پر حضرت حسن تھے، انہوں نے پیشاب کر دیا میں نے دیکھا پیشاب کی دھاری تیزی سے بہہ رہی ہے۔ ہم لوگ کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: چھوڑ دو۔ پانی منگایا اور اس پر بہا دیا۔ (طحاوی صفحہ ۵۶)

فائدہ: آپ ﷺ بچوں سے بے تکلف رہتے۔ آپ کے جسم اطہر پر وہ کھیلتے رہتے بسا اوقات نماز میں بھی آپ کو نہیں چھوڑتے۔ اکثر و بیشتر بچے آپ کی خدمت میں دعا اور برکت کے لئے لائے جاتے آپ ان کو گود میں لیتے وہ پیشاب کر دیتے۔ آپ نہ برا مانتے اور نہ ڈانٹتے۔ اور نہ کوئی تنگی محسوس فرماتے یہ کمال تواضع کی بات ہے خیال رہے دودھ پیتے بچے اور بچیاں کا پیشاب بھی ناپاک ہے، چنانچہ علامہ عینی نے بچوں کے پیشاب کے ناپاک ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ (عمدۃ صفحہ ۱۳۰)

ہاں مگر بچوں کے پیشاب میں جو دودھ پیتے ہوں ذرا تخفیف ہے کہ تین مرتبہ سختی سے نچوڑنا، اور پانی سے دھونا واجب نہیں جیسا کہ بڑوں کے پیشاب کا حکم ہے۔ ایک مرتبہ بھی پانی ڈال کر نچوڑ دینا کافی ہے کہ دودھ پیتے بچے اکثر گود میں لینے سے خصوصاً ماں کی گود میں پیشاب کرتے رہتے ہیں۔ وقت اور تنگی کو دور کرنے اور سہولیت کے پیش نظر شریعت نے اس کی پاکی میں آسانی اور تخفیف پیدا کر دی ہے۔ اکثر عورتیں بہانہ بناتی ہیں کہ بچے نے پیشاب کر دیا دھونے میں زحمت ہوتی ہے، کیسے نماز پڑھیں۔ سو یہ شیطانی وسوسہ ہے، بچہ کے پیشاب میں پانی

بہادیا ہلکا سا نچوڑ دیا بس پاک ہوگیا، نماز پڑھ لے۔ البتہ بچی کے پیشاب کو دھوکر ذرا اہتمام سے نچوڑ دے۔

(اعلاء السنن صفحہ ۲۹۳)

سوکر اٹھنے کے بعد اولاً تین مرتبہ ہاتھ دھونا مسنون ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو برتن میں ہاتھ نہ ڈالے تاوقتیکہ ہاتھ تین مرتبہ نہ دھو ڈالے، نہ معلوم رات میں ہاں کہاں پڑا۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۵۲، بخاری صفحہ ۲۸، ابوداؤد صفحہ ۱۴، ابن ماجہ صفحہ ۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی رات میں بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے تاوقتیکہ اپنا ہاتھ تین مرتبہ نہ دھو ڈالے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۴)

فائدہ: چونکہ احتمال ہے کہ اس کا ہاتھ کسی مقام پر پڑ کر ناپاک ہوگیا ہو، اس احتمال کے پیش نظر آپ نے طہارت اور نظافت کی رعایت فرماتے ہوئے کہا کہ اولاً اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھو ڈالو۔ اگر نجاست کا احتمال اور امکان ہو تو ہاتھوں کا دھونا مسنون و مستحب ہے۔ اگر یقین ہو تو پھر ضروری ہے۔ یہ اس وقت ہے جب کمگ یا جگ گلاس ڈونگا وغیرہ نہ ہو۔ (سبل السلام صفحہ ۴۷، عمدہ صفحہ ۱۸)

جیسا کہ اس وقت عربوں کے ماحول میں تھا کہ پانی کسی برتن سے ہاتھ سے نکالتے تھے، ورنہ تو مگ وغیرہ سے نکالنے کی صورت میں یہ بات نہیں اس لئے ہاتھ دھونے کا حکم نہیں، ہاں اگر نظافۃً اور اتباعاً کرے تو باعث ثواب ہے۔ (عمدۃ صفحہ ۱۹)

یہی حال نل سے پانی استعمال کرنے کے بارے میں ہے۔ خیال رہے کہ یہ سنت سوکر اٹھنے کے بعد پانی کے استعمال کے وقت ہے۔

اور ایک ہاتھ کا تین مرتبہ گٹوں تک وضو کے شروع میں دھونا وہ مستقل وضو کی سنت ہے۔ یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ فتح القدیر میں ہے کہ بیدار ہونے والے اور اس کے علاوہ کے لئے بھی سنت ہے۔ (فتح صفحہ ۲۱)

اسی طرح یہ سنت خواہ رات کی نیند سے بیدار ہو یا دن کی نیند سے بیدار ہو۔ (معارف صفحہ ۱۵۱، سبل السلام صفحہ ۴۷)

علامہ عینی نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ کسی بھی چیز کے دھونے میں ''تین'' مرتبہ سنت ہے۔ جہاں نجاست کا احتمال ہو یقین نہ ہو طہارت کی صورت کا اختیار کرنا مستحب ہے۔ اگر ہاتھ کے پاک ہونے کا یقین ہو تو پھر پانی بلاشبہ ہاتھ کے ڈالنے سے ناپاک نہ ہوگا۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۸)

ندی تالاب حوض میں ابتداءً ہاتھ ڈالنے کی اجازت ہے۔ (سبل صفحہ ۴۷)

بلی کے جھوٹے میں کوئی خاص حرج نہیں

حضرت کبشہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلی ناپاک نہیں ہے، یہ کثرت سے تمہارے پاس آنے جانے والی ہے۔ (نسائی صفحہ ۶۳، ابوداؤد صفحہ ۱۱، ترمذی صفحہ ۲۷، ابن خزیمہ صفحہ ۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بلی کے جھوٹے پانی سے وضو فرمارہے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلی ناپاک نہیں ہے، وہ گھر میں رہنے والوں کی طرح ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۵۴)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بلی کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے۔ امام محمد نے موطا میں ذکر کیا ہے کہ بلی کے جھوٹے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (اعلاء السنن صفحہ ۲۰۰)

علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ وہ چونکہ نجس امور سے ملوث ہوتی رہتی ہے، اس لئے اس کا جھوٹا پانی مکروہ ہے۔ ابن ہمام نے بھی اسی کو الاصح کہا ہے۔ (فتح القدیر جلد ا صفحہ ۱۱۲)

صاحب ہدایہ نے بھی بلی کے جھوٹے کو پاک مگر مکروہ بتایا ہے۔ (فتح القدیر جلد ا صفحہ ۱۱۲)

درندوں کا جھوٹا

خیال رہے کہ تمام درندوں کا جھوٹا مثلاً شیر چیتا بھالو وغیرہ کا جھوٹا ناپاک ہے۔ اسی طرح تمام پھاڑنے والے درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۲۰۳، فتح القدیر جلد ا صفحہ ۱۱۳)

چوہے کا جھوٹا مکروہ ہے (فتح) عموماً گھروں میں چوہے بکثرت ہوتے ہیں، اور کھانے پینے کی اشیاء منہ میں ڈال دیتے ہیں، عورتیں اس سے احتیاط نہیں کرتی ہیں۔ صحت جسمانی کے اعتبار سے اس کا جھوٹا بہت مضر ہے، مرغی کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔ (فتح) آدمی کافر ہی کیوں نہ ہو اس کا جھوٹا پاک ہے، ہاں مگر جب کہ شراب نہ پیا ہو۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۰۸)

گو نظافت ایمانی کے خلاف ہو۔ گائے بیل بھینس بکری دنبہ کا جھوٹا پاک ہے۔ اگر کسی برتن میں منہ دے دے تو وہ پاک ہے اور اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا بلا کراہیت جائز ہے۔ عموماً عورتیں اسے ناپاک سمجھ کر پھینک دیتی ہیں، یہ نادانی کی بات ہے۔ (فتح القدیر صفحہ: ۱۰۸)

چپل جوتے کی ناپاکی رگڑ دینے سے پاک ہوجاتی ہے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد آئے اور اپنے جوتے میں کوئی نجاست وگندگی دیکھے تو اسے رگڑ دے، اور نماز پڑھ لے۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چمڑے کے موزے (یا چپل و جوتے) کی نجاست کو زمین سے رگڑ دے تو مٹی سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ یعنی زمین پر رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۵)

فائدہ: چپل جوتے کھڑاؤں وغیرہ میں اگر غلاظت و ناپاکی وغیرہ لگ جائے تو اسے زمین پر رگڑ دینے اور گھس دینے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے، خواہ وہ نجاست خشک ہو یا تر ہو۔ پانی سے دھونے کی ضرورت نہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی پاکی مٹی ہے، یعنی مٹی سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

فتح القدیر میں ہے کہ جوتے وغیرہ میں تر نجاست لگ جائے تو رگڑ دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔

اسی طرح جوتے وغیرہ میں نجاست لگ گئی، اور وہ جوتے کو پہن کر چلتا رہا اور جوتا زمین سے گھستا رہا تو پھر جوتے کی ناپاکی زائل ہو جائے گی۔ (صفحہ ۱۹۶)

اسی طرح کسی چکنی چیز پر اگر پانی اور غلاظت لگ جائے تو اچھی طرح پونچھ دینے سے کہ نجاست کا اثر نہ رہے پاک ہو جاتی ہے۔ جیسے آئینہ، شیشہ، تلوار، چکنے ٹائل وغیرہ یہ پونچھنے سے پاک ہو جاتے ہیں۔ ابن ہمام نے صاحب ہدایہ کی تجنیس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تلوار سے کفار کو قتل کرتے تھے اور اس پر لگے خون کو پونچھ کر نماز پڑھ لیتے تھے۔ (جلد ا صفحہ ۱۹۸)

ابن ہمام اور دیگر فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ نجاست کا ازالہ اور اس سے پاکی ان امور سے حاصل ہو جاتی ہے۔

۱. غسل، دھونے سے۔
۲. رگڑنے سے۔
۳. سوکھنے اور خشک ہونے سے اور پونچھنے سے۔

اسی طرح کرچنے سے جو "دَلْكَ" رگڑنے کے مفہوم میں داخل ہے۔ (فتح القدیر جلد ا صفحہ ۲۰۱)

کتا منہ لگا دے تو کس طرح پاک کیا جائے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ اسے دھو ڈالو۔ (دارقطنی صفحہ ۶۵، فتح القدیر صفحہ ۱۰۹، امانی الاحبار)

عطا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے انڈیل دو (پانی گرا دو) اور تین مرتبہ اسے دھو ڈالو۔

حضرت عطا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے تین

مرتبہ دھویا جائے۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۰۹، تحفۃ الاحوذی جلد ا صفحہ ۹۳، دار قطنی صفحہ ۲۶، طحاوی)

ابن جریج نے عطا کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ کتے کے جھوٹے برتن کو تین، پانچ، سات مرتبہ دھویا جائے گا۔

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ کتا کسی برتن میں منہ لگا دے تو برتن کو تین مرتبہ دھویا جائے تو پاک ہو جائے گا اور برتن میں پانی سالن وغیرہ ہو تو اسے پھینک دیا جائے گا۔ احناف اسی کے قائل ہیں۔

ہدایہ اور فتح القدیر میں ہے کہ کتے کے جھوٹے کو تین مرتبہ دھویا جائے گا۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۰۹)

اور سات مرتبہ دھونا مستحب ہے۔ (اعلاء السنن جلد ا صفحہ ۱۹۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتا برتن میں منہ لگا دے تو سات مرتبہ دھویا جائے گا۔ اور شروع یا آخر میں مٹی سے رگڑ کر دھویا جائے گا۔ (ترمذی صفحہ ۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تمہارے برتن سے پانی پی لے تو اسے سات مرتبہ دھو ڈالو۔ (بخاری صفحہ ۲۹، دار قطنی جلد ا صفحہ ۶۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ اور ساتویں مرتبہ مٹی سے دھوؤ۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱)

فائدہ: خیال رہے کہ تین مرتبہ دھونا ضروری ہے، اور سات مرتبہ دھونا مستحب اور مسنون ہے، اور شروع میں یا آخر میں یعنی ساتویں مرتبہ مٹی سے دھویا جائے۔ کہا گیا ہے کہ کتے کے لعاب میں جو جراثیم ہوتے ہیں وہ مٹی سے دور ہو جاتے ہیں، اسی وجہ سے احادیث میں اول یا آخر میں مٹی سے صاف کرنے کا حکم ہے۔

ناپاک زمین سوکھ جانے سے پاک ہو جاتی ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی میں رات گزارتا تھا، جوانی کی عمر تھی اور شادی نہیں ہوئی تھی، اور کتے مسجد میں پیشاب بھی کر ڈالتے تھے، اور مسجد میں اِدھر اُدھر پھرتے رہتے تھے، اور لوگ پانی کا چھینٹا تک زمین پر نہیں مارتے تھے۔ (یعنی یونہی چھوڑ دیتے تھے سوکھ کر پاک ہو جاتی تھی)۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۷۹، ابن خزیمہ صفحہ ۱۵۱)

فائدہ: مطلب یہ کہ کتوں کا لعاب اور پیشاب جو ناپاک ہے، اس کے زمین پر ہونے سے دھویا اور پانی نہیں بہایا جاتا تھا، بلکہ خشک ہونے سے پاک ہو جاتی تھی۔ معلوم ہوا کہ ناپاک زمین خشک ہو جائے تو زمین پاک ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے سنن ابوداؤد میں باب قائم کیا ہے، زمین کی پاکی اس کے خشک ہو جانے سے ہے۔ اور اس کے ذیل میں یہ حدیث پیش کی ہے۔ حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ عموماً باغیچوں کے مقام پر پاخانے لوگوں کے پیشاب، جانوروں کی لیدیں ہوتی

ہیں ایسی زمینوں کا کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا جب بارش ہو جائے یا ہوا سے خشک ہو جائے تو اس پر نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں، اور وہ اسے نبی پاک ﷺ کی جانب منسوب کرتے تھے (یعنی یہ حکم آپ سے انہوں نے نقل کیا)۔ (طبرانی، اعلاء السنن صفحہ ۲۸۰)

محمد بن حنفیہ اور ابوقلابہ نے کہا: زمین جب خشک ہو جاتی ہے تو پاک ہو جاتی ہے۔

(فتح القدیر جلد ا صفحہ ۱۹۹، الامانی صفحہ ۲۲، ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۴۱، ابن عبدالرزاق صفحہ)

فائدہ: زمین یا باغیچہ وغیرہ کسی ترنجاست سے ناپاک ہو جائے تو دھوپ سے یا ہوا سے خشک ہو جانے پر پاک ہو جاتی ہے، اور اس زمین پر نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے ہاں مگر اس زمین پر تیمّم کرنا درست نہیں۔ (ہدایہ صفحہ ۱۹۹، فتح)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ زمین کی نجاست دھوپ سے خشک ہو جائے اور رنگ و بو نجاست زائل اور دور ہو جائے تو زمین پاک ہو جاتی ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۹۹)

اس سے معلوم ہوا کہ زمین خشک ہو جانے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔ اور پانی بہا دینے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔ جب کہ نجاست کا اثر و بو زائل ہو جائے، البتہ پانی سے اسی وقت پاک ہو جاتی ہے اور خشک ہونے میں دیر سے پاک ہوتی ہے۔

ناپاک زمین اور فرش پانی بہا دینے سے پاک ہو جاتی ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی آیا اور مسجد کے ایک کنارے میں پیشاب کرنے لگا، لوگوں نے اسے ڈانٹا تو آپ نے منع فرمایا: پیشاب کر چکا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس پر پانی کے ڈول بہا دو، چنانچہ بہا دیا گیا۔ (بخاری صفحہ ۳۵، صحاح ستہ)

فائدہ: اس دیہاتی کو مسجد کے آداب و احترام کا علم نہیں تھا، آپ ﷺ نے پیشاب کرتے وقت ڈانٹ ڈپٹ سے منع فرمایا تا کہ وہ ڈانٹنے سے بھاگتا تو دوسری جگہ بھی پیشاب کرتا، اس طرح پوری مسجد ناپاک ہو جاتی۔ چنانچہ جب وہ پیشاب کر چکا تو آپ نے اسے قریب بلایا اور نرمی سے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ مسجد ان چیزوں کی جگہ نہیں۔ یہاں نماز، تلاوت، ذکر وغیرہ ہوتی ہے۔ پھر آپ نے حضرات صحابہ سے فرمایا کہ اس پر پانی ڈول سے بہا دو۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اگر زمین نرم ہو، سخت نہ ہو تو اس پر پانی بہا دیا جائے۔ کہ وہ پانی زمین کے اندر جذب ہو جائے، یہاں تک کہ نجاست کا اثر باقی نہ رہے۔ اور پانی نیچے چلا جائے تو وہ جگہ اور زمین پاک ہو جائے گی خواہ جس مقدار میں بھی ہو عدد کی کوئی قید نہیں۔ (عمدہ: صفحہ ۱۲۶، اعلاء السنن صفحہ ۲۸۱)

اگر زمین سخت ہو تو بغل میں گڑھا کھود دیا جائے۔ اور پانی اس میں گرا دیا جائے۔ اس طرح تین مرتبہ کیا

جائے۔ پھر اس گڑھے سے پانی نکال کر خشک کر دیا جائے۔ اس طرح سخت زمین پاک ہو جاتی ہے۔

(عمدہ صفحہ ۱۲۶، اعلاء صفحہ ۲۸۱)

سخت زمین کی پاکی کا یہ بھی طریقہ ہے کہ اس کی مٹی کو کھود کر دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے۔ اس لئے کہ سخت ہونے کی وجہ سے پانی رسے گا نہیں بلکہ اوپر رہے گا، تو یہ پانی ناپاک اسی مقام پر رہنے کی وجہ سے زمین ناپاک رہے گی، چنانچہ علامہ عینی نے لکھا ہے: "فلا تطهر الارض مالم تحفر وينقل التراب" چنانچہ طاؤس سے مرسلاً مروی ہے کہ اعرابی نے جب پیشاب کیا اور لوگوں نے اسے مارنا چاہا تو آپ نے فرمایا اس جگہ کو کھود دو، پانی بہا دو۔ اور آپ نے فرمایا، لوگوں کو سکھاؤ، اور آسان کرو، لوگوں کو تنگی میں مت ڈالو۔ (عمدہ القاری صفحہ ۱۲۶)

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ زمین پر خوب پانی بہا دیا جائے نجاست کا رنگ اور بو جاتی رہے تو اس طرح بھی زمین پاک ہو جاتی ہے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۱۹۹)

پانی کے تین اوصاف بدل جائیں تو

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی پاک رہتا ہے۔ ہاں جب کہ اس کی بو اور مزے پر کوئی غالب آ جائے۔ (دار قطنی صفحہ ۲۸)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی ناپاک نہیں ہوتا کسی شیء سے ہاں مگر یہ کہ اس کا رنگ و بو بدل جائے۔ (دار قطنی صفحہ ۲۹، ابن ماجہ صفحہ ۳۹)

حضرت ابوامامہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پانی پاک ہے مگر ہاں یہ کہ اس کی بو، اس کا مزہ، اس کا رنگ کسی نجاست کی وجہ سے بدل جائے۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۶۰)

حضرت راشد بن سعد سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی ہاں مگر یہ کہ اس کے رنگ، مزہ اور بو پر کوئی نجاست غالب آ جائے (تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے)۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۹)

فائدہ: علامہ عینی نے اس حدیث کو جس میں اوصاف ثلثہ کا ذکر ہے اس کو مسند کے مقابلہ میں مرسل صحیح مانا ہے۔ اور اس سے استدلال درست ہے۔ لہٰذا پانی کے اوصاف ثلثہ کا باقی رہنا اس کے پاک ہونے کی علامت ہے، اور اس کے اوصاف کا بدل جانا اور متغیر ہو جانا اس کے ناقابل استعمال ہونے کی علامت ہے۔

پانی کے تین اوصاف رنگ، بو، مزہ ہیں۔ اگر پانی کے ان تین اوصاف میں سے کوئی دو بدل جائیں تو اس سے طہارت کا حاصل کرنا درست نہیں۔ (السعایہ صفحہ ۳۳۹)

اگر پانی کسی حوض یا تالاب میں مدت تک رہنے کی وجہ سے اس کے رنگ اور بو میں کچھ فرق ہو جائے تو اس سے وضو جائز ہے۔ (السعایہ صفحہ ۳۳۸)

مزید اس کے مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

جنگلی تالاب اور جھیل وغیرہ سے وضو کرنا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں نکلے رات میں چلنا ہوا۔ ایک آدمی کے پاس سے گزر ہوا جو پانی کے ایک گڑھے کے پاس تھا، حضرت عمر نے اس سے پوچھا: اے تالاب والے کیا رات میں تمہارے تالاب سے درندے وغیرہ نے پانی پیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے تالاب والے مت بتاؤ ان کو...... جو اس کے پیٹ میں گیا اس کو ہوا، جو بچا پاک اور پینے کے لائق ہے۔

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۲۶)

حضرت جابر اور ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک تالاب میں پہنچے۔ اس پر کوئی مردار پڑا تھا۔ چنانچہ ہم لوگ (استعمال سے) رک گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پوچھا کیوں نہیں اسے استعمال کرتے ہو؟ ہم لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول اس میں مردار پڑا ہے۔ آپ نے فرمایا پیو (وضو وغیرہ کرو) کہ پانی کو (جو اس مقدار میں ہے) ناپاک نہیں کرتا۔ چنانچہ ہم لوگوں نے پیا (استعمال کیا)۔ (ابن ماجہ طحاوی جلد ۱ صفحہ ۷)

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابوبکر وعمر کے ایک تالاب میں تشریف لے گئے تو تالاب والے نے کہا: اے اللہ کے رسول، کتے، درندے اس تالاب سے پانی پیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو ان کے پیٹ میں جائے ان کا، باقی پاک، استعمال کے لائق ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۷۷)

فائدہ: جنگل کے ان تالابوں اور گڑھوں میں پانی کثیر۔ جاری ہوتا ہے، یہ دہ دردہ سے زائد ہوتا ہے۔ ایسا پانی باوجودیکہ درندے وغیرہ اس سے پانی پیتے ہیں پاک رہتا ہے۔ آپ نے ایسے تالابوں اور حوضوں سے وضو کیا۔ ایسے گڑھوں اور تالابوں کے متعلق پوچھ کچھ اور تفتیش وغیرہ کی ضرورت نہیں کہ پاک ہے یا ناپاک؟ کتے وغیرہ نے پیا ہے کہ نہیں؟ ایسے موقعہ پر ظاہر اور گمان غالب پر فیصلہ کیا جائے گا۔ کراہیت طبعی کی بنیاد پر گو نہ پیئے، مگر شرعاً پاک ہے، وضو وغسل میں قباحت نہ سمجھے۔ ہاں گڑھا و تالاب جس میں پانی رکا ہوا ہو اور اس کے تین وصف، رنگ بو، مزہ میں سے دو اوصاف بدل گئے ہوں تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

کسی تالاب میں یا پانی کے گڑھے میں پیشاب کرنا منع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرے، کہ پھر اسی سے غسل (ضرورت پوری) کرے۔ (بخاری صفحہ ۳۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی گڑھے میں رکے ہوئے پانی میں

پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۰، نسائی صفحہ ۱۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے گڑھے وغیرہ جس میں پانی وغیرہ جمع ہو جاتا ہے خواہ برساتی پانی ہو یا خواہ کسی کے بھرنے سے ہو یا پہاڑی چشمے کا جمع شدہ پانی ہو۔ اس میں پیشاب و پاخانہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بظاہر یہ پانی پاک ہے۔ بسا اوقات مسافرین، جنگل میں رہنے والے لوگ اسے استعمال کرتے ہیں اور اپنی ضرورتوں میں لاتے ہیں۔ چونکہ تھوڑا اور غیر جاری ہے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں ایسے پانی میں پیشاب کرنا مکروہ اور حرام لکھا ہے۔ البتہ ندی میں بڑے تالاب میں حرام نہیں تاہم بچنا اولیٰ ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۱۶۹)

علامہ طحطاوی نے لکھا ہے کہ تالاب گڑھا رات میں جنوں کا مسکن ہوتا ہے۔ پیشاب پاخانہ کرنے پر جنات کی جانب سے اذیت کے اندیشہ سے یہ مکروہ ہے۔ (طحطاوی علی المراقی جلد ۳ صفحہ ۳۵)

بہتے پانی میں بھی پیشاب کرنا ممنوع ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتے جاری پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

فائدہ: جنگلوں میں اور پہاڑی علاقوں میں عموماً پانی کے چھوٹے چھوٹے گڑھے اور چشمے ہوتے ہیں جن میں پانی بھر کر بہتا رہتا ہے۔ یہ پانی پاک ہوتا ہے اور اس میں پیشاب کرنے کی وجہ سے گو پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر کراہیت ہوتی ہے۔ عموماً لوگ اسے اپنی ضرورت میں استعمال کرتے ہیں۔ راہ گزر اسے پینے میں استعمال کرتے ہیں، لہٰذا اس میں پیشاب کرنا اذیت کی بات ہے۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اس قلیل اور جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ اور حرام لکھا ہے۔ البتہ ندی میں بڑے تالاب میں حرام نہیں تاہم بچنا اولیٰ ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

اسی طرح چھوٹی نہروں میں جو کھیتوں کی سیرابی کے لئے ہوتا ہے پیشاب کرنا مکروہ ہے اس سے الگ پیشاب کرنا چاہئے۔

کفار و مشرکین کے برتنوں کے پانی کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے، مشرکین کے برتنوں کو پاتے تو ان سے پانی پیتے اور فائدہ اٹھاتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۲)

اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصرانی کے گھڑے کے پانی سے وضو کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۲)

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکہ عورت کے برتن کے پانی سے وضو فرمایا۔ (نیل جلد ۱ صفحہ ۱۷)

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام نے ایک مشرکہ کے برتن سے وضو کیا تھا۔ (سبل السلام صفحہ ۴۷)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مشرکین کے برتنوں میں اگر پانی ہو اور کسی مسلمان کے پاس پانی دستیاب نہ ہو اور کسی ظاہر اعتبار سے نجاست اور ناپاکی کا علم نہ ہو تو اس کے برتن کے پانی سے غسل اور وضو کیا جا سکتا ہے، البتہ شک ہو یا گمان نجاست کا ہو تو پھر چھوڑ دے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا: شک کو چھوڑ کر بلا شک کے امور کو اختیار کرو۔ (نیل الاوطار صفحہ ۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصرانی کے برتن سے پانی پینے سے احتیاط فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کے ہوٹلوں اور چائے خانوں سے حتی الوسعہ احتیاط کرے، مجبوراً ہی ایسے ہوٹلوں کو اختیار کرے کہ وہ شرعی اعتبار سے طہارت کا اعتبار نہیں کر سکتے۔ اگر بظاہر صفائی کا اہتمام دیکھا تب بھی کفر و شرک کی نحوست اور ظلمت کہاں جائے گی۔

ابوثعلبہ الخشنی کہتے ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم لوگ جہاد کرتے ہیں، مشرکین کے علاقوں سے گزرنا پڑتا ہے، ان کے برتنوں کی ہمیں ضرورت پڑتی ہے، کیا اس میں کھانا پکا لیا کریں؟ آپ نے فرمایا: اسے پانی سے دھو لو پھر پکاؤ اور نفع اٹھاؤ۔ (سبل السلام صفحہ ۴۵، بخاری، مسلم، سنن کبریٰ صفحہ ۳۳، ابن ماجہ صفحہ ۲۰۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم دوسرا برتن نہ پاؤ تو دھو کر اس میں کھاؤ۔ کذا فی البخاری۔ معلوم ہوا کہ ان کے برتنوں کو بلا دھوئے استعمال نہ کرے۔ سبل السلام میں ہے کہ ان کے برتنوں میں کھانا مکروہ ہے۔

(جلد ۱ صفحہ ۴۶)

پاخانہ پیشاب کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے اسوہ و پاکیزہ عادات کا بیان

پاخانہ کے لئے آبادی سے دور تشریف لے جاتے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ میں کسی سفر میں تھا، آپ پاخانہ کے لئے تشریف لے گئے تو دور تشریف لے گئے۔ (ترمذی صفحہ ۱۲، ابوداؤد صفحہ ۲)

اتنی دور تشریف لے جاتے کہ نظروں سے غائب ہو جاتے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب پاخانہ کا ارادہ فرماتے تو اتنی دور تشریف لے جاتے کہ کوئی نہ دیکھ پاتا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۸، ابوداؤد صفحہ ۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ پاخانہ کے لئے مغمس تک جاتے جو مکہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۱۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا آپ ﷺ (پاخانہ پیشاب کی) ضرورت کی وجہ سے ہم لوگوں سے علیحدہ ہٹ گئے پھر آپ ﷺ نے پانی مانگا اور وضو فرمایا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۴)

فائدہ: اس زمانہ میں پاخانہ گھروں میں نہیں ہوتا تھا۔ جنگل اور میدانوں میں لوگ اس ضرورت سے جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ بھی پاخانہ کے لئے میدان و جنگل جاتے اور بالکل قریب ہی میں نہ کر لیتے بلکہ دور جاتے اور اتنی دور جاتے کہ آبادی کے لوگوں کو نظر نہ آتے تھے۔ میدان و جنگل میں پاخانہ کرنا ہو تو آبادی کی نظروں سے اوجھل ہو جانا مسنون ہے اور پردے کا اختیار کرنا کہ لوگ ستر نہ دیکھیں واجب ہے۔ مقصود بے ستری کے احتمال سے بچنا ہے۔ اگر قریب میں بھی یہ مقصد پورا ہو جائے تو اجازت ہے۔ ''کما قال النووی''

پاخانہ پیشاب کرنے میں پردے کی تاکید کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو پاخانہ (پیشاب کرنے آئے) وہ پردہ کا خیال کرے۔ اگر کوئی (پردہ یا آڑ وغیرہ) نہ مل سکے تو ریت (بالو) کو جمع

کرلے (تاکہ کچھ تو پردہ ہو جائے)۔ (ابوداؤد صفحہ ۶، مشکوٰۃ صفحہ ۴۳، ابن ماجہ صفحہ ۲۸)

کسی ٹیلہ یا درخت کا پردہ اور اس کی آڑ اختیار فرماتے

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ کے پردے میں کسی اونچی زمین یا درخت خرما کی آڑ کو (کم از کم) پسند فرماتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۹)

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ آپ جہاں تہاں پاخانہ کے لئے نہ بیٹھ جاتے بلکہ آڑ اور پردہ کا لحاظ فرماتے ہوئے ضرورت پوری فرماتے، خصوصاً کسی ٹیلے کے نشیب کو یا درختوں کی آڑ کو اختیار فرماتے تاکہ سامنے کے رخ سے پردہ ہو۔

کبھی اگر پردہ کی صورت نظر نہ آئے تو مٹی اور ریت کو جمع کر کے کچھ ٹیلے کی طرح بنالے اور اس کے نشیب میں ضرورت پوری کرلے، تاکہ سامنے سے پردہ ہو جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اجتماع اور بھیڑ وغیرہ کے موقع پر جو لوگ اجتماع اور بھیڑ سے قریب ہی پاخانہ وغیرہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں درست نہیں کہ بے ستری اور بے پردگی ہوتی ہے جو ناجائز ہے۔ بے پردگی سے بچنے اور ستر عورت پر کسی کی نگاہ نہ پڑنے کی صورت کا اختیار کرنا واجب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادات طیبہ سے امت کو تعلیم فرمائی ہے کہ جہاں چاہو اپنی ضرورت پوری نہ کرو بلکہ پردے کا خیال کر کے کرو۔

پیشاب کے لئے نرم زمین اختیار فرماتے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کا ارادہ فرمایا تو دیوار کے نیچے نرم زمین پر تشریف لائے (اور پیشاب فرمایا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پیشاب کا ارادہ کرے اسے چاہئے نرم زمین تلاش کرے۔ (ابوداؤد، صفحہ ۲، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲)

یحییٰ بن عبید اجہضمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے لئے اسی طرح نرم زمین اختیار فرماتے جس طرح قیام اور نزول کے لئے (تاکہ خیمے کے کھونٹے وغیرہ گاڑنے میں آسانی ہو)۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۵)

سخت زمین ہوتی تو کرید کر نرم فرمالیتے

حضرت طلحہ بن ابی قنان سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کا ارادہ فرماتے اور زمین سخت پاتے تو کسی لکڑی سے زمین کو کریدتے یہاں تک کہ مٹی بھربھری (نرم) ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں پیشاب فرماتے۔ (زاد المعاد صفحہ ۱۷۱، مطالعہ عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۵، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے لئے نرم زمین اس لئے اختیار فرماتے تا کہ سخت ہونے کی وجہ سے پیشاب کی چھینٹیں بدن اور کپڑے پر نہ لگیں۔ پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی سخت تاکید ہے۔ یہ عذاب قبر کا باعث ہے۔ اسی وجہ سے پیشاب کے لئے نرم زمین کے اختیار اور تلاش پر محدثین نے باب قائم کیا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کے لئے نرم زمین اختیار کرنا سنت ہے۔ اگر زمین سخت ہو تو کھود کر نرم کر لیا جائے۔ (زاد المعاد جلد ا صفحہ ۱۷۱)

پاخانہ و پیشاب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے: "اللھم انی اعوذبك من الخبث و الخبائث" (بخاری ۲۶، مسلم، ابوداؤد، صفحہ ا، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۹۵)

اے اللہ میں شیاطین مرد اور شیاطین عورتوں سے آپ سے پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بیت الخلاء میں داخل ہو تو اس دعاء کے پڑھنے سے نہ رکو (کہ اس کے بہت فوائد ہیں): "اللھم انی اعوذبك من الرجس النجس الخبیث النجس الشیطان الرجیم"

اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ظاہری اور باطنی ناپاکی سے اور خبیث ترین جنات شیطان مردود سے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۶، ابن سنی صفحہ ۱۸، مراسیل: ابوداؤد صفحہ ۵)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ پاخانوں میں اجنہ اور شیاطین کا آنا جانا رہتا ہے جب تم بیت الخلاء جاؤ تو یہ دعا پڑھو:

"اعوذ باللّٰہ من الخبث والخبائث"

ترجمہ: "اللہ کی پناہ چاہتا ہوں خبیث جن اور خبیث جنیہ سے۔"

(ابوداؤد: صفحہ ۲، ابن ابی شیبہ صفحہ ا، سنن کبریٰ صفحہ ۹۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ جاتے تو یہ پڑھتے:

"بسم اللّٰہ اللھم انی اعوذ بك من الخبائث"

ترجمہ: "اللہ کے نام! اے اللہ پناہ لیتا ہوں تجھ سے تمام خبیثوں سے۔"

(ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ا، منہل جلد ا صفحہ ۳۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مختلف دعائیں منقول ہیں ان میں جو دعا چاہے بیت الخلاء جانے سے پہلے پڑھ لے، بسم اللہ والی دعا بہتر ہے، تعوذ سے پہلے بسم اللہ مسنون ہے۔ (منہل صفحہ ۳۱)

بسم اللہ انسان اور جنات کے درمیان پردہ ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اور جناتوں کے درمیان پردہ اس میں ہے کہ جب بیت الخلاء میں داخل ہو تو بسم اللہ پڑھو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶، عمدہ القاری جلد ۲ صفحہ ۲۷۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنہ کی آنکھوں اور انسانوں کے ستر کے درمیان پردہ یہ ہے کہ آدمی جب کپڑا (استنجاء یا بدلنے کے لئے) اٹھائے تو بسم اللہ پڑھے۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان پاخانوں میں شیاطین آتے جاتے رہتے ہیں جب بیت الخلاء میں داخل ہو تو بسم اللہ کہو۔ (ابن سنی صفحہ ۲۰، عقیلی جلد ۳ صفحہ ۳۷۱)

سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بیت الخلاء جاؤ تو "بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث" پڑھو۔ (عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۲۷۲)

فائدہ: معلوم ہوا کہ بسم اللہ کے پڑھنے کی وجہ سے شیطان اور اجنہ کی آنکھیں انسانی ستر کو نہیں دیکھ سکتیں اس سے ایک پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ تعوذ کے ساتھ بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ (صفحہ ۲۷۲)

لہٰذا جس دعاء میں بسم اللہ ہے اس کا پڑھنا مستحب ہے۔

ان دعاؤں کو بیت الخلاء جانے سے پہلے جب ارادہ کرے تب پڑھے کہ عین بیت اللہ میں ذکر کرنا مکروہ ہے۔ (عمدہ القاری صفحہ ۲۷۲)

اسی وجہ سے ایک روایت میں ہے کہ جب تم ارادہ کرو تو پڑھ لو۔ اور جنگل میدان میں ہو تو بیٹھنے سے قبل پڑھ لے۔ اور کپڑا کھولنے سے پہلے پڑھ لے (مرقات صفحہ ۲۸۴)

اگر نہ پڑھ سکا تو بیت الخلاء میں دل دل میں پڑھ لے۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۲۸۴، منہل جلد ۱ صفحہ ۳۱)

گندے مقامات میں جن اور شیاطین رہتے ہیں، بسا اوقات بچوں اور عورتوں کو پکڑ لیتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں ان دعاؤں کے پڑھنے سے خبیث شیطان کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا اہتمام کیا جائے کہ ثواب کے علاوہ یہ دنیاوی فائدہ بھی ہے۔

کسی نیک صالح بڑے کے استنجاء وضو کی خدمت کرنا خیر و برکت کا باعث ہے

حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ تشریف لے جاتے تو میں پانی لاتا تا کہ آپ دھوئیں۔ (بخاری صفحہ ۳۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تو

میں اور میرے ساتھ ایک چھوٹا لڑکا ہوتا، پانی کا ایک برتن ہوتا کہ آپ اس سے استنجاء کریں۔ (بخاری صفحہ ۲۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ جب بیت الخلاء کے لئے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا ہمارے قبیلہ کا ہوتا، ہمارے ساتھ برتن میں پانی ہوتا اور ایک نیزہ ہوتا۔ (تا کہ زمین کھودنے کی ضرورت پڑ جائے تو کام آئے)۔ (بخاری صفحہ ۲۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء تشریف لے گئے تو میں نے وضو کے لئے پانی رکھ دیا۔ آپ نے (پانی رکھا ہوا دیکھا تو) پوچھا کس نے رکھا ہے تو بتایا گیا (ابن عباس نے رکھا ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء دی: "اللھم فقه فی الدین" (بخاری صفحہ ۲۶)

کیسے فہیم اور ہوشیار اور خادمانہ مزاج کے حامل تھے کہ سوچا پاخانہ سے فراغت کے بعد پانی کی ضرورت پڑے گی بلا آپ کے کہے پانی لا کر رکھ دیا۔ اصل خدمت تو یہی ہے کہ آدمی کہنے کا انتظار نہ کرے ضرورت سمجھ کر خدمت کر دے اسی خدمت پر خوش ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی۔ دیکھئے خدمت کی برکت سے کیسی دعا ملی کہ فقیہ اور حبر الامۃ ہوئے، ہزاروں صحابہ کے مقابلہ میں علم وفضل میں ممتاز ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹوں کو بڑوں کی، طلباء کرام کو اساتذہ کی خدمت مسنون اور دینی تربیتی فوائد کا حامل ہے۔

آج اس خدمت کو عیب اور ماحول میں بے عزتی اور وقار کے خلاف ایک گویا منکر کام سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے آج ربط اور برکات سے محرومی ہے۔ بڑوں اور اساتذہ کے مقابلہ میں احباب اور دوست کی خدمت کرتے ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء تشریف لے گئے، حضرت مغیرہ پانی کا برتن لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے گئے۔ فراغت کے بعد پانی ڈال کر آپ کو وضو کرایا۔ (بخاری ۳۳)

فائدہ: دیکھئے حضرت مغیرہ پانی کا برتن لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سہولت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ بڑوں کی خدمت بغیر ان کے کہے کرنا ثابت ہو رہا ہے، اور یہ کہ ہمیشہ باوضو رہنا بہتر ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا تو حضرت عمر برتن میں پانی لئے کھڑے ہو گئے (تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فراغت پر وضو فرمالیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے عمر کیا ہے؟ کہا وضو کے لئے پانی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حکم تھوڑے ہی ہے کہ جب پیشاب کروں تو اس کے بعد وضو کروں۔ (مطلب یہ ہے کہ پیشاب کے بعد وضو ہمیشہ لازم نہیں اگر میں ہمیشہ وضو پیشاب کے بعد کرتا رہوں گا تو وضو کے لازم ہونے کا اندیشہ ہو جائے گا اس لئے کبھی کبھی چھوڑ دیتا ہوں۔ (ابوداؤد صفحہ ۷)

فَائِدَہ: اس واقعہ میں حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ ﷺ کے لئے پانی کی خدمت انجام دے رہے ہیں، حالانکہ آپ ﷺ نے ان سے نہیں فرمایا تھا۔ یہ ہے خلوص اور مخلصانہ خدمت۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ پاخانہ کے لئے نکلے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے گیا۔ اور آپ ﷺ آگے چلتے ہوئے) پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے، چنانچہ میں (تیزی سے چل کر) آپ ﷺ کے قریب ہوگیا (تاکہ کوئی خدمت کا موقع مل جائے اور آپ ﷺ کو معلوم ہو جائے چنانچہ آپ ﷺ کو معلوم ہوگیا تو) آپ ﷺ نے فرمایا: ڈھیلے لاؤ استنجاء کروں گا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۷)

بلال بن حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں نکلے آپ ﷺ بیت الخلاء کے لئے تشریف لے گئے، آپ ﷺ پاخانہ کے لئے جاتے تو ذرا دور جاتے، چنانچہ میں برتن میں پانی لے کر آپ ﷺ کے پاس گیا (تاکہ استنجاء پاک کرلیں اور وضو فرمالیں)۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۰۸)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بلال بن حارثہ نے پانی پیش کرنے کی خدمت انجام دی۔ حضرات صحابہ کی یہ جاں نثاری تھی کہ ہر وقت ہر موقعہ خدمت کی تلاش میں رہتے۔ اسی خدمت اور محبت نے تو ان کے مرتبہ کو بلند کیا۔

حضرت مغیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا، میں (آپ کے مقدس پیر کی جانب) جھکا کہ آپ کے موزے کو آپ کے پیر سے نکال لوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا چھوڑ دو، میں نے اسے پاکی کی حالت میں پہنا ہے۔ (بخاری صفحہ ۳۳)

فَائِدَہ: دیکھئے اس حدیث پاک میں حضرت مغیرہ بغیر آپ ﷺ کے حکم فرمائے ہوئے موزہ کھولنے کے لئے جھکے، اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کے پیر میں چپل جوتا پہنانا، موزے اتارنا و پہنانا ایک مشروع خدمت ہے۔ حافظ بن حجر نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ اس میں عالم (استاذ) کی خدمت اور یہ کہ شاگرد بغیر ان کے حکم دیئے جس چیز کی عادت ہو خدمت انجام دے ثابت ہو رہا ہے۔ (فتح الباری جلد ا صفحہ ۳۰۹)

اسی طرح علامہ عینی نے بھی شرح بخاری عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔ بلا کہے اور انتظار کے امور خدمت انجام دے۔ (جلد ۳ صفحہ ۱۰۳)

طالب علم کے لئے استاذ کی خدمت

حافظ نے بیان کیا ہے کہ طالب علم کے لئے استاذ کی خدمت شرف کی بات ہے۔ (فتح جلد ا صفحہ ۲۵۳)

فَائِدَہ: افسوس کہ اس دور میں ذلت اور سبکی محسوس کرتے ہیں اور عزوشرف کے خلاف سمجھتے ہیں۔

کس جانب ٹیک لگا کر پاخانہ کرے

حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا (تعلیم کی ہے) کہ ہم پاخانہ کرتے وقت بائیں رخ پر ٹیک لگائیں اور دائیں رخ پر (ذرا) کھڑے رہیں۔

(سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۹۶، مجمع الزوائد صفحہ ۲۱۱، اتحاف جلد ۲ صفحہ ۳۳۸)

فائدہ: پاخانہ کرنے کا یہ طریقہ طبعاً بہت مفید ہے۔ اس طرح معدہ اور امعاء سے پاخانہ سہولت کے ساتھ خارج ہوتا ہے، ہلکا سا بائیں رخ اختیار کرے۔ یہ صورت دافع قبض ہے۔ شرح احیاء میں اس طرح بائیں رخ ٹیک لگانا پاخانہ کے آداب میں شمار کیا ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۳۸)

پاخانہ کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ

معلوم ہوا کہ پاخانہ کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ذرا بائیں رخ کی جانب بیٹھے۔

پاخانہ پیشاب میں بائیں ہاتھ کو استعمال کرے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب پاخانہ جائے تو دایاں ہاتھ استعمال نہ کرے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۸، بخاری صفحہ ۲۷)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو عضو کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے پاکی حاصل کرے۔ (بخاری صفحہ ۲۷)

فائدہ: پاخانہ و پیشاب کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کرے۔ دایاں کا استعمال ناجائز اور شرافت کے خلاف ہے طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے صاف کرے۔ انہیں جیسے کاموں کے لئے بایاں ہاتھ موزوں ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔ آپ کا دایاں ہاتھ کھانے وغیرہ کے لئے اور بایاں ہاتھ شرافت کے خلاف مثلاً نجاست کے ازالہ وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۵)

حافظ نے یہ ضابطہ شرعیہ لکھا ہے کہ ہر تکریم و تزئین کام کی ابتداء دائیں سے اور جو اس کے خلاف ہو بائیں سے ہوگی۔ (فتح الباری جلد ا صفحہ ۲۷۰)

راستہ میں پاخانہ کرنا لعنت کا باعث ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعنت کے امور سے بچو۔ پوچھا گیا لعنت کے امور کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے راستہ میں پاخانہ کرنا یا سایہ کی جگہ میں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین لعنت کے امور سے بچو۔

❶ پانی کے مقام پر پاخانہ کرنے سے۔

❷ راستہ میں پاخانہ کرنے سے۔

❸ سایہ میں پاخانہ کرنے سے۔ (ابوداؤد صفحہ ۵، ابن ماجہ صفحہ ۳۲۸)

نہر کے کنارے یا سایہ درخت کے نیچے پاخانہ پیشاب کرنا ممنوع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل دار درخت کے سایہ میں اور نہر کے کنارے پاخانہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۵۳، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

نہر کے کنارے پاخانہ کرنا لعنت ہی لعنت کا باعث ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نہر کے کنارے پاخانہ کیا جو وضو اور پینے (وغیرہ) کا مقام ہے تو اس پر خدا فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

فائدہ: جن مقامات پر آدمی کا گزرنا آمدورفت کرنا اور ضرورت سے اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے وہاں پاخانہ پیشاب کرنا سخت اذیت و تکلیف کا باعث ہوتا ہے اور زبان و دل سے برے کلمات نکلتے ہیں۔ عموماً عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ بچوں کو راستہ اور گزرگاہ پر پاخانہ کرنے بٹھا دیتی ہیں۔ یہ جائز نہیں باعث لعنت ہے۔ گھر کے ذمہ دار سہولت کی وجہ سے اس میں تساہل برتتے ہیں۔ آپ ہی بتایئے جب لعنت کا کام کریں گے تو کیسے وہ راحت اور آرام سے زندگی گزار سکیں گے۔ لعنت کے کام سے برکت اور راحت کی زندگی میسر نہیں ہو سکتی۔

غسل خانہ میں پیشاب کرنا منع ہے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے۔ کہ اس سے عموماً وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶، مشکوٰۃ، نسائی صفحہ ۲۱۵، ابوداؤد صفحہ ۵)

فائدہ: وسوسہ کے آنے کی جو بیماری ہوتی ہے۔ ذہن میں ایسے واہی خیالات اور خطرات آتے ہیں جس کا ذکر کرنا انسان مناسب نہیں سمجھتا۔ عموماً غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے ہوتا ہے۔

وسوسہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے غسل کرنے والے کو یہ وسوسہ ہوتا ہے شائد پیشاب باقی ہو پاکی حاصل نہ ہو، اور اگر غسل خانہ پختہ اینٹ پتھر سے بنا ہو، پیشاب فوراً نالی سے نکل جاتا ہو تو بعض علماء نے ایسے غسل خانوں میں پیشاب کرنے کی اجازت دی ہے۔ امیر المؤمنین عبداللہ بن مبارک نے پانی بالکل بہ جانے کی صورت میں اجازت دی ہے۔ بہتر ہے کہ احتیاط کرے تا کہ حدیث پاک کے اطلاق پر عمل رہے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۳۳۹)

ہوا کے رخ میں پیشاب کرنا منع ہے

حضرمی بن عامر کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامنے ہوا کے رخ پر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے

تا کہ پیشاب الٹ کر نہ آئے۔ (کنز العمال صفحہ ۳۴۶)

فائدہ: ہوا کے مخالف رخ پر پیشاب کرنے سے پیشاب یا اس کی چھینٹیں الٹ کر آئیں گی جس سے بدن اور کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔ عموماً میدان اور صحرا میں ایسا اندیشہ ہوتا ہے۔ گھر کے بنے پیشاب خانوں میں یہ احتمال نہیں رہتا۔ ہوا تیز چل رہی ہو اور میدان و جنگل میں پیشاب کر رہا ہو تو اس وقت اس کا خیال رکھ کر پیشاب کرے۔

پاخانہ پیشاب کے لئے ستر کب کھولے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ کا ارادہ فرماتے تو اس وقت تک کپڑا نہ اٹھاتے جب تک کہ زمین سے قریب نہ ہو جاتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۹۶، مشکوٰۃ صفحہ:۴۲، ابوداؤد صفحہ ۳، ترمذی)

فائدہ: بالکل ضرورت کے وقت ستر کھولتے۔ پہلے سے کھڑے ہونے ہی کی حالت میں ستر نہ کھولتے کہ بلا ضرورت ستر کا کھلنا اور کھولنا معیوب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہونے ہی کی حالت میں ستر کھولنا گو بیت الخلاء میں ہو بہتر نہیں بلکہ جب بیٹھنے لگے اور زمین کے قریب ہونے لگے تب کھولے۔

حدیث پاک میں ہے کہ شیطان انسان کے پاخانہ و پیشاب کے مقام سے کھیلتا ہے۔

(ابوداؤد صفحہ ۵، مشکوٰۃ صفحہ ۴۳)

چنانچہ بعض خبیث الفطرت نوجوان ان اعضاء سے کھیل کی حرکت شنیعہ کرنے لگتے ہیں اور اس قبیح حرکت سے اپنی صحت خراب کرتے ہیں۔ یہ اسی شیطانی اثرات سے ہے۔ اسی وجہ سے ضرورت کے وقت ستر اور ضرورت ہی کی مقدار ستر کھولنا درست ہے۔ فقہی ضابطہ ہے "الضرورة تَتَقَدَّرُ بقدر الضرورة" لہٰذا پیشاب کے لئے پورے ستر کا کھولنا مناسب نہیں۔ بلکہ محض مقام پیشاب کا کھولنا کافی ہے۔ بعض لوگ پوری لنگی پورا پاجامہ کھول دیتے ہیں، یہ مناسب نہیں ضرورت سے زائد ستر کا کھولنا ممنوع ہے۔

پیشاب کے لئے پردہ کے اہتمام میں دور جانے کی ضرورت نہیں

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ کا ارادہ فرماتے تو دور جاتے۔ (مجمع صفحہ ۲۰۸)

فائدہ: معلوم ہوا کہ بیت الخلاء کے لئے دور جاتے، پیشاب کے لئے دور نہیں جاتے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن آپ کے پاس تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کا ارادہ کیا تو کسی دیوار کے نیچے تشریف لائے۔ (تا کہ پردہ ہو) اور پیشاب کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۴)

فائدہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے لئے آبادی سے دور نہیں گئے بلکہ کسی دیوار کے نشیب میں جہاں

سامنے کی طرف سے پردہ حاصل ہوگیا پیشاب فرمایا۔

عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں اور عمرو بن العاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ باہر تشریف لائے آپ کے پاس چمڑے کا ڈھال تھا۔ آپ نے اس سے پردہ حاصل کیا اور پیشاب کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۴)

فائدہ: باہر سے مراد گھر سے باہر تشریف لائے اور قریب ہی میں جہاں بے پردگی کا احتمال نہیں تھا، ڈھال سے پردہ حاصل کر کے پیشاب کیا۔

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ محض پیشاب کے لئے آپ آبادی سے دور ایک دو میل نہ جاتے بلکہ آبادی میں ہی پردہ کا خیال فرما کر کر لیتے۔ چنانچہ صحاح کی مشہور حدیث ہے آپ قوم کی کوڑی کے پاس تشریف لائے اور یہ کوڑی کا مقام مدینہ میں ہی تھا۔ (کمافی عمدہ القاری صفحہ ۱۳۴) اور پیشاب کیا۔

پاخانہ کے لئے اہتمام پردہ میں دور جانے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ اس میں پورا ستر دونوں جانب کھلتا ہے۔ بخلاف پیشاب کرنے کی صورت میں صرف بقدر ضرورت آگے کا کھلتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے سامنے دیوار یا ڈھال کا پردہ فرما کر پیشاب کرلیا۔ اسی لئے محدث ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں باب قائم کیا ہے۔ ''الرخصة في ترك التباعد عن الناس عند البول'' (صفحہ ۱۳)

جس سے یہ واضح کرنا ہے کہ پیشاب کے لئے آبادی سے دور جانے کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ عضو پیشاب کھولے اگر گھٹنہ وغیرہ کھولے تو پردہ کے اہتمام میں لوگوں کی نگاہ نہ پڑنے کی جگہ جانا ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیشاب کے لئے پورا ستر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کھولتے تھے۔ اور پیشاب کرنے کا یہی مسنون طریقہ ہے کہ بلاضرورت ستر کھولنا گو بے پردگی نہ ہو منع ہے۔

امام غزالی پیشاب پاخانہ کے آداب کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ قریب ہی میں تستر پردہ حاصل کرتے ہوئے پیشاب کرے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود یہ کہ بہت حیاء دار تھے قریب میں ہی (آبادی کے اندر) پیشاب فرما لیتے تھے۔ تاکہ لوگوں کے لئے یہ طریقہ اتباع کے قابل ہو جائے۔ شرح احیاء میں ہے کہ آپ مصاحب کی آڑ میں پیشاب کر لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت کا آڑ کیا اور پیشاب کیا۔

چنانچہ امام غزالی اس سے مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ومن الرخصة ان يبول الانسان قريبا من صاحبه سترا عنه'' لوگوں کے قریب پردہ حاصل کرتے ہوئے پیشاب کرنے کی اجازت ہے۔ (صفحہ ۳۴۱) نیز اس میں حرج کا لحاظ اور سہولت بھی پیش نظر ہے کہ پیشاب کی ضرورت پاخانہ سے زائد ہوتی

ہے۔ مزید ضعف مثانہ اور زیادتی عمر کی وجہ سے اس کی اکثر ضرورت پڑتی ہے۔ بسا اوقات اس کا روکنا مشکل ہو جاتا ہے لہٰذا دور جانے اور نظروں سے پوشیدہ ہونے میں حرج شدید تھا اس لئے شریعت نے سہولت کے پیش نظر قریبی آبادی میں پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے اجازت دی ہے۔

قبلہ کی طرف رخ یا پشت کر کے پاخانہ پیشاب کرنا ممنوع ہے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے قبلہ کی طرف رخ کر کے یا قبلہ کی طرف پشت کر کے پاخانہ پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۶، مسلم)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف رخ کر کے پاخانہ یا پیشاب کریں۔ (مسلم صفحہ ۱۳۰، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسا کہ (تربیت و تعلیم کے لئے) والد اپنی اولاد کے لئے۔ جب تم پاخانہ و پیشاب کرو تو قبلہ کی جانب نہ تو رخ کرو اور نہ اس کی جانب پشت کرو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷، دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۷۳)

حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اہل مکہ کی طرف میری جانب سے قاصد ہو، ان سے میرا سلام پہنچاتے ہوئے یہ حکم پہنچا دو کہ جب تم پاخانہ پیشاب کے لئے نکلو تو قبلہ کی جانب نہ رخ کرو اور نہ قبلہ کی جانب پشت کرو۔ (مسند دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۷۰)

فائدہ: ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ پاخانہ و پیشاب کے وقت یہ حکم کعبہ کی تعظیم کے پیش نظر ہے۔ احترام قبلہ کی رعایت ہر جگہ ہے۔ اور رخ میں چہرہ کا اعتبار نہیں بلکہ سینہ کا اعتبار ہے۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۲۸۳)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ پیشاب کے وقت رخ ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور پاخانہ کی صورت میں مکروہ تحریمی۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۷۴)

پاخانہ پیشاب کے لئے طاق عدد ڈھیلا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پاخانہ پیشاب کو جائے تو اسے چاہئے کہ تین ڈھیلے استعمال کرے اور اس سے پاکی حاصل کرے یہ اس کے لئے کافی ہے۔
(ابوداؤد صفحہ ۶، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے استنجاء کرے اسے چاہئے کہ طاق عدد میں ڈھیلے لے اگر ایسا کرے تو بہتر ہے اگر نہ کر سکے (یعنی نہ مل سکے) تو کوئی حرج نہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۳)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء تشریف لے جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں تین ڈھیلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لاؤں تو میں نے دو ہی ڈھیلے پائے اور تیسرے کو تلاش کیا تو نہیں پایا، تو میں نے خشک لید اٹھالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ڈھیلے تو لے لئے اور خشک لید کو پھینک دیا اور فرمایا یہ تو ناپاک ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۷)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن تین ڈھیلے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (طبرانی، کنز العمال صفحہ ۳۵۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب استنجاء کرو تو طاق عدد میں کرو، اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ آسمان سات ہیں، دن بھی سات ہیں اور طواف اور رمی جمرہ بھی (یہ سب طاق ہیں)۔ (حاکم ابن حبان، جمع جلد ا صفحہ ۲۱۶، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۵۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ پاخانہ پیشاب کے لئے ڈھیلے کا استعمال طاق عدد میں مسنون ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ طاق کا عدد مستحب ہے۔ اور اس کے خلاف مکروہ تنزیہی ہے۔

(مرقات جلد ا صفحہ ۲۸۴، جلد ا صفحہ ۲۸۷)

ڈھیلے اور پانی دونوں کا استعمال سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "فيه رجال يحبون" کی آیت (جس میں ان کی طہارت کی تعریف ہے) اہل قبا کی تعریف میں نازل ہوئی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ ڈھیلے کے بعد پانی کا استعمال کرتے ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۱۷، کشف الاستار، بزار جلد ا صفحہ ۱۳۱)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تم سے پہلے لوگ خشک پاخانہ کیا کرتے تھے، اور تم لوگ نرم جو بدن پر لگ جاتا ہے کرتے ہو، اس لئے ڈھیلے اور پانی دونوں کا استعمال کرو۔

(کنز العمال صفحہ ۵۲۱، اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۳۴۶، سنن کبریٰ صفحہ ۱۰۶)

فائدہ: پاخانہ اور پیشاب میں ڈھیلے اور پانی دونوں کا استعمال سنت ہے۔ علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں: تمام اکابرین اسلاف و اخلاف اور ہر دیار کے اہل فتویٰ اس امر کے قائل ہیں کہ ڈھیلے اور پانی دونوں کا جمع کرنا افضل ہے۔ کہ اولاً ڈھیلے کا استعمال پھر پانی کا استعمال کرے (عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، شرح احیاء میں ہے کہ) علامہ قسطلانی نے متاخرین و متقدمین اہل علم کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ ڈھیلے اور پانی کا جمع کرنا افضل ہے۔ پہلے پتھر پھر پانی کا استعمال کرے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۴۶)

ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ اکثر ڈھیلے اور پانی کو جمع فرماتے تھے۔

(مرقات صفحہ ۲۸۸)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کبھی ڈھیلے اور پانی سے اور کبھی ڈھیلے سے اور کبھی پانی سے استنجاء فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ڈھیلے اور پانی دونوں کا استعمال مسنون اور افضل ہے۔

پاخانہ و پیشاب میں پانی کا استعمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ یہ آیت اہل قباء کی شان میں نازل ہوئی ہے:

﴿فيه رجال يحبون ان يتطهروا﴾

وہ استنجاء پانی کے ساتھ کرتے تھے اسی بات پر آیت نازل ہوئی۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ جب آیت کریمہ:

﴿فيه رجال يحبون ان يتطهروا﴾

نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے عویم بن ساعدہ کو ان کی جانب بھیجا کہ وہ لوگ (اہل قباء) پاکی کا کون سا طریقہ اختیار کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی تعریف ہوئی ہے۔ تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ہم میں سے کوئی ایسا نہیں، نہ مرد نہ عورت جو بیت الخلاء سے نکلے اور پانی کا استعمال نہ کرے۔ یعنی پانی سے بیت الخلاء کی پاکی حاصل کرتے صرف ڈھیلے پر اکتفا نہ کرتے۔ (سنن کبریٰ: جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

حضرت ابن الیمان سے مروی ہے کہ آپ ﷺ پیشاب کے بعد پانی سے استنجاء فرماتے۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

حضرت عبادۃ نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ سے پیشاب کے متعلق معلوم کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم پیشاب پاخانہ کرو تو پانی سے دھوؤ۔ (مجھے گمان ہے کہ اسی کی بے احتیاطی سے عذاب قبر ہوتا ہے)۔

فائدہ: پاخانہ پیشاب کی صفائی کے لئے محض ڈھیلے کا استعمال بھی صحیح ہے۔ اس سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر قدر درہم یعنی روپیہ کے مثل سے زائد مقعد پر لگی ہو تو پانی سے دھونا واجب ہے۔

(شرح احیاء جلد ۳ صفحہ ۳۴۷)

پاخانہ کی صورت میں محض ڈھیلے کے استعمال سے کچھ نہ کچھ سہی باقی رہ جاتے ہیں اس لئے ڈھیلے کے بعد پاخانہ کی صورت میں پانی کا استعمال بہتر ہے۔ اور پیشاب میں کوئی بات نہیں کہ ڈھیلا۔ پانی کو بالکل خشک کر لیتا

ہے، محض ڈھیلے کے مقابلہ میں پانی بہتر ہے، اس سے صفائی مکمل طور پر حاصل ہوتی ہے، لہٰذا پانی سے دھونا افضل ہے۔ (عمدۃ القاری)

اور عورت کے لئے تو ہمیشہ پانی بہتر ہے۔

عورتوں کے لئے پاخانہ و پیشاب میں صرف پانی ہی مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بصرہ کی عورتیں آئیں، تو انہوں نے ان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ استنجاء پانی سے کیا کریں، اور اپنے شوہروں کو بھی حکم اس کا دیں اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح پانی سے (بھی) استنجاء فرماتے تھے۔

مجاہد نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ عورتوں کے لئے پانی سے دھونا سنت ہے۔ (یعنی آپ نے پانی ہی سے صفائی کا حکم دیا ہے)۔ (کشف الاستار بزار صفحہ ۱۳۰، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پانی سے استنجاء کرنا عورتوں کے لئے سنت ہے۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ پانی سے (محض) استنجاء کرنا کیسا ہے؟ فرمایا: یہ عورتوں کی طہارت ہے۔ (یعنی مردوں کو چاہئے کہ پانی کے ساتھ ڈھیلے بھی استعمال کریں)۔

(اتحاف السادہ صفحہ ۳۴۶)

عورتوں کے لئے پانی سے استنجاء بہتر ہے ڈھیلے سے نہیں۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ عورتوں کے حق میں ڈھیلے سے استنجاء مشکل ہے۔ (عمدہ القاری جلد ۲ صفحہ ۲۹۰)

اسی طرح علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ خنثیٰ مشکل کے لئے پانی ہی سے طہارت متعین ہے۔

(قسطلانی جلد ۱ صفحہ ۲۳۹)

شارح احیاء نے بھی بعض صورتوں میں عورتوں کے لئے صرف پانی ہی کے استعمال کی اجازت دی ہے ڈھیلے سے منع کیا ہے گو فقہاء کرام نے عورتوں کے لئے ڈھیلے کے استعمال کا ذکر کیا ہے، مگر پانی ہی کا استعمال بہتر اور اسہل ہے۔

حضرات علماء کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے یہ استنباط کیا ہے کہ اجنبی مردوں کو حکم یا کوئی مسئلہ بتائے تو عورتوں کو واسطہ بنا کر ان سے کہلوائے، اسی طرح مرد جب اجنبی عورتوں کو کوئی فقہی مسئلہ سے واقف کرائے تو ان کے مردوں سے کہلوائیں کہ وہ عورتوں سے یہ بتا دیں، اس میں عفت اور پردہ کا لحاظ ہے، بلا واسطہ اس قسم کا خطاب حیاء و شرف کے خلاف ہے۔

استنجاء کردہ ڈھیلے سے دوبارہ استنجاء منع ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استنجاء، تین پتھروں سے ہے اور مٹی سے اگر پتھر نہ پاسکے، اور یہ استنجاء کردہ کسی چیز سے دوبارہ استنجاء نہ کیا جائے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۱۲)

طلحہ بن معرف نے حضرت مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جس کسی چیز سے استنجاء کیا جائے اس سے دوبارہ استنجاء نہ کیا جائے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۱۱)

پیشاب کے بعد پانی کا چھینٹا مارنا

حکم ابن سفیان سے منقول ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرتے تو وضو فرماتے اور (پاجامہ کی رومالی پر) چھینٹیں مارتے۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے پاس حضرت جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا: اے محمد آپ جب وضو کریں تو چھینٹے مار لیا کریں۔ (مشکوٰۃ، ترمذی صفحہ ۱۷، ابن ماجہ صفحہ ۳۶)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ شروع وحی میں حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے، وضو اور نماز کی تعلیم دی اور وضو سے فارغ ہونے پر پانی چلو میں لے کر شرمگاہ کی جگہ چھینٹا مارا۔ (دارقطنی، مشکوٰۃ صفحہ، ابن ماجہ صفحہ ۳۶)

فائدہ: حدیث پاک میں (نضح) کا لفظ ہے، اس کے معنی پانی سے استنجاء کرنا بھی ہے اور ایک معنی پاجامہ کے رومالی پر پانی کا چھینٹا مارنا بھی ہے۔ اس کا مقصد وضو کے بعد پیشاب کے قطرہ کے وہم اور وسوسوں کو دور کرنا ہے۔ کہ اگر شیطان یہ وسوسہ ڈالے کہ پیشاب کا قطرہ نکل گیا ہے۔ تو اس کا ازالہ کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ نہیں پانی کا چھینٹا ہے جو مارا گیا ہے۔ تاکہ اس وسوسہ سے اس کا ذہن منتشر نہ ہو۔ (مرقات جلد ا صفحہ ۲۹۵)

لیکن خیال رہے کہ یہ وسوسہ اور وہم کی حد تک ہے۔ اگر واقعی اس کا مثانہ ضعیف ہے۔ قطرہ ٹپکنے کا تجربہ بھی ہے۔ تو ایسی صورت میں نضح پانی کے چھینٹوں سے فائدہ نہ ہوگا بلکہ دھو کر دوبارہ وضو کرنا ہوگا کہ حقیقۃً قطرہ ٹپک جانا ناقص وضوء ہے۔

ملا علی قاری نے بیان کیا کہ نضح وسوسہ کو دور کرنے کے لئے ان کے حق میں ہے جو محض ڈھیلے پر اکتفا کرتے ہوں۔ (مرقات صفحہ ۹۲۷)

پاخانہ جانے سے پہلے انگوٹھی اتار لیتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ جانے سے قبل انگوٹھی اتار لیتے تھے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۹۵، ابوداؤد صفحہ ۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی پہنی جس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش تھا، جب بیت الخلاء داخل ہوتے تو اسے اتار دیتے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۹۵)

فائدہ: جسم پر کوئی ایسی چیز ہو جو کھلی ہو اور اس میں آیت یا اللہ کا نام وغیرہ ہو تو اسے پاخانے جانے سے پہلے اتار دینا لازم ہے۔ تاکہ ذکر اور اسماء الٰہیہ کی بے ادبی اور توہین نہ ہو اسی وجہ سے محدثین نے باب قائم کیا ہے ''**الخاتم فیه ذکر اللّٰه**'' جیسا کہ ابوداؤد میں ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ انگوٹھی جس میں خدائے پاک کا ذکر ہو اسے اتار کر جائے۔

اسی طرح جیب میں کوئی قرآن پاک یا پنج سورہ یا دعا کی کتاب ہو تو اسے بیت الخلاء میں لے کر جانا منع ہے۔ (المرقات صفحہ ۲۸۸)

البتہ تعویذ جو سلے ہوں، جس کے اندر اسماء الٰہیہ یا آیات قرآنیہ یا دعائیہ کلمات ہوں تو اس کا لے کر جانا درست ہے، چنانچہ اسی وجہ سے حائضہ عورت کو محفوظ بند تعویذ کا پہننا جائز ہے سنن دارمی میں حضرت عطاء سے مروی ہے کہ محفوظ بند تعویذ حائضہ پہن سکتی ہے اور اگر کھلے ہوں، کسی کاغذ یا چمڑے میں لکھے ہوں تو ممنوع۔

(دارمی جلد ا صفحہ ۲۶۵)

انگوٹھی میں چونکہ حرف کھلے نظر آتے ہیں اس لئے منع ہے۔ چنانچہ مجاہد مشہور جلیل القدر تابعی سے منقول ہے کہ ایسی انگوٹھی جس میں خدائے پاک کے نام لکھے یا کھدے ہو پاخانہ میں لے جانا مکروہ ہے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱۲)

عذر یا مرض کی وجہ سے رات میں کسی برتن میں پیشاب کرنا

حکیمہ بنت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں آپ رات میں پیشاب فرماتے تھے۔ (ابوداؤد، نسائی صفحہ ۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (مرض الموت کے موقعہ پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سینہ کی جانب ٹیک لگائے تھے۔ آپ نے برتن منگوایا اس میں پیشاب کیا۔ پھر آپ جھک گئے اور وفات ہوگئی۔

(ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۳۷، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۹۹)

مطلب یہ ہے کہ کسی وجہ سے رات میں پیشاب کے لئے باہر جانے میں تکلیف یا پریشانی ہو تو عذر کی وجہ سے کسی برتن میں پیشاب کا رہنا کوئی خلاف شرع قباحت کی بات نہیں۔ رات میں جو برتن میں پیشاب کرنے کا ذکر ہے، عذر کی وجہ سے تھا، ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے رات میں پیشاب کرنے کے لئے باہر میدان وغیرہ میں جانا اذیت کا باعث ہوتا ہے۔

عربوں میں اس عہد میں پیشاب یا پاخانے گھروں میں نہیں ہوا کرتے تھے۔ اسی طرح مرض و بیماری کی وجہ سے برتن میں پیشاب کرنا درست ہے۔

پیشاب کا گھر میں پڑا رہنا بہت برا ہے

حضرت عبداللہ بن یزید سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی برتن میں پیشاب مت رکھو کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں پیشاب رکھا ہوتا ہے۔

(مجمع جلد ۱ صفحہ ۲۰۹، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۰، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۴۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پیشاب برتن میں پڑا رہے اور اس کی بو آ رہی ہے تو یہ اچھی بات نہیں، ایسی صورت میں فرشتہ رحمت گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ اسی طرح نجاست اور غلیظ بدبودار چیزیں پڑیں ہوں اور اس کی صفائی میں تاخیر ہو تو بری بات ہے۔ ہاں جلدی اور وقت پر صاف کر دیا تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ممنوع ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶، عمدۃ القاری صفحہ ۱۳۵)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کر رہا تھا آپ ﷺ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب مت کیا کرو، چنانچہ اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶)

آپ ﷺ بیٹھ کر پیشاب کرتے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب سے میں اسلام لایا ہوں میں نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

(عمدہ صفحہ ۱۳۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جو تم سے یہ کہے کہ رسول پاک ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے اس کی مت تصدیق کرو، میں خود دیکھتی کہ آپ ﷺ گھر بیٹھ کر پیشاب فرماتے۔

(ترمذی صفحہ ۹، ابن ماجہ صفحہ ۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے آپ ﷺ پر قرآن کا نزول ہوا ہے (یعنی نبی بنائے گئے) تب سے کسی نے بھی آپ ﷺ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (ہاں صرف ایک مرتبہ عذر کی وجہ سے)۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۰۲)

عبدالرحمٰن بن حسنہ کہتے ہیں کہ میں اور عمرو بن العاص بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ گزرے اور آپ ﷺ

کے ہاتھ میں چمڑے کا ڈھال تھا۔ آپ ﷺ بیٹھ گئے اور پیشاب کیا۔ (سنن کبریٰ، بیہقی صفحہ۱۰۲، نسائی)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ بیٹھ کر پیشاب کرنا سنت ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا کافروں اور فساق فجار کی عادت ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اس کی چھینٹیں بدن پر پڑتی ہیں۔ جو عذاب قبر کا باعث ہے۔ ہاں البتہ عذر کی وجہ سے مثلاً کمر میں درد ہو یا بیٹھ کر پیشاب کرنے کی صورت میں تلویث کا اندیشہ ہو تو مجبوراً کھڑے ہو کر کرنے کی گنجائش ہے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے۔

(ابوداؤد صفحہ۴۰، بخاری صفحہ......)

ملا علی قاری نے مرقات میں صفحہ۲۹۶۔ علامہ عینی نے عمدہ القاری صفحہ۱۳۶۔ میں لکھا ہے کہ عذر اور مرض کی وجہ سے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

عورتیں پاخانہ کے لئے جنگل جائیں تو رات کو نکلیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لحیم شحیم جسم والی تھیں، جب پاخانہ کرنے کے لئے رات کو نکلتیں تو عورتوں میں پہچان لی جاتیں۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد۱ صفحہ۳۲)

چنانچہ بخاری شریف میں حدیث افک کے ذیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ ذکر منقول ہے **"وکنا لا نخرج الا لیلا"**

اسی طرح حضرت عائشہ فرماتی ہیں: **"ان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن یخرجن باللیل اذا تبرزن الی المناصع"** (بخاری صفحہ۲۶)

فَائِدَہ: بعض چھوٹے گاؤں اور دیہاتوں میں پاخانے گھروں میں نہیں ہوتے۔ مرد اور عورتیں پاخانہ کرنے جنگل میں جایا کرتے ہیں، ایسی صورتوں میں چونکہ ان پر مردوں کے مقابلہ میں زائد پردہ ہے اس لئے وہ رات کو جنگل جایا کریں تاکہ رات کی تاریکی میں وہ اطمینان اور عفت کے ساتھ قضاء حاجت کر سکیں۔

ویسے بہتر یہ ہے کہ کم از کم عورتوں کے لئے پاخانہ کا انتظام رہے۔ چونکہ فتنہ اور بے حیائی کا دور ہے، مزید یہ کہ عورتیں جائیں تو اکیلی اور تنہا نہ جائیں کسی عورت یا کم از کم بچے کے ساتھ جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے زمانے میں ازواج مطہرات جنگل کسی عورت کے ساتھ جایا کرتی تھیں جیسا کہ بخاری میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ام مسطح قضاء حاجت کے لئے جایا کرتی تھیں۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۲۹۷)

علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ گھروں میں پاخانہ بن جانے کے بعد ان کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ (عمدۃ القاری جلد۲ صفحہ۲۸۴)

پیشاب کی بے احتیاطی سے قبر کا عذاب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ان دو کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور ان دونوں کو عذاب کسی بڑی بات پر نہیں ہو رہا ہے۔ ایک کو تو اس وجہ سے کہ وہ پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا دوسرے کو اس وجہ سے کہ وہ چغل خوری کرتا تھا۔

(صحاح ستہ، صحیح بخاری، صفحہ ۳۵، مسلم جلد ا صفحہ ۱۴۱، نسائی صفحہ ۱۲، ابوداؤد صفحہ ۴)

فائدہ: بکثرت صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ پیشاب کی بے احتیاطی سے قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ اور عذاب قبر کے اسباب میں پیشاب اور اس کے قطروں کے بے احتیاطی کو بہت دخل ہے۔

زیادہ تر عذاب قبر پیشاب کی بے احتیاطی سے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اکثر عذاب قبر پیشاب کی بے احتیاطی سے ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۹، کنز صفحہ ۳۴۴ تا ۳۴۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے، پس پیشاب سے احتیاط کرو۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۱۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی پیشاب سے احتیاط فرماتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کی تاکید فرماتے، حضرت معاذ نے فرمایا کہ عام طور پر قبر کا عذاب پیشاب کی بے احتیاطی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۱۴)

حضرت میمونہ بنت سعد کی روایت ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم عذاب قبر میں گرفتار ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پیشاب کی وجہ سے۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۱۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ پیشاب سے بچو اکثر عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔

(کنز العمال صفحہ ۳۴۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کی چھینٹوں سے بہت احتیاط فرماتے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ بیٹھے پیشاب کر رہے ہیں اور دونوں رانوں کو خوب کشادہ کئے ہوئے ہیں تا کہ اس کی چھینٹیں ران و پیر میں نہ لگ جائیں۔

(مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۱۴)

قبر میں سب سے پہلا حساب پیشاب کا ہوگا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے احتیاط کرو کہ سب

سے پہلے محاسبہ قبر میں اسی کے بارے میں ہوگا۔ (مجمع جلد ۱ صفحہ ۲۱۴، کنز العمال صفحہ ۳۴۴)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ طہارت کے امور میں پہلے پیشاب کا، عبادات میں نماز کا، اور حق العباد میں قتل کا پہلے حساب ہوگا۔

بنی اسرائیل کو پیشاب لگ جانے پر کاٹنے کا حکم

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ بنی اسرائیل کو (کپڑے وغیرہ میں) پیشاب لگ جاتا تو دھونے کے بجائے) قینچی سے کاٹنے کا حکم تھا۔ (بخاری، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۴۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ کی روایت ہے کہ بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ جب ان کو پیشاب لگ جائے تو قینچی سے کاٹ کر الگ کر دیں۔ ان کے ایک صاحب نے اس پر عمل نہیں کیا تو ان کو قبر میں عذاب دیا گیا۔

(ابوداؤد، نسائی صفحہ ۱۲، ابن ماجہ)

فَائِدَہ: اللہ اللہ بنی اسرائیل پر کس قدر سخت حکم تھا کہ اگر پیشاب کپڑے پر لگ جائے تو دھونے کے بجائے کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ علامہ انور شاہ کشمیری نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ بعض صحیح روایت میں ہے کہ جسم پر لگ جانے کی صورت میں کھال کے کاٹنے کا حکم تھا، مزید یہ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کو پیشاب سے بے احتیاطی پر قبر میں کھال کے کاٹنے کا عذاب دیا گیا۔ (فیض الباری جلد ۱ صفحہ ۳۱۹)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ پیشاب سے بے احتیاطی بہت بڑی ہلاکت اور سخت ترین سزا کا باعث ہے۔ حضرات صحابہ کرام پیشاب کی بے احتیاطی سے بچنے کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ اس بات کا خصوصی اہتمام رکھتے کہ جسم یا کپڑے پر اس کی باریک چھینٹیں بھی نہ پڑیں بعض صحابہ تو اس مسئلہ میں بہت سخت تھے۔ چنانچہ امام بخاری نے بیان کیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری پیشاب کے مسئلے میں بہت سخت تھے پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کے لئے وہ شیشی میں پیشاب کیا کرتے تھے۔ (فیض الباری صفحہ ۳۱۸)

آج کل اس دور میں پیشاب سے بڑی بے احتیاطی ہے، مثلاً:

1. اطمینان سے استنجاء نہیں کرتے، پیشاب ختم ہوتے ہی اٹھ جاتے ہیں حالانکہ اطمینان کرنے کے بعد اٹھنا چاہئے کہ اب قطرہ نہیں ٹپکے گا۔
2. بہت کم پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ بعض مسجدوں کے پیشاب خانوں میں پانی کا برتن یا ڈبہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ وہ استنجاء کے لئے ناکافی ہوتا ہے۔ اور لوگ اسی تھوڑے پانی پر اکتفا کر کے اٹھ جاتے ہیں۔
3. بسا اوقات پیشاب کی نالیوں میں قطرہ رہتا ہے، اٹھنے، چلنے، ہلنے، سے وہ قطرہ ٹپکتا ہے لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور پیشاب کا قطرہ پاجامہ لنگی میں ٹپک جاتا ہے۔

❹ ضعف مثانہ کی عام شکایت ہے، پیشاب کی نالیوں میں یا رگوں میں امساک کی طاقت کم ہونے کی وجہ سے پیشاب کچھ وقفہ کے بعد ٹپکتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پیشاب کے بعد ذرا دیر ٹپکنے کا انتظار کر لیا جائے یا کوئی ایسی حالت وحرکت اختیار کی جائے مثلاً تھوڑا ٹہل لیا جائے، یا کھنکھار لیا جائے یا اٹھ کر پھر بیٹھ لیا جائے جس طرح بھی ہو اطمینان کر لیا جائے۔

❺ عموماً عورتیں بچوں کے پیشاب میں بے احتیاطی کرتی ہیں کپڑے اور بستر کو سکھا دیتی ہیں دھوتی نہیں۔ بسا اوقات پیشاب کی صورت میں کپڑے بدل دیتی ہیں بدن نہیں دھوتیں۔

❻ پیشاب کے مقام کو بسا اوقات یونہی چھوڑ دیتی ہیں، دھوتی نہیں یہ سب بے احتیاطی میں داخل ہے۔

❼ جس کو ضعف مثانہ کی شکایت ہو وہ جس کپڑے میں پیشاب پاخانہ کرے اور رات میں پہن کر سوئے اسی کپڑے میں نماز نہ پڑھے۔

❽ پیشاب کرنے کی جگہ ذرا اونچی ہوتا کہ پیشاب نشیب میں ہو اس کی چھینٹیں نہ پڑیں خیال رہے کہ جس طرح پیشاب کو عذاب قبر میں دخل ہے اسی طرح سورہ ملک کا رات میں سوتے وقت پڑھنا عذاب قبر کو دور کرنے میں دخل ہے اس لئے سورہ ملک کا اہتمام رکھیں تا کہ عذاب قبر سے محفوظ رہ سکیں۔

پاخانہ سے فراغت پر ہاتھ زمین سے رگڑ کر صاف فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ تشریف لے جاتے تو میں برتن میں پانی لاتا جس سے آپ پاکی فرماتے، پھر آپ اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر دھوتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۷)

حضرت ابراہیم بن جریر نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ بیت الخلاء تشریف لے گئے اور قضاء حاجت فرمائی، پھر آواز دی اے جریر! لاؤ پانی۔ میں پانی لے کر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے صفائی حاصل کی، پھر زمین پر ہاتھ رگڑ کر دھویا۔ (نسائی صفحہ ۱۹، ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۴۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو پانی لا کر دیا۔ آپ جھاڑی میں تشریف لے گئے، میں نے پانی دیا، آپ نے استنجاء کیا۔ پھر مٹی سے ہاتھ ملا اور پانی سے دھویا۔ (دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۷۳)

فائدہ: پاخانہ کی بو زائل کرنے کے لئے مٹی ہی بہتر ہے۔ صابن یا۔ پاؤڈر سے کچھ نہ کچھ بو کا اثر باقی رہ سکتا ہے۔ اس کے لئے مٹی قدرتی شیء ہے۔ اس لئے مٹی سے ہاتھ رگڑ کر دھونا مسنون ہے۔ اور جہاں مٹی کی سہولت نہ ہو جیسے بڑے شہروں میں، بالکل پختہ مکان میں تو پھر صابن پاؤڈر سے بھی کام چل سکتا ہے۔ ابن قیم نے زادالمعاد میں مٹی سے رگڑنے کی عادت طیبہ نقل کی ہے۔ ملا علی قاری نے مٹی سے ہاتھ رگڑ کر دھونے کو سنت قرار دیا ہے۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۲۹۵)

پاخانہ کے بعد طہارت حاصل کرنے کا مسنون طریقہ

حضرت جریر، ابن مسعود اور دیگر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاً آپ پاخانہ میں مٹی کے ڈھیلوں کو استعمال فرماتے، پھر اس کے بعد پانی سے مزید صفائی حاصل فرماتے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ فراغت کے بعد آپ نے حضرت جریر سے پانی منگوایا اور پاکی حاصل کی۔ لہٰذا طہارت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولاً ڈھیلے کا استعمال پھر پانی کا استعمال۔ اور محض پانی پر اکتفا بھی ثابت ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ افضل طریقہ یہ ہے کہ اولاً ڈھیلے کا استعمال کرے پھر پانی سے صفائی کرے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۹۰)

پاخانہ پیشاب کرتے وقت دونوں پیروں کو کشادہ رکھتے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں کی کوڑی پر تشریف لائے اور دونوں پیروں کو کشادہ اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۳۶)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں نے مجھ سے روایت کی ہے کہ آپ پیشاب فرماتے، دونوں رانوں کو خوب کشادہ فرماتے۔ (کنز العمال صفحہ ۵۱۳)

فائدہ: خیال رہے کہ بیٹھنے کا یہ مسنون طریقہ اخراج کے عمل کو آسان اور سہل کرتا ہے۔ اسی طرح پاخانہ ہونے میں سہولت ہوتی ہے اور نجاست کی چھینٹوں سے بدن کی حفاظت ہوتی ہے۔

کھڑے ہو کر پیشاب آپ نے کسی عذر کی وجہ سے کیا ہوگا کہ آپ نے اس سے خود منع فرمایا ہے۔

راستہ میں تکلیف دہ امور کا ہونا باعث لعنت

حضرت حذیفہ ابن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے راستہ میں کسی تکلیف دہ معاملہ سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی ان پر خدا کی لعنت واجب ہے۔ (مجمع صفحہ ۲۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بھی مسلمانوں کے گزرگاہ میں کوئی تکلیف دہ معاملہ کیا۔ (کہ گزرنے والوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہو) اس پر خدا، رسول اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ (مجمع صفحہ ۲۰۹)

فائدہ: خیال رہے راستہ عام لوگوں کی گزرگاہ ہے۔ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے۔ کوئی ایسا کام کرنا جس سے عام لوگوں کا حق مارا جاتا ہو، خاص اپنا استعمال ہوتا ہو، یا ایسا کام ہو جس سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہو جائز نہیں ہے۔

اب اگر راستہ میں جب کہ محلوں کی گلیوں میں عورتیں بچوں کو پاخانہ کروا دیتی ہیں گزرنے والوں کے لئے

سخت تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ اسی طرح راستہ پر کوئی ایسی چیز مثلاً سواری وغیرہ کا کھڑی کر دینا جس سے راستہ تنگ ہو کر گزرنے والے کو تکلیف ہو جائز نہیں، اسی وجہ سے آپ نے راستہ میں پڑاؤ ڈالنے سے منع کیا ہے۔ فتح الملہم شرح مسلم میں ہے کہ راستے پر موٹر گاڑی کا کھڑا کر دینا کہ راستہ تنگ ہو جائے ناجائز ہے۔ (جلد۳ صفحہ۴۷)

بعض لوگ بجائے گیرج بنانے کے راستہ پر ہی گاڑی اسکوٹر وغیرہ کھڑی کر دیتے ہیں یہ گناہ اور ناجائز ہے۔ ایسے امور سے بچنا چاہئے۔ راستہ سب کا ہے کسی ایک کا خاص نہیں۔

سو کر اٹھنے کے بعد ہاتھ دھو کر پانی میں ڈالے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ برتن یا وضو کے پانی میں ہرگز نہ ڈالے، اسے کیا معلوم کہ اس کا ہاتھ رات میں کہاں رہا۔

(صحاح ستہ، ابن خزیمہ جلد، صفحہ۵۲، ابوداؤد صفحہ۱۴)

سالم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو تاوقتیکہ اپنے ہاتھ کو دھو نہ دے پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے۔ (ابن ماجہ صفحہ۳۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو اور وضو کرنا چاہے تو اپنے ہاتھ کو وضو کے پانی میں نہ ڈالے یہاں تک کہ دھو نہ ڈالے۔ اسے کیا معلوم ہاتھ اس کا کہاں رہا اور کہاں رکھا۔ (ابن ماجہ صفحہ۳۲)

حضرت حارث کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی منگوایا، برتن میں ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھویا، پھر کہا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ سو کر اٹھنے کے بعد خاص کر کے رات کو سونے کے بعد اولاً اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دھوئے، پھر برتن میں ہاتھ ڈالے تاکہ ہاتھ میں کوئی چیز لگی ہو تو اس کا اثر پانی میں آکر پانی خراب نہ ہو۔ اسی لئے اٹھنے کے بعد اولاً دونوں ہاتھوں کا دھونا مسنون ہے۔

خیال رہے کہ اس زمانہ میں مگ ڈونگا، جگ کا استعمال رائج نہیں تھا۔ ایک یا دونوں ہاتھ پانی میں ڈال کر پانی استعمال کرتے تھے۔ اور نہ ٹونٹی دار لوٹا تھا، اور نہ نلوں کا سسٹم تھا، اس لئے تاکید کی تھی کہ پانی میں ہاتھ نہ ڈالیں۔ اب اگر جگ لوٹے اور نلوں سے وضو و غسل کرنا ہو تو اس کی تاکید نہ ہوگی تاہم سنت اور مستحب رہے گا۔

حافظ نے فتح الباری میں تمام علماء کے نزدیک اسے مستحب قرار دیا ہے۔ سعایہ میں نووی کے حوالے سے ہے کہ جب بھی ہاتھ کے بارے میں شک ہو دھونا مستحب ہوگا۔ (السعایہ جلد۱ صفحہ۱۰۲)

علامہ عینی نے عام علماء کے نزدیک اسے مستحب قرار دیا ہے۔ (عمدہ جلد۳ صفحہ۱۸)

قضاء حاجت فرماتے تو سر ڈھانک لیتے جوتا پہن لیتے

حبیب ابن صالح سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو چپل پہن لیتے، سر ڈھانک لیتے۔ (ابن سعد، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۱، سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۹۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو سر ڈھانک لیتے۔ اسی طرح جب بیوی کے پاس آتے تو سر ڈھانک لیتے۔ (بیہقی فی السنن جلد ۱ صفحہ ۹۶)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو پیر میں جوتا پہن لیتے سر ڈھانک لیتے۔ (اور آنے کے بعد) وضو فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۶۲)

فائدہ: آپ ﷺ ننگے سر بیت الخلاء یا جنگل و میدان پاخانے کے لئے تشریف نہ لے جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ننگے سر بیت الخلاء جانا خلاف سنت ہے۔ بیت الخلاء کے آداب میں ہے کہ ٹوپی یا سر پر کوئی کپڑا رومال وغیرہ ڈال لے۔

شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے اسے منجملہ آداب میں ذکر کیا ہے۔

بعض لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور کھلے سر چلے جاتے ہیں۔ خلاف ادب مکروہ ہے۔

مردوں عورتوں دونوں کا حکم یہی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے میں سر کو ڈھانک لیتا ہوں جب میں بیت الخلاء جاتا ہوں۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ خدا سے حیاء کرو، خدا کی قسم جب سے میں نے رسول پاک ﷺ سے بیعت کی ہے، بیت الخلاء نہیں گیا مگر سر کو ڈھانک کر اپنے رب سے شرماتے ہوئے۔

(کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۰۹، ابن حبان)

پاخانہ پیشاب کرتے وقت بات ممنوع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تم میں سے کوئی دو آدمی پاخانہ کے لئے جائیں اور ستر کھولے (پاخانہ کرتے وقت) گفتگو کریں، سو یہ اللہ کو بالکل پسند نہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۱۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دو آدمی (جب پاخانہ کو جائیں) ایک دوسرے کی ستر دیکھنے سے بچیں اور پاخانہ کرتے وقت ایک دوسرے سے باتیں نہ کریں۔ کہ اللہ کو اس پر ناراضگی ہوتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۵۹، صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۳۹، ابن ماجہ)

فائدہ: پیشاب پاخانہ کرتے وقت باتیں ممنوع ہے، شرافت حیا اور وقار کے خلاف ہے۔ ظاہر بات ہے قریب ہوں گے تب ہی بات ہوگی اور قریب ہونے سے بے ستری ہوگی۔ جاہلیت کے زمانہ میں لوگ اس کا

خیال نہیں کرتے تھے، اس پر آپ نے منع فرمایا۔ عموماً لڑکے اس قسم کی حرکت کرتے ہیں مگر جن کو منع کرنا چاہئے، اگر ضرورت کسی وجہ سے پیش آ جائے تو کھنکار کر کام نکال لیا جائے، اگر اس سے بھی کام نہ چلے اور نقصان کا اندیشہ ہو تو بقدر ضرورت ایک آدھ جملہ بول دے اور جلدی سے فارغ ہو کر ضروری بات کرے۔ چنانچہ علامہ مرتضیٰ حسین زبیدی شرح احیاء میں لکھتے ہیں:

"ویجب ان یتکلم اذا اضطر الی ذلک من امر یقع مثل حریق او اعمی یقع او دابة او ما اشبه ذلک." (جلد۲ صفحہ۳۴۱)

ضرورت شدید کے وقت، مثلاً کوئی اندھا گر رہا ہے، ایسے وقت میں چپ رہنا اور کسی کو تکلیف وضرر لاحق ہو جائے، منع ہے، اور گناہ ہے۔

پیشاب و پاخانہ کرتے وقت سلام منع ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص کا گزر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب فرما رہے تھے، اس نے سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا جب تم اس حالت میں دیکھو تو سلام مت کرو۔ اگر تم سلام کرو گے تو میں جواب نہ دوں گا۔ (ابن ماجہ صفحہ۲۹، نمبر۲۵۲)

پیشاب و پاخانہ کی حالت میں سلام کا جواب دینا ممنوع ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب فرما رہے تھے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا۔

(ابوداؤد صفحہ۴، ابن ماجہ صفحہ۲۹)

فائدہ: شرح احیاء میں ہے کہ پیشاب اور پاخانہ کی حالت میں کوئی سلام کرے تو جواب نہ دے۔

(اتحاف السادہ جلد۱ صفحہ۳۴۱)

بیت الخلاء میں چھینک آئے تو

حسن بصری سے منقول ہے کہ اگر بیت الخلاء میں چھینک آئے تو دل میں الحمد للہ کہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۱۱۴)

سوراخ میں پیشاب نہ کرے کہ خطرہ جان کا باعث ہے

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی سوراخ میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔ کہا گیا کہ وہ جنوں کے سکونت کی جگہ ہے۔ (جن سے مراد نگاہوں سے مخفی کیڑے مکوڑے وغیرہ سب مراد ہیں)۔ (منہل جلد۱ صفحہ۱۱۵، سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۹۹، نسائی صفحہ۱۵، ابوداؤد صفحہ۵، حاکم)

فائدہ: حدیث پاک میں کسی سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت

قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ سوراخ میں پیشاب سے منع کیوں کیا گیا، توانہوں نے جواب دیا کہ وہ جنوں کے رہنے کی جگہ ہے اس لئے منع کیا گیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی سوراخ جن کا مسکن ہو اور کسی نے اس میں پیشاب کر دیا اس کا مسکن یا بدن ناپاک ہو گیا اس نے اس کے انتقام میں کوئی تکلیف پہنچا دی۔ چنانچہ شراح حدیث نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے کسی سوراخ میں پیشاب کر دیا وہ سوراخ جن کا مسکن تھا اس جن نے حضرت سعد بن معاذ کو قتل کر دیا۔ اور یہ شعر پڑھا:

ع نحن قتلنا سيّد الخزرج

ترجمہ: ''ہم نے خزرج کے سردار کو مار ڈالا۔'' (اتحاف السادہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۸)

طحطاوی علی المراقی میں ہے کہ سعد بن عبادہ خزرجی نے حوران کے مقام پر سوراخ میں پیشاب کر دیا تھا سو اس پر جناتوں نے ان کو مار ڈالا۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ)

سوراخ میں پیشاب کرنے سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا واقعہ

صاحب منہل نے منادی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صحیح روایتوں کے اعتبار سے حضرت سعد بن عبادہ کی موت سوراخ میں پیشاب کرنے کے بعد اچانک گر کر ہوئی ہے، اس کے بعد یہ آواز سنی گئی: "نحن قتلنا سيّد الخزرج سعد بن عباده. رميناه بسهم فلم يخط فواده." (منہل جلد ۱ صفحہ ۱۱۵)

اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۵ میں ابن اثیر نے، استیعاب جلد ۱ صفحہ ۱۶۴ میں ابن عبد البر نے بھی اچانک جسم سیاہ ہو کر ان کے مر جانے اور غیبی طور سے اس شعر کی آواز آنے کا واقعہ نقل کیا ہے۔

ابن سیرین اور قتادہ سے مروی ہے کہ وہ کھڑے ہو کر پیشاب کے بعد لوٹے اور کہا مجھے کمر میں تکلیف ہو رہی ہے پھر تھوڑا وقفہ ہوا کہ انتقال ہو گیا۔ اور جنات کی جانب سے یہ دو شعر کی آواز آئی۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۱۱)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ جو ایک جلیل القدر مشہور صحابی ہیں ان کی موت جنات کے اثر سے ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ جنات کے اثر اور اس کی تکالیف موت کا سبب ہو سکتی ہے۔ (مرقات المفاتیح صفحہ ۳۰۴)

پیشاب کرے تو تین مرتبہ عضو کو جھاڑے

حضرت عیسیٰ بن یزداد یمانی نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب پیشاب کرو تو پیشاب کے اعضاء کو تین مرتبہ جھاڑو۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۴۷، ابن ماجہ صفحہ ۲۸، ۳۲۶، مجمع صفحہ ۲۱۲)

فائدہ: ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب فرماتے تو تین مرتبہ جھاڑتے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۷۳)

مقصد یہ ہے کہ پیشاب کی نالی میں پیشاب نہ رہے تا کہ اٹھنے کے بعد قطرہ نہ ٹپک جائے، اس لئے ایسا

طریقہ اختیار کرنا جس سے پیشاب جھڑ جائے اور ٹپکنے کا احتمال نہ رہے ضروری ہے۔ مثلاً چند قدم چلنا، کھنکھارنا، جسم کو حرکت دینا وغیرہ تا کہ پیشاب کی نالیوں کا قطرہ ٹپک جائے اٹھنے کے بعد ٹپک کر وضوء کو ناقص اور کپڑے کو خراب نہ کرے شرح احیاء میں بھی اعضاء پیشاب کو تین مرتبہ جھاڑنا اور حرکت دینا آداب استنجاء میں ذکر کیا ہے۔

(اتحاف السادۃ جلد۲ صفحہ۳۰۴)

ہوا نکلنے کی آواز سے ہنسا منع ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خروج ریح کی آواز پر ہنسنے سے منع فرمایا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۱ صفحہ۲۱۲، جامع صغیر جلد۲ صفحہ۵۵۹)

فائدہ: ہوا اور ریح کے خارج ہونے پر ہنسا اور بالقصد مجلس میں ریح خارج کر کے حظ اور مذاق کرنا یہ ملعون قوم لوطیوں کی عادت ہے، اور لوطیوں کی جتنی عادتیں ہیں سب ملعون اور غضب خداوندی کا باعث ہیں۔ چنانچہ قوم لوط کی بیشتر قبیح عادتوں کا ذکر قرآن پاک کی آیت:

﴿وتاتون فی نادیکم المنکر﴾

کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔ علامہ قرطبی نے قاسم بن محمد کا قول بیان کیا ہے کہ "انھم کانوا یتضارطون فی مجالسھم" کہ وہ اپنی مجلس میں زور سے ریح خارج کیا کرتے تھے۔ اور ان کی قبیح عادتوں میں انگلیوں کا مہندی سے رنگنا، کبوتروں سے کھیلنا، سیٹی بجانا، کنکری اور ڈھیلے مارنا، انگلیوں کا چٹخانا، رنگین کپڑے پہننا، عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد۱۳، صفحہ۲۵۵)

علامہ شوکانی نے فتح القدیر میں لوطیوں کی قبیح و مذموم عادت ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ لوگوں پر ڈھیلا مارتے۔ راہگیروں کا مذاق اڑاتے، اپنی مجلسوں میں زور سے ریح خارج کرتے، کبوتر بازی کرتے، انگلیوں میں مہندی لگاتے، رنگین کپڑے پہنے، نرد اور شطرنج کھیلتے۔ (فتح القدیر جلد۴ صفحہ۲۵۱)

علامہ سیوطی نے الدر المنثور میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ وہ اپنی مجلسوں میں زور سے ریح خارج کرتے۔ اور مجاہد کے حوالہ سے ہے کہ ان کے منکرات، سیٹی مارنا، کبوتر بازی، قبا کے بٹن کا کھلا رکھنا ہے۔

(جلد۶ صفحہ۴۶۱)

علامہ آلوسی نے اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ ریح خارج کرنا ہے۔ (روح المعانی جلد۲۰ صفحہ۱۵۳)

ابن عطیہ کے حوالہ سے علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ لوطیوں کی تمام عادتوں سے بچنا واجب ہے۔ ہمارے دور میں لوطیوں کی ایک عادت انگلیوں کا چٹخانا رائج ہے۔ خصوصاً اس کی قباحت اور بڑھ جاتی ہے جب کہ

نماز کے بعد مسجدوں میں اس کی منحوس آواز سنائی دیتی ہے۔ "اللھم احفظنا"

قضائے حاجت میں پردہ سے متعلق ایک عجیب واقعہ بلکہ معجزہ

حضرت یعلی بن مرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ کسی سفر کے موقع پر تھا آپ ﷺ نے بیت الخلاء جانے کا ارادہ کیا۔ (یہاں پردے کے لئے کوئی آڑ یا قریب میں کوئی درخت پیڑ وغیرہ نہیں تھا)۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کھجور کے ان دو درختوں کو (جو ذرا دور تھے) بلا لاو اور ان سے یہ کہو رسول پاک ﷺ تم دونوں کو یہاں بلاتے ہیں کہ آکر مل جاؤ (تاکہ پردہ ہو جائے اور میں پاخانہ کرلوں) چنانچہ وہ دونوں آکر مل گئے۔ آپ ﷺ نے اس سے پردہ حاصل کیا اور قضائے حاجت کی۔ پھر مجھ سے کہا ان دونوں سے کہہ دو کہ اپنی جگہ پر واپس چلے جائیں۔ چنانچہ میں نے کہا۔ وہ دونوں درخت (جو الگ الگ جگہ سے آئے تھے اپنی جگہ واپس چلے گئے۔ (مسند احمد، ابن ماجہ، مجمع جلد ا صفحہ ۲۰۵)

بطور معجزہ پردہ کے لئے درختوں کا آنا اور پھر اپنے مقام پر فراغت کے بعد واپس چلے جانا متعدد مرتبہ پیش آیا ہے۔ اور یہ واقعہ سفر کا ہے۔

یہ واقعہ مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۱۸ اور بیہقی اور ابونعیم نے حضرت جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے۔ ہم لوگ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے ایک وادی افیح میں ہم لوگوں نے پڑاؤ ڈالا۔ آپ ﷺ نے پاخانہ کا ارادہ کیا ہم برتن میں پانی لے کر آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلے۔ آپ ﷺ نے پردہ تلاش کیا مگر کوئی پردہ کی صورت نظر نہ آئی، وادی کے کنارے دو درخت نظر آئے آپ ﷺ ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو پکڑا اور کہا آؤ میرے پاس اللہ کے حکم سے۔ پس وہ درخت آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے اس اونٹ کی طرح جسے ساربان کھینچ رہا ہو آنے لگا۔ پھر آپ ﷺ دوسرے درخت کے پاس تشریف لائے اور فرمایا چلو میرے ساتھ اللہ کے حکم سے پس اس نے آپ ﷺ کی بات مان کر آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے اس اونٹ کی طرح جو اپنے مالک کے پیچھے پیچھے آرہا ہو آنے لگا یہاں تک کہ وہ دونوں آپ ﷺ کے گرد جمع ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا دونوں ایک دوسرے سے مل جاؤ، پس وہ دونوں جڑ گئے میں (یہ ماجرا دیکھ رہا تھا اور) ڈر رہا تھا آپ ﷺ کو میرے قریب ہونے کا احساس نہ ہو جائے۔ (کہ آپ ﷺ پاخانہ کے لئے نکلے تھے) اور آپ ﷺ دور ہو جائیں، چنانچہ آپ ﷺ دور ہوگئے اور ہم لوگ بیٹھے باتیں کرنے لگے۔ کچھ ہی دیر ہوئی کہ آپ ﷺ سامنے سے تشریف لائے اور وہ دونوں درخت جدا ہو چکے تھے، اور اپنے تنے کے سہارے کھڑے ہو چکے تھے۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۱۸، سبل الہدیٰ صفحہ ۴۹۷، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۹۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ پاخانہ کے لئے ذرا دور جاتے تھے کہ کسی کو نظر نہیں آتے۔ چنانچہ ایک جنگل میں ہمارا پڑاؤ ہوا، جہاں کوئی درخت نہ پتھر (بالکل چٹیل میدان) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے جابر پانی کا برتن لو اور میرے ساتھ چلو ہم نے پانی کا برتن بھرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے۔ خوب چلے حتیٰ کہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئے۔ چار گز کے فاصلے پر دو درخت نظر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اس درخت سے کہو کہ اے درخت تم اپنے جوڑ (دوسرے درخت) کے پاس جاؤ تاکہ تمہارے پیچھے ضرورت رفع کی جاسکے (یعنی پاخانہ کیا جاسکے) تو میں نے ایسا ہی کیا چنانچہ زمین میں حرکت ہوئی اور وہ دونوں مل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آڑ میں بیٹھ کر قضائے حاجت کرنے لگے پھر وہ دونوں اپنی جگہ چلے گئے۔ (دارمی، مسند احمد، جمع الجوامع جلد۲ صفحہ ۲۴۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر کے موقعہ پر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت الخلاء کا ارادہ کیا تو مجھ سے فرمایا اے عبداللہ کچھ دیکھتے ہو (یعنی پردے کے لئے کچھ) میں نے دیکھا تو ایک درخت نظر آیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کوئی دیکھتے ہو۔ تو میں نے اس درخت سے دور ایک درخت کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتادیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس درخت سے کہو تم کو رسول پاک حکم فرماتے ہیں کہ تم دونوں جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا۔ وہ دونوں ایک جگہ جمع ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آڑ کا پردہ بناتے ہوئے قضاء حاجت کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے وہ دونوں درخت اپنی جگہ چلے گئے۔ (ابونعیم، البدایہ والنہایہ جلد۶ صفحہ ۱۵۹)

حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مجھ سے فرمایا دیکھو کوئی کھجور کا درخت یا کوئی (بڑا سا) پتھر نظر آئے میں نے متفرق مقام پر درختوں کو اور پتھر کے بڑے چٹان کو دیکھا (جو فاصلے پر متفرق جگہ تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ان درختوں کے پاس جاؤ اور کہو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم دونوں ایک دوسرے کے پاس چلے آؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کے لئے اور پتھر سے بھی اسی طرح کہو میں آیا اور اس سے کہا۔ قسم اس خدا کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں ان درختوں کو دیکھ رہا تھا کہ زمین راستہ بناتے ہوئے اور دونوں جمع ہوگئے۔ اور پتھر جو الگ الگ تھے آئے اور جڑ کر چٹان کے مانند درختوں کے پیچھے ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ضرورت پوری کی اور واپس تشریف لائے اور کہا ان درختوں اور پتھروں سے کہو کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ (سبل الھدیٰ جلد۹ صفحہ ۴۹۷)

اسی کو قصیدہ بردہ میں علامہ بوصیری نے بیان کیا ہے ؎

جاءت بدعوتهِ الاشجار ساجدة
تمشي اليه ساق بلا قدم

پاخانہ پیشاب کی ضرورت ہوتو نماز پڑھنا منع ہے

حضرت عبداللہ ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی پاخانہ جانے کا ارادہ رکھتا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو اسے پہلے پاخانہ سے فارغ ہو لینا چاہئے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲، ترمذی صفحہ ۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مؤمن کے لئے درست نہیں کہ خدا اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور پاخانہ پیشاب کی ضرورت میں نماز پڑھ رہا ہو، یہاں تک کہ فارغ ہو جائے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی پاخانہ یا پیشاب کی ضرورت پر نماز پڑھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۸)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی مسلمان نماز کے لئے کھڑا نہ ہو کہ اسے پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو رہی ہو تاوقتیکہ وہ اس سے فارغ نہ ہو جائے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۸)

فائدہ: پاخانہ و پیشاب جب لگ رہا ہو اور اس کا تقاضا ہو تو نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ چونکہ ایسی صورت میں اطمینان اور سکون نہیں رہتا، طبیعت منتشر رہتی ہے۔ اور ادھر نماز میں سکون اطمینان اور خشوع مطلوب ہے۔ ایسی صورت میں اس کی نماز پاخانہ بن جائے گی۔ اسی وجہ سے بھوک کی حالت میں نماز کے بجائے اولاً کھانے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ نماز اطمینان و سنجیدگی اور خشوع سے پڑھ سکے۔

پاخانہ اور پیشاب کرنے کی جگہ وضو نہ کرے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ پاخانہ کرنے کے مقام پر (بیت الخلاء) جہاں تم پیشاب (و پاخانہ) کرتے ہو وضو مت کرو۔ اس لئے مؤمن کا وضو یعنی وضو کا پانی نیکیوں کے ساتھ وزن کیا جاتا ہے۔

(کشف النقاب جلد ۱ صفحہ ۳۲۳، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۲۰۷)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ جس نے پیشاب کرنے کے مقام پر وضو کیا اور اسے وسوسہ ہو گیا تو وہ اپنے علاوہ پر ملامت نہ کرے۔ (کشف النقاب، کنز العمال صفحہ ۳۲۵)

فائدہ: جہاں پاخانہ و پیشاب کیا جاتا ہو، وہاں وضو نہ کرنا چاہئے۔ بسا اوقات ناپاکی کا وسوسہ ہو جاتا ہے کہ شاید اس کا چھینٹا پڑ گیا ہو، مزید یہ کراہیت کا بھی باعث ہے۔ کہ نجاست کی جگہ پاکی حاصل کرے، بہتر ہے کہ

بیت الخلاء گو صاف ہو مگر پھر بھی بیت الخلاء سے باہر کرے۔ کہ اسی میں نظافت ہے۔

ٹھنڈے پانی سے استنجاء کرے، گرم سے نہیں

حضرت مسور بن رفاعہ قرظی سے روایت ہے کہ استنجاء ٹھنڈے پانی سے کرو کہ یہ بواسیر کے لئے نافع ہے۔

(طبرانی، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۵۱)

فَائِدَہ: گرم پانی سے استنجاء کرنا نقصان دہ ہے، اس سے مقعد کے مسے پھیلتے اور پھولتے ہیں اور مقعد میں ڈھیلا پن پیدا ہوتا ہے، بواسیر سے مسے کشادہ ہوتے ہیں۔

فَائِدَہ: اگر ضعف مثانہ سے ٹھنڈا پانی نقصان دہ ہو تو تازہ پانی سے استنجاء کی جائے۔

پاخانہ پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد کی دعائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ سے نکلتے تو فرماتے "غفرانك" مغفرت چاہتا ہوں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶، ابوداؤد صفحہ ۵، ترمذی صفحہ ۷، ابن خزیمہ صفحہ ۴۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے نکلتے تو یہ فرماتے: "الحمد للّٰہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی"

تَرجَمَہ: "تعریف اس خدا کی جس نے تکلیف دہ چیزوں کو دور کیا اور ہمیں عافیت بخشی۔"

ابن ابی شیبہ نے بروایت تیمی حضرت نوح علیہ السلام سے یہ دعا نقل کی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے فارغ ہوتے تو یہ دعا فرماتے:

"الحمد للّٰہ الذی اذھب عنا الحزن والاذی وعافانی"

تَرجَمَہ: "تعریف اس خدا کی جس نے غم، غلاظت دور فرمائی اور عافیت بخشی۔" (ابن سنی صفحہ ۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے:

"الحمد للّٰہ الذی اخرج عنی ما یوذینی وامسك علی ما ینفعنی"

تَرجَمَہ: "تعریف اس خدا کی جس نے تکلیف دہ چیز کو نکال دیا اور نفع بخش کو باقی رکھا۔"

(عمدہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۳، دار قطنی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ سے فارغ ہوتے تو یہ فرماتے۔

(ہکذا فی رزین کذا فی جمع الفوائد جلد ۱ صفحہ ۲۶، کشف النقاب جلد ۱ صفحہ ۲۴۰)

"الحمد للّٰہ الذی اذا قنی لذتہ والقی فِیَّ قوتہ واذھب عنی اذاہ"

(عمدۃ القاری، منہل جلد ا صفحہ ۱۱۹، دار قطنی)

ترجمہ: "تعریف اس خدا کی جس نے اس کی لذت چکھائی اور اس کی قوت باقی رکھی اور اس کی اذیت کو دور فرمایا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے کہ یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام کی ہے جب وہ پاخانہ سے نکلتے تو یہ فرماتے۔ ممکن ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا ہو۔

(کشف النقاب جلد صفحہ ۲۳۹، کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۸۶)

حضرت طاؤس سے مرسلاً یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بیت الخلاء سے نکلو تو یہ دعا پڑھو:

"الحمد للّٰہ الذی اذھب عنی ما یوذینی وامسك علی ما ینفعنی"

ترجمہ: "تعریف اس خدا کی جس نے تکلیف دینے والی چیز کو نکال دیا اور جو شئے میرے لئے نفع بخش تھی اسے روک دیا۔" (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۱۱)

حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ استنجاء سے فراغت پر یہ دعا پڑھتے:

"الحمد للّٰہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی. اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المطھرین"

ترجمہ: "تعریف اس خدا کی جس نے نقصان دہ کو دور کیا اور عافیت بخشی اے اللہ ہمیں توبہ کرنے والوں میں اور پاک رہنے والوں میں بنا۔" (کشف النقاب: کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۲۴)

پاخانہ و پیشاب کے مجموعی آداب

علماء و محققین نے احادیث و آثار کی روشنی میں پاخانہ و پیشاب کے بہت آداب بیان کئے ہیں۔ قریب ٦٦ آداب ابن الحاج صاحب مدخل نے ذکر کیا ہے۔ ان میں سے اہم قابل ذکر آداب بیان کئے جاتے ہیں:

١. پاخانہ کے لئے میدان و جنگل جائے تو آبادی سے دور جائے۔ اتنی دور جائے کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جائے۔
٢. پیشاب قریب آبادی میں بھی پردہ اور ستر کا لحاظ کرتے ہوئے کیا جا سکتا ہے۔
٣. جنگل و میدان میں کسی چیز کا پردہ اور آڑ اختیار کرے۔ جیسے درخت کا۔ ٹیلے کا نشیب کا، اگر کچھ آڑ نہ ہو تو اور زمین ریتیلی ہو تو سامنے ریت جمع کر کے پردہ کرے، وغیرہ۔
٤. بیٹھنے سے پہلے ستر عورت نہ کھولے۔

۵ سورج اور چاند کے سامنے کا رخ اختیار نہ کرے۔

۶ قبلہ کا رخ اور نہ قبلہ کا پشت اختیار کرے۔

۷ جنگل و میدان میں جہاں آدمی پڑاؤ ڈالتے ہوں یا ایسی جگہ جہاں لوگ کبھی اٹھتے بیٹھتے ہوں نہ کرے۔

۸ پانی کے گڑھے میں نہ کرے۔

۹ ندی تالاب اور بہتے پانی میں پیشاب نہ کرے۔

۱۰ کسی بھی درخت کے نیچے نہ کرے، کہ لوگ اس سے سایہ حاصل کرتے ہیں اور پھلدار درخت کے نیچے نہ کرے کہ لوگ پھل کے لئے قریب آتے ہیں۔

۱۱ کسی سوراخ میں پیشاب ہرگز نہ کرے کہ اس میں کیڑے مکوڑے رہتے ہیں، بسا اوقات اجنہ کا مسکن بھی ہوتا ہے، بلا وجہ اس سے ضرر اور پریشانی لاحق ہو جائے۔

۱۲ پتھر، چٹان سخت زمین پر پیشاب نہ کرے کہ اس سے چھینٹوں کے لگنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۱۳ ہوا کے رخ پیشاب پاخانہ نہ کرے۔

۱۴ بیٹھنے کی حالت میں بائیں جانب ذرا ٹیک لگائے رہے، اور دائیں کو ذرا ہلکا سا اٹھائے رہے کہ اس سے نجاست کے خروج میں سہولت ہوتی ہے۔

۱۵ بیت الخلاء جاتے ہوئے بائیں پیر کو اولاً داخل کرے۔ اور باہر آنے کے وقت دائیں کو اول کرے۔ (اور جنگل وصحرا میں جہاں بیٹھنے کا ارادہ ہو وہاں بایاں پیر رکھتے ہوئے بیٹھے اور اٹھ کر باہر آتے ہوئے دایاں پیر اٹھائے اور نکالے، کہ اس کا بیت الخلاء یہی ہے۔ "هذا هو رائی."

۱۶ کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے ہاں مگر یہ کہ کوئی عذر ہو۔

۱۷ غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے۔

۱۸ کوئی ایسی چیز ساتھ نہ ہو جس میں خدا کا یا رسول علیہ الصلاۃ والسلام کا نام ہو مثلاً انگوٹھی یا جیب میں کوئی دعا وغیرہ کی کتاب۔ البتہ بند اور سلی ہوئی تعویز میں کوئی حرج نہیں۔

۱۹ کھلے سر پاخانہ پیشاب کو نہ جائے۔

۲۰ جو دعا منقول ہے اسے پڑھ کر جائے۔

۲۱ بسم اللہ پڑھے کہ اجنہ سے پردہ ہو جاتا ہے۔

۲۲ فارغ ہونے کے بعد باہر آتے ہوئے اور صحرا میں اس مقام سے جدا ہونے کے بعد دعاء ماثورہ کا پڑھنا، جس کی تفصیل ماقبل احادیث میں آچکی ہے۔

۲۳ ڈھیلے سے استنجاء کرنا۔

۲۴ وقت سے پہلے ڈھیلا تلاش کر لینا۔

۲۵ طاق عدد میں ڈھیلے استعمال کرنا۔

۲۶ پانی کا پہلے سے انتظام رکھنا ڈھیلے کے استعمال کے بعد پانی سے طہارت حاصل کرنا۔

۲۷ جس مقام پر جنگل و میدان میں پاخانہ کیا ہے وہاں سے ہٹ کر پانی سے طہارت حاصل کرنا۔

۲۸ استبراء یعنی اطمینان حاصل کرنا کہ پیشاب کی نالیوں میں کوئی قطرہ نہیں کہ اٹھنے پر یا حرکت وغیرہ سے ٹپک جائے۔ خواہ اس کے لئے جس صورت سے اطمینان حاصل ہو مثلاً کھانس کر، چل کر، ہل کر، اٹھ بیٹھ کر۔

۲۹ آلہ پیشاب کو تین مرتبہ حرکت دینا جھاڑنا اور ہاتھ کو پھیرتے ہوئے جڑ ذکر سے حشفہ کی جانب لانا تاکہ باقی ماندہ نالیوں کا قطرہ خارج ہو جائے۔ (احیاء العلوم مع اتحاف السادۃ صفحہ ۳۴۱)

۳۰ قبلہ اول بیت المقدس کی جانب بھی رخ نہ کرنا (ہمارے ہند و پاک کے اعتبار سے یہ بھی مغرب ہی کے رخ پر پڑتا ہے۔ لہٰذا مغرب کی طرف رخ نہ کرنے سے دونوں قبلوں کی جانب رخ نہ کرنا ہو جائے گا۔

۳۱ کوئی ذکر وغیرہ نہ کرنا۔

۳۲ کوئی گفتگو و کلام نہ کرنا۔

۳۳ چھینک آئے تو دل سے الحمد للہ کہہ دینا۔

۳۴ گزرگاہ، راستہ میں نہ کرنا۔

۳۵ قبروں کے پاس نہ کرنا۔

۳۶ نہ مسجد میں کرنا اور نہ کسی برتن میں مسجد میں کرنا۔

۳۷ پاخانہ و پیشاب کرتے ہوئے پاخانہ و پیشاب کو نہ دیکھنا۔

۳۸ مقام ستر کی جانب بھی نگاہ نہ کرنا۔

۳۹ آسمان کی جانب بھی رخ نہ کرنا۔

۴۰ ستر سے نہ کھیلنا اور نہ ہاتھ (سوائے طہارت کے) لگانا۔

۴۱ زیادہ دیر تک نہ بیٹھنا۔

۴۲ پیشاب کرنے کے لئے نرم زمین کو اختیار کرنا۔

۴۳ جنگل و میدان میں بیٹھنے سے قبل تو دائیں بائیں دیکھنا مگر بیٹھنے کے بعد دائیں بائیں جانب نہ دیکھنا۔

۴۴ سلام کسی کو نہ کرنا۔

۴۵ کوئی سلام کرے تو جواب نہ دینا۔

۴۶ بیٹھنے میں دونوں رانوں کو خوب کشادہ رکھنا۔

۴۷ کسی دیوار کے سایہ میں پاخانہ و پیشاب نہ کرنا۔

۴۸ نہر کے کنارے نہ کرنا۔

۴۹ کسی کی عبادت گاہ میں نہ کرنا تا کہ وہ ہماری عبادت گاہ کی توہین نہ کرے۔

۵۰ نفیس اور عمدہ برتن میں نہ کرنا۔

۵۱ غلہ جمع کرنے کے مقام مثلاً کھلیان وغیرہ میں نہ کرنا۔

۵۲ مقعد میں اپنی کسی انگلی کا داخل نہ کرنا۔

۵۳ لوگوں کے درمیان استبراء نہ کرنا۔ یعنی ڈھیلے کے ذریعہ سے خشک لوگوں کے سامنے نہ کرنا اگرچہ لنگی پاجامہ کا پردہ رہتا ہے، مگر حیا کے تو خلاف ہے۔

۵۴ پاخانہ وغیرہ کے موقعہ پر ناک وغیرہ کے بال نہ اکھاڑنا۔

۵۵ مسجد وغیرہ کی دیوار سے استنجاء نہ خشک کرے نہ کسی کی مملوک دیوار سے اور نہ کسی وقف دیوار سے کہ یہ تصرف کرنا ہے جو درست نہیں۔

۵۶ اونچان میں نشیب سے استنجاء نہ کرے کہ پیشاب لوٹ کر آئے گا اور چھینٹوں کا احتمال رہے گا۔

۵۷ فارغ ہونے کے بعد مٹی سے رگڑنا کہ صابن کے مقابلے میں یہ بدبو زائل کرنے میں زیادہ موثر ہے۔

۵۸ طہارت حاصل کرنے سے پہلے بائیں ہاتھ کو دھو لینا۔

۵۹ پانی سے استنجاء کرنے کی صورت میں دائیں ہاتھ سے پانی کے برتن کو پکڑ کر پانی گرانا اور بائیں ہاتھ سے نجاست کے مقام کا دھونا اور خوب اچھی طرح صاف کرنا کہ اطمینان حاصل ہو جائے۔

۶۰ دھوتے وقت مقعد کو ذرا ڈھیلا کرنا تا کہ مقعد اچھی طرح صاف ہو جائے۔

۶۱ کوئلہ ہڈی وغیرہ سے استنجاء نہ کرے۔

۶۲ کسی شیشہ لوہا، دھات وغیرہ سے استنجاء نہ کرے کہ نقصان کے اندیشہ کے ساتھ اس میں جذب اور ازالہ کی صلاحیت نہیں ہے۔

۶۳ لکھے جانے والے کاغذ سے استنجاء نہ کرے۔

۶۴ ہوائی جہاز وغیرہ میں استنجاء کے لئے کاغذ ہوتا ہے اس کا استعمال درست ہے کہ وہ اسی مقصد کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

۶۵ کپڑے کا کوئی ٹکڑا وغیرہ ہو تو اس سے طہارت کے بعد پونچھ لے اور خشک کر لے۔

۶۶ کھانے سے قبل کھانے کے مزے لذت اور اس کے خوشنما رنگ و ہیئت کا تصور کرنے کے بعد یہ خیال کرے کہ ہمارے اسے کھانے اور پیٹ میں جانے کے بعد اب یہ کس قدر غلیظ و ناپاک و بدبودار ہو کر نکل رہا ہے، جس کی نفیس و پاک برتن میں حفاظت کی جاتی تھی اب انسانی پیٹ میں جانے کے بعد کیسا بدبودار نجس کہ جس کے دیکھنے سے کراہیت ہوتی ہے اور بعض پاکیزہ نفوس کو متلی آ جاتی ہے ہو کر نکل رہا ہے کس قدر انسان گندہ اور ناپاک ہے۔ اس سے خدا کی نعمتوں کے شکر کی دولت اور تواضع و مسکنت ہوگی جو صفات محمودہ میں سے ہے۔ (احیاء العلوم، اتحاف السادہ صفحہ ۳۴۲، مدخل صفحہ ۲۷ تا ۳۲)

مسواک کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ وتعلیمات کا بیان

مسواک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی پاکیزہ عادات میں سے ہے

حضرت ملیح بن عبداللہ الحطمی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں حضرات انبیاء کرام کی سنتوں میں سے ہے۔ حیاء۔ حلم۔ پچھنا لگانا۔ مسواک اور عطر کا استعمال۔ ترمذی کی روایت میں نکاح ہے۔

(ترمذی صفحہ، مجمع صفحہ ۹۹، جلد ا، بزار کشف الاسرار جلد ا صفحہ ۲۴۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تمام حضرات انبیاء کرام کی پاکیزہ عادات مسواک کا ہمیشہ استعمال کرنا ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مسواک پچھلی امتوں میں رہا ہے۔ (منحۃ الخالق جلد ا صفحہ ۲۱، علی البحر الرائق)

چار چیزیں طہارت اور پاکی کے امور سے ہیں

حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار امور طہارت اور نظافت کا باعث ہیں۔

1. لبوں کا تراشنا۔
2. زیر ناف بالوں کو مونڈنا۔
3. ناخن کاٹنا۔
4. اور مسواک کرنا۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۲۵، تلخیص الجبیر صفحہ ۷۷)

فائدہ: ان چیزوں سے جسم میں نظافت اور صفائی آتی ہے، جو اشرف المخلوقات کو دوسرے مخلوق سے ممتاز اور جدا کرتی ہے۔

مسواک خدا کے تقرب وخوشنودی کا باعث ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کرنا منہ کی نظافت اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہے۔ (سنن کبری، مجمع الزوائد صفحہ ۲۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک منہ کی صفائی اور خدا کی

خوشنودی کا باعث ہے۔ (نسائی، صفحہ ۵، سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۷۴، سنن کبریٰ صفحہ ۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر مسواک لازم ہے یہ منہ کی پاکی اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہے۔ (ابن حبان، تلخیص الحبیر جلد ۱ صفحہ ۱۷)

فائدہ: اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نظیف ہے، وہ نظافت کو پسند کرتا ہے، مؤمن کا منہ ذکر اور تلاوت کلام الٰہی کا محل ہے، اور محل کی نظافت ذکر و تلاوت کے کمال کا ذریعہ ہے جو خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔

مسواک کی عادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ سے مسواک فرمارہے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۳۸)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بیدار ہوتے تو دانتوں میں مسواک فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۳۸، مسلم صفحہ ۱۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات دن میں، جب بھی بیدار ہوتے تو وضو سے قبل مسواک فرماتے۔ (البنایہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یہ کہ فطری نظیف اور صاف خوشبودار تھے مگر کمال نظافت کی وجہ سے ایسا اہتمام فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسواک کرنا فرض تھا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک تمہارے لئے سنت ہے اور ہمارے لئے فرض ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد ۱ صفحہ ۷۸)

فائدہ: چنانچہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ دانت اور مسوڑھے کے چھلنے اور گرنے کا خطرہ ہوگیا۔

امت پر مشقت اور تعب کے خوف سے مسواک کو فرض واجب قرار نہ دیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مؤمن پر یا اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو ہر نماز کے وقت مسواک کا لازمی حکم دیتا۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر پریشانی کا خوف نہ ہوتا تو ہر وضو میں مسواک کو لازم قرار دیتا۔ (ابن خزاعہ صفحہ ۷۳، سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۵)

فائدہ: مسواک کو آپ نظافت اور حضرات انبیاء کرام کی عادات طیبہ اور نفع اور فوائد کی وجہ سے لازم اور ضروری

قرار دیتے مگر اس الزام سے امت کو پریشانی ہوسکتی تھی اس لئے آپ نے لازم واجب تو قرار نہیں دیا مگر سنت کے دائرے میں اسے رکھا۔

مسواک کی اتنی تاکید کہ جبڑوں کے چھل جانے کا خوف

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مسواک کی اتنی تاکید فرماتے رہے کہ جبڑوں کے چھل جانے کا خوف ہوگیا۔ (ترغیب صفحہ ۱۶۷)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وصیت اور تاکید

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرئیل مجھے اس کی اتنی وصیت اور تاکید کرتے رہے کہ مجھے اپنی داڑھ کے گر جانے کا خوف ہوگیا۔

(مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۹۹، تلخیص الجبیر جلد ۱ صفحہ ۷۸)

اتنی تاکید کہ دانت گر جانے کا اندیشہ

ام سلمہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام مسواک کرنے کی اتنی تاکید فرماتے رہے کہ مجھے خوف ہوگیا کہ کہیں دانت (مسواک کی رگڑ سے) گر نہ جائیں۔ (بیہقی البنایہ صفحہ ۱۴۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مسواک کا حکم دیا۔ (اور اس کی تاکید سے) مجھے اپنے دانت پر خوف ہوگیا۔ (کنز العمال، کشف صفحہ ۲۴۴)

مسواک کی اتنی تاکید کہ فرض ہوجانے کا خدشہ

حضرت واثلہ بن الاسقع فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مسواک کا اتنا حکم دیا گیا کہ مجھے خوف ہوگیا کہ کہیں مجھ پر فرض نہ ہوجائے۔ (ترغیب صفحہ ۱۶۷)

فائدہ: یعنی اتنی تاکید اور اہتمام کا حکم دیا گیا کہ مجھے اس کے فرض ہونے کا اندیشہ ہوگیا۔ چنانچہ ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے سنت اور اپنے لئے فرض ہوجانے کا ذکر بھی کیا ہے، جسے حافظ ابن حجر نے تلخیص الجبیر صفحہ ۷۸ میں ذکر کیا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تاخیر کا سبب مسواک نہ کرنا

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے (ایک مرتبہ) بڑی تاخیر کردی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ اس پر جبرئیل امین نے بتایا میں کیسے آؤں کہ آپ لوگ نہ تو ناخن کاٹتے ہیں نہ جوڑوں کی صفائی کرتے ہیں اور نہ مسواک کرتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۱)

کثرت مسواک کا حکم

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم پر کثرت سے مسواک لازم ہے۔

(بخاری صفحہ ۱۲۲، سنن داری صفحہ ۱۷۴، سنن کبریٰ صفحہ ۳۵، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷۱)

فَائِدَۃ: مسواک دین اور دنیا دونوں کے فوائد و برکات کا باعث ہے، اس لئے تاکید اور کثرت کا حکم ہے۔

اتنی تاکید فرماتے کہ شاید قرآن پاک اس پر نازل نہ ہو جائے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمیں مسواک کے متعلق اتنا حکم، اتنی تاکید فرماتے کہ یہ گمان ہونے لگا کہ اس (کے وجوب) پر قرآن نہ نازل ہو جائے۔

(مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۸۵، ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۷۱)

فَائِدَۃ: چنانچہ اسی تاکید کی وجہ سے ایک جماعت جس میں اسحٰق راہویہ اور ابوداؤد ظاہری ہیں کہ مسواک کو واجب قرار دیا ہے۔ (عمدہ جلد ۶ صفحہ ۱۸۱)

جمہور علماء اور فقہاء اسے سنت قرار دیتے ہیں، البتہ کسی نے نماز کی سنت کسی نے وضوء کی سنت اور کسی نے دین کی سنت کہا۔ امام اعظم نے مسواک کو سنت دین قرار دیا ہے۔ (عمدہ صفحہ ۱۸۱)

اس کثرت سے مسواک کا حکم کہ منہ کے چھل جانے کا خطرہ

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مسواک کرو، مسواک مؤمن کی صفائی کا اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہے، ہمیشہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ ہمیں مسواک کرنے کی تاکید فرماتے رہے کہ مجھے ڈر ہوگیا کہ مجھ پر فرض نہ ہو جائے یا میری امت پر فرض نہ ہو جائے۔ اگر اپنی امت پر مجھے مشقت کا خوف نہ ہوتا تو مسواک کو فرض قرار دے دیتا، اور میں اس کثرت سے مسواک کرتا ہوں کہ خطرہ ہوگیا کہ منہ کے اگلے دانت گر نہ جائیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵، تلخیص الجبیر صفحہ ۲۲)

فطرت کے امور میں سے ایک مسواک ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: دس چیزیں فطرت کے امور میں سے ہیں:

1. لب تراشنا۔
2. داڑھی کو بڑھانا۔
3. مسواک۔

۴ ناک کی صفائی۔

۵ ناخن کاٹنا۔

۶ بدن کے جوڑوں کے میل کو صاف کرنا۔

۷ بغل کے بالوں کو صاف کرنا۔

۸ زیر ناف بال مونڈنا۔

۹ استنجا پانی سے کرنا۔

۱۰ اور دسواں شاید کلی کرنا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ۴۴، مسلم صفحہ۲۹)

عبداللہ بن الجراد کہتے ہیں کہ مسواک کرنا فطرت ہے۔

(اتحاف کنز العمال صفحہ۶، ترمذی جلد۲ صفحہ۱، سنن کبریٰ صفحہ۲۶، ابوداؤد)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ فطرت کے امور بعض حدیث میں پانچ بھی مذکور ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں پانچ امور کو فطرت کہا ہے۔ کذا فی البخاری۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ فطرت دس میں منحصر نہیں اس سے زائد بھی ہیں۔ ابن عربی نے تیس بلکہ اس سے بھی زائد کہا ہے۔ (فتح الباری جلد۱۰ صفحہ۳۳۷)

فَائِدَہ: حدیث پاک میں مسواک کو فطرت اور فطرت کے امور میں سے فرمایا گیا ہے فطرت کے معنی اور مفہوم کے سلسلے میں علماء و محققین کے مختلف اقوال ہیں علامہ نووی ذکر کرتے ہیں کہ بعضوں نے اس سے مراد سنت لیا ہے اور بعضوں نے اس سے مراد تمام انبیاء کرام کی سنت لیا ہے۔ بعضوں نے اس سے مراد دین کے امور لئے ہیں۔ (شرح مسلم صفحہ۱۲۸)

امور فطرت کا حکم حضرت ابراہیم کو اولاً دیا گیا۔ (منہل جلد۱ صفحہ۱۸۴)

اسی وجہ سے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کی عادات مراد ہے۔ (مرقات جلد۱ صفحہ۳۰۱)

امام اعظم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے منقول ہے کہ اس سے مراد دین کی سنت ہے۔ (اوجز المسالک صفحہ۳۶۸)

حجۃ الہند حضرت اقدس الشاہ ولی اللہ قدس سرہ فطرت کی تشریح اور وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر ملت اور جماعت اور مذہب کے کچھ بنیادی شعائر اور علامات ہوتے ہیں، اور ایسے ممتاز نشانات ہوتے ہیں جن کے ذریعہ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا علم اور احساس ہوتا ہے۔ یہ دس چیزیں بھی امت مسلمہ اور اہل اسلام کے مخصوص وممتاز علامتوں میں سے ہیں جو ملت حنیفہ کے وابستہ اور متعلق لوگوں میں نسلاً بعد نسل عصرا بعد عصر چلی آرہی ہیں، اسی وجہ سے ان امور کو فطرت کہا گیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

مسواک نصف ایمان ہے

حسان بن عطیہ سے مرسلاً روایت ہے کہ مسواک نصف ایمان ہے۔ وضو کرنا نصف ایمان ہے۔

(اتحاف السادہ جلد۲صفحہ ۳۵۰)

فائدہ: مسواک چونکہ طہارت اور نظافت سے متعلق ہے۔ اور طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔

مسواک نصف وضوء ہے

حسان بن عطیہ سے مرسلاً روایت ہے کہ مسواک نصف وضوء ہے اور وضوء نصف ایمان ہے۔

(کنز العمال جلد۹صفحہ ۳۱۰)

فائدہ: وضوء کا مقصد صفائی نظافت، ناپسندیدہ بدبو کو زائل کرنا ہے، اور اعضاء وضوء میں اہم اعضاء چہرہ اور منہ ہے لہٰذا اس کی نظافت اہمیت رکھتی ہے، اس لئے اسے نصف وضوء قرار دیا گیا ہے۔

مسواک ہر بیماری کی دواء ہے سوائے موت کے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ مسواک ہر بیماری کی دواء ہے سوائے موت کے۔

(مسند فردوس کنز العمال جلد۹صفحہ ۳۱۰، اتحاد السادۃ جلد۹صفحہ ۳۵۰)

فائدہ: منہ کی بدبو اور فاسد مادے کے ساتھ چبائے گئے لقمہ میں منہ کی گندگی مخلوط ہو جاتی ہے اور یہ معدہ میں پہنچ کر بیماریاں پیدا کرتی ہیں۔ منہ کی صفائی جب مسواک سے ہوگی تو صاف لقمہ معدہ میں جائے گا جو خون صالح کا سبب بنے گا، بسا اوقات دانتوں کی صفائی نہ ہونے کی وجہ سے مسوڑھے سوج جاتے ہیں پس اور خون نکلتا ہے جو لقمہ کے ساتھ مخلوط ہو کر معدہ میں جاتا ہے اور مہلک بیماریوں کا باعث ہوتا ہے، اس لئے مسواک کے دینی فائدے اور ثواب کے علاوہ دنیاوی بیماریوں کا دفاع ہے۔

مسواک کے ساتھ وضوء پر نماز کا ثواب ستر گنا زائد

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کے ساتھ نماز کا ثواب ستر گنا زائد ہے اس نماز سے جو بلا مسواک کے پڑھی گئی ہو۔

(ابن خزعہ صفحہ ۷۱، بنایہ صفحہ ۱۴۷، کشف الاستار صفحہ ۲۴۴، کنز جلد۹صفحہ ۳۱۴، ترغیب جلد ۱صفحہ ۱۶۷، مجمع)

پچھتّر گنا زائد ثواب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ مسواک کے ساتھ جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کا ثواب پچھتر گنا زائد ملتا ہے جو بلا مسواک کے پڑھی جاتی ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد۲صفحہ ۳۴۸، السعایہ صفحہ ۱۱۲)

مسواک کی دو رکعت نماز بلا مسواک کی ستر رکعات سے افضل ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بامسواک (وضو کے ساتھ) جو دو رکعت نماز پڑھی جائے افضل ہے اس نماز سے جو ستر رکعات بلا مسواک پڑھی جائے۔ (ترغیب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ مسواک والی دو رکعت نماز بلا مسواک کے ستر رکعت نماز سے افضل ہے۔ اور چپکے اور خاموشی کی دعا علانیہ اور زور کی دعاء سے ستر درجہ افضل ہے۔ اور خفیہ صدقہ افضل ہے ستر درجہ اس صدقہ خیرات سے جو کھلم کھلا ظاہری طور پر ہو۔ (کنز العمال صفحہ ۳۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دو رکعات مسواک والی نماز پڑھوں، یہ مجھے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے کہ میں بلا مسواک کے ستر رکعات نماز پڑھوں۔

(سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۳۸، مجمع، بیہقی کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۳۸)

فائدہ: بیشتر روایتیں ستر گنا ثواب کے متعلق ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں پچھتر گنا بھی ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۲)

علامہ طحطاوی نے شرح مراقی میں حضرت علی، حضرت عطا، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت میں ننانوے گنا سے چار سو گنا تک کا ثواب کا اضافہ لکھا ہے۔ (صفحہ ۳۸)

ایسی صورت میں تو کمال ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی بھی نماز بلا مسواک کے نہ پڑھی جائے۔

افسوس کہ آج لوگ سنتوں کے عظیم ثواب سے غافل ہیں۔

مسواک کی نماز پر حضرات ملائکہ نمازی کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتے ہیں

ابن شہاب زہری سے مرسلاً روایت ہے کہ آدمی جب دن یا رات میں اچھی طرح وضوء کرتا ہے اور مسواک کرتا ہے پھر نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتے اس کے ارد گرد چکر لگاتے ہیں، اور اس کے قریب جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتے ہیں، پس وہ قرآن نہیں پڑھتا مگر فرشتے کا منہ اس کے منہ میں رہتا ہے، اگر مسواک کر کے نماز نہیں پڑھتا ہے تو گھومتے ہیں مگر اپنا منہ نہیں رکھتے۔

(کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۱۳، البنایہ صفحہ ۱۴۷)

مسواک کی نماز پر فرشتے اس کے پیچھے صف بندی کر لیتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی رات میں بیدار ہو تو مسواک کرو، اس لئے آدمی جب رات میں بیدار ہوتا ہے اور مسواک کرتا ہے، وضو کرتا ہے پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتے آتے ہیں اور اس کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں، قرآن پاک سنتے ہیں اور اس سے قریب ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ

اس کے منہ میں اپنا منہ رکھ دیتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷۰، ترغیب جلد ا صفحہ ۱۶۷، اتحاف جلد ۲ صفحہ ۳۴۸)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب کوئی رات میں اٹھ کر مسواک کر کے نماز پڑھتا ہے تو حضرات ملائکہ آتے ہیں اور اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتے ہیں، جو بھی اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ فرشتے کے پیٹ میں جاتا ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد ا صفحہ ۷۸، منہل جلد ا صفحہ ۱۷۰)

فَائِدَہ: خلاصہ یہ ہے کہ مسواک کی برکت سے اس کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے ہیں، ایسے نمازی کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کی قرأت کو سنتے ہیں اور اس سے زائد کس قدر شرف کی بات ہے کہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتے ہیں جس کی وجہ سے یہ قرآن فرشتے کو جوف میں چلا جاتا ہے۔ حاشیہ ترغیب میں لکھا ہے جوف میں جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اثر باقی رہے گا اور اس کا نور قیامت میں متجلی ہوگا۔ سبحان اللہ کتنی برکت اور فضیلت ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۱۶۷)

مسواک، صفائی اور نظافت کا حکم اور تاکید

حضرت سلمان بن صرد سے مرفوعاً روایت ہے کہ مسواک کرو، اور نظافت حاصل کرو، اور طاق عدد اختیار کرو کہ اللہ پاک کو طاق عدد پسند ہے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۴۰، جامع صغیر صفحہ ۶۵، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷۱)

فَائِدَہ: دیکھئے اس میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مسواک اور نظافت و صفائی حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ منہ کو گندہ رکھنا، کپڑے اور اپنی ہیئت و حالت کو گندہ رکھنا برا ہے، اور خدا کو ناپسند ہے، لہٰذا گندگی اور پراگندہ جسمانی حالت ہرگز خدا کی معرفت کا سبب نہیں، ہاں سادگی لباس ایمان کی علامت ہے اور اس کی تاکید ہے۔ کہ حدیث ہے "البذاذة من الایمان"

مسواک اور نظافت زنا اور فتنہ سے حفاظت کا باعث ہے

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اپنے کپڑے صاف رکھا کرو، بالوں کو بنائے اور ٹھیک رکھا کرو، اور مسواک کیا کرو زینت اختیار کیا کرو (یعنی کپڑے کی صفائی، بدن کی صفائی، تیل اور خوشبو کا استعمال) اور نظافت سے رہا کرو۔ بنی اسرائیل (کے مردوں) نے اس کا اہتمام نہیں کیا جس کی وجہ سے ان کی عورتوں نے زنا کرنا اختیار کر لیا۔ (جامع صغیر صفحہ ۷۸، کنز العمال)

فَائِدَہ: دیکھئے اس حدیث پاک میں مردوں کو مسواک اور صفائی اور نظافت کا حکم دیا گیا ہے، مسواک اور نظافت کا بنی اسرائیل نے اہتمام نہیں کیا، منہ گندا، جسم گندا، کپڑے گندے جس کی وجہ سے ان کی عورتیں مردوں کو ناپسند کرنے لگیں اور فتنہ میں پڑ گئیں اور دوسرے مردوں سے متعلق ہو گئیں، جس طرح مردوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی عورتیں اچھی طرح زینت اختیار کر کے رہیں اسی طرح عورتیں بھی تو چاہیں گی کہ مرد صاف رہیں،

گندے نہ رہیں، بدبودار منہ کے ساتھ عورتوں کے پاس جانا نفرت کا باعث ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے عورتیں غیر مرد کو چاہنے لگتی ہیں۔ خدا کی پناہ! شریعت نے کس طرح حقوق کی رعایت کی ہے۔

گھر سے نماز کے لئے نکلتے تو مسواک فرماتے

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز کے لئے گھر سے نکلتے تو مسواک فرماتے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۶۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ گھر سے نماز کے لئے نکلتے تو مسواک فرماتے یا حضرات صحابہ کرام کی مجلس میں تشریف فرما ہونے کی وجہ سے ایسا فرماتے اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ مجلس میں جاتے وقت مسواک مستحب ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے پیش نظر علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے لکھا ہے کہ مسواک ہر وقت مستحب ہے، خاص کر وضو کے وقت مستحب ہے۔ (سعایہ صفحہ ۱۱۶)

گھر میں داخل ہوتے تو مسواک فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں داخل ہوتے تو مسواک فرماتے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)

فائدہ: سائل کے پوچھنے پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلا کام کیا کرتے اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اول کام مسواک ہوتا، اس سے مسواک کی اہمیت اور محبوبیت کا اندازہ ہوتا۔ (شرح مسلم صفحہ ۱۲۹)

اولاً گھر میں مسواک فرماتے اس کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے آپ نفل نماز میں مشغول ہو جاتے مسواک کہہ کر نماز مراد لیا گیا ہے کہ اولاً وضو مع مسواک پھر نماز ادا فرماتے۔ بعض حضرات نے گھر میں جاتے ہی مسواک کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دو وجہ سے اولاً مسواک فرماتے:

❶ کہ آپ گھر جاتے تو اولاً سلام کرتے اور سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے اس لئے مسواک سے منہ کی پاکی فرمالیتے۔

❷ ازواج مطہرات کی رعایت میں ایسا فرماتے تا کہ ان کو منہ کی بو محسوس نہ ہو۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۲، ۱۱۱، نقلاً من المنادی)

ہر وقت مسواک کا حکم وضو کے ساتھ خاص نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مسواک سنت ہے جس وقت چاہو مسواک کرو۔ (یعنی جب موقعہ ہو اور صفائی کے اعتبار سے ضرورت سمجھو)۔ (کنز: جلد ۹ صفحہ ۱۱۳)

فائدہ: اگر چہ بعض اوقات میں اہتمام اور خصوصیت کے ساتھ مسواک کرنے کی تاکید ہے پھر بھی اس میں عمومیت ہے کہ ہر وقت کیا جا سکتا ہے، جب بھی موقعہ اور فرصت ملی، یا منہ میں کچھ احساس ہوا، مسواک کرے تاکہ نشاط پیدا ہو جائے، اسی وجہ سے امام نسائی نے باب قائم کیا ہے "المسواك فی كل حين"، جس سے اشارہ کیا ہے کہ مسواک ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۶)

صرف ضو کے وقت نہیں۔ صاحب منہل نے بیان کیا ہے "لا يخص بالوضوء" صرف وضوء کے ساتھ خاص نہیں۔ (صفحہ ۲۰۶)

رات ہی سے بستر پر مسواک کا انتظام رہتا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسواک اور پانی رکھ دیا جاتا۔ خدائے پاک جب چاہتا آپ رات میں اٹھتے مسواک کرتے وضو فرماتے پھر نماز پڑھتے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۳۹، ابوداؤد صفحہ، ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سوتے تو مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۱۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بستر پر تشریف لے جاتے تو پانی، مسواک، اور کنگھی کو رکھ دیا جاتا۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں جب سونے لگتے تو اسی وقت مسواک سرہانے رکھ دیا جاتا تاکہ رات میں تلاش کی زحمت اور پریشانی نہ ہو، اسی طرح جہاں نل، ٹنکی وغیرہ کی سہولت سے پانی کا انتظام نہ ہو وہاں سونے سے قبل پینے اور طہارت کے پانی کا انتظام رکھ لینا چاہئے تاکہ رات میں اٹھنے میں تلاش کی زحمت نہ ہو۔ اگر اجنبی جگہ ہو، مہمان ہو تو پھر اس کا انتظام سونے سے قبل ضروری ہے تاکہ رات میں ضرورت پر پانی وغیرہ کے تلاش کی زحمت نہ ہو۔ اور پیاس و پیشاب کی ضرورت پر پریشانی و حیرانی نہ ہو۔

تین اوقات میں اہتمام و تاکید سے مسواک فرماتے

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے جاتے تو جب رات کو اٹھتے تو اور جب صبح کو جاتے (نماز کے لئے) تو مسواک فرماتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ا صفحہ ۳۰)

یہ تین اوقات مسواک کے سلسلے میں اہم ہیں۔ سوتے وقت تاکہ دانت صاف رہیں بیدار ہونے کے وقت تاکہ دانتوں کی گندگی صاف ہو جائے۔ صبح کی نماز کے وقت تاکہ نماز کے وقت مسواک کی فضیلت حاصل ہو۔

بسا اوقات رات کی نمازوں کے درمیان مسواک فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے اور مسواک فرماتے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر مسواک فرماتے۔

(ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۶۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھ کو سہولت ہوتی تو میں ہر رکعت پر مسواک نہ چھوڑتا۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۹۸)

فائدہ: کشف الغمہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں دو رکعت پڑھتے پھر مسواک فرماتے اسی طرح بار بار کیا۔ (صفحہ ۴۶)

فائدہ: علامہ عینی نے لکھا ہے کہ رات کی ہر رکعت کے درمیان مسواک مستحب ہے۔ (البنایہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۸)

اور یہ اس وجہ سے ہے کہ نظافت کامل کے ساتھ تہجد کی نماز میں مناجات کا شرف حاصل ہو۔

نماز تہجد سے پہلے وضو میں مسواک فرماتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو دانتوں میں مسواک فرماتے۔ (بخاری صفحہ، مسلم، صفحہ ۱۴۸، ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۷۰، نسائی صفحہ ۲۴۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رات میں اٹھے اور نماز تہجد پڑھے تو اسے چاہئے کہ مسواک کرے۔ (البنایہ صفحہ ۱۴۸)

حضرت فضل کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی رات میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے مسواک ضرور فرماتے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۲۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا نیند سے جب بیدار ہوئے تو پانی لیا اور مسواک کیا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: "ان فی خلق السموات" سے "اولی الالباب" تک پھر وضو کیا مصلی پر تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھ پھر بستر پر گئے اور سو گئے جب تک خدا نے چاہا پھر بیدار ہوئے تو...... (مسواک لیا وضو کیا اور نماز پڑھ پھر بستر پر چلے گئے پھر اٹھے اسی طرح کیا جیسے پہلے کیا تھا) مسواک کیا وضو کیا اسی طرح بار بار مسواک کرتے پھر نماز پڑھتے۔ (ابوداؤد، مسلم)

فائدہ: رات میں نماز تہجد سے قبل مسواک کرنا سنت ہے ایک نظافت کے لئے کہ دربار خداوندی کے خاص وقت میں حاضر ہونا ہے دوم اس وجہ سے کہ مسواک کی فضیلت حاصل ہو جائے نماز کا ثواب ستر گنا زائد فرشتوں

کی حاضری وغیرہ دیگر فضائل حاصل ہو جائیں۔

رات کو اٹھنے کے بعد مسواک ضرور فرماتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بیدار ہوتے تو مسواک فرماتے۔ (مسلم صفحہ ۱۲۷، نسائی صفحہ ۵)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں جب بھی بیدار ہوتے تو مسواک فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں آرام فرماتے پھر بیدار ہوتے تو مسواک فرماتے، وضو فرماتے، وتر پڑھتے۔ (مسند احمد صفحہ ۱۲۳)

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں بیدار ہوتے تو بریدیہ جاریہ سے مسواک منگواتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۱، مطالب جلد ۱ صفحہ ۲۲)

فائدہ: رات میں خصوصاً سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا بہت ہی ضروری ہے منہ اور دانت گندے اور بدبودار ہو جاتے ہیں محدثین کرام نے باب قائم کیا ہے "السواك عند الاستيقاظ عند النوم" جس سے اشارہ ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کا اہتمام کرنا مسنون ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ رات میں معدے کے فاسد بخارات منہ کی جانب آتے ہیں جس سے منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس لئے مسواک کی ضرورت ہوتی ہے۔ (عمدہ جلد ۳ صفحہ ۱۸۶)

رات میں کئی کئی مرتبہ مسواک فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں دو، تین مرتبہ مسواک فرماتے۔
(طبرانی تلخیص الحبیر)

حضرت خزیمہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں کئی کئی مرتبہ مسواک فرماتے۔
(کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۴۶۲، مطالب عالیہ صفحہ ۱۲۲)

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں چار مرتبہ مسواک فرماتے۔

فائدہ: چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت نظیف الطبع تھے ادھر تہجد میں مناجات الٰہی کا شرف حاصل ہوتا، حضرات ملائکہ کی آمد کا شرف حاصل ہوتا اس لئے آپ بار بار مسواک فرماتے۔ مزید ذرا بھی دانت میں کچھ محسوس ہوتا تو کمال نظافت کی وجہ سے مسواک فرماتے۔

مسواک جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوم ہوا کہ دن رات فرماتے تھے رات یا صبح کوئی قید نہیں۔ بسا

اوقات رات میں کئی کئی مرتبہ فرماتے لوگوں کو بھی دانت صاف اور نظیف رکھنے کی تاکید فرماتے۔ مجلس میں گندے دانتوں والا کوئی شخص حاضر ہوتا تو اسے مسواک کی تاکید فرماتے۔ ادھر آپ کا مزاج نظیفانہ ادھر حضرت جبرئیل کی تاکید۔ جس کی وجہ سے آپ اس کثرت سے مسواک کا اہتمام کرتے اور فرماتے مجھے دانتوں پر، اپنے داڑھ پر اندیشہ ہوگیا کہ گر نہ جائے چھل نہ جائے۔ دن رات سفر میں حضر میں مسواک کا اہتمام رکھتے سوتے تو سرہانے رکھتے اہل علم نے چند اوقات اور احوال میں اس کی خصوصیت سے تاکید کی ہے۔

کس وقت خصوصیت کے ساتھ مسواک کرے

علامہ عینی نے البنایہ میں لکھا ہے کہ ان اوقات و احوال میں خاص کر کرے نماز کے وقت، تلاوت کے وقت، نیند کے بیدار ہونے کے وقت، منہ کے گندے ہونے کے وقت، رات میں ہر دو رکعت کے درمیان، جمعے کے دن، سونے سے قبل، وتر کے بعد، سحر کے وقت۔ (بنایہ صفحہ ۱۴۹، عمدہ جلد ۶ صفحہ ۱۸۲)

علامہ نووی نے شرح مسلم میں یہ پانچ اوقات بیان کئے ہیں۔

1. نماز کے وقت۔
2. وضو کرتے وقت۔
3. قرآن کی تلاوت کے وقت۔
4. نیند کے بیدار ہونے کے بعد۔
5. منہ کے مزہ بدلنے کے وقت۔ (شرح مسلم صفحہ ۱۲۷)

علامہ عبدالحئی نے یہ پانچ مواقع بیان کئے ہیں:

1. جب کہ دانت زرد اور پیلے ہوں۔
2. منہ کا مزہ بدل جائے۔
3. سو کر اٹھنے کے بعد۔
4. وضو کے وقت۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۶)

مراقی الفلاح میں ہے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت لوگوں کے اجتماع کے وقت اور حدیث پاک پڑھتے وقت مسواک مستحب ہے۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح جلد ۱ صفحہ ۳۷)

علامہ نووی نے ذکر کیا ہے ایسی چیز کے کھانے کے بعد مسواک جس سے منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہو۔ (صفحہ ۱۲۷)

جیسے پیاز لہسن اور مولی کھانے کے بعد کہ اس سے منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بیڑی سگریٹ

وغیرہ مکروہات کے استعمال کے بعد اور ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کی بدبو سے انسان اور فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے۔

مسواک کے چند مسنون مقامات کا ذکر

علی الصباح بوقت سحر مسواک کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مرفوع روایت ہے کہ میری امت کے لئے اگر مشقت کی بات نہ ہوتی تو میں سحر کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ (اتحاف جلد۲ صفحہ ۳۵۰)

فائدہ: ادھر بیداری کے بعد منہ کی گندگی ادھر مناجات الٰہی کا وقت اس لئے اس وقت مسواک ضرور کرے۔

فجر اور ظہر سے قبل مسواک

امیر المؤمنین عبداللہ بن مبارک نے حضرت عروہ کے متعلق ذکر کیا ہے کہ وہ دو مرتبہ (وقت) فجر اور ظہر سے قبل (اہتمام سے مسواک فرماتے)۔

فائدہ: اول رات کو سونے کے بعد دوسرا دوپہر کو سونے کے بعد۔ منہ کو صاف کرنے کے لئے مسواک کرنا صحت کے اعتبار سے ضروری ہے۔

صبح کی نماز کے لئے جاتے تو مسواک فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب صبح کی نماز کے لئے جاتے تو مسواک فرماتے اور یہ کہتے کہ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۶۹)

فائدہ: خیال رہے کہ یہ مسواک تہجد کے وقت اور سو کر اٹھنے کے وقت کے علاوہ ہے صبح کی نماز کو جاتے ہوئے تا کہ نماز کے وقت نظافت کامل حاصل ہو۔

سونے کے لئے جاتے تو مسواک فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ سونے کے لئے جاتے تو مسواک کرتے۔

محرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ سوتے جب تک مسواک نہ فرماتے۔

فائدہ: سونے سے قبل دانت کی صفائی صحت کے لئے اور منہ و دانت کے لئے بہت اہم ہے ایسا نہ ہو کہ دانت میں ذرہ رہ جائیں اور اس سے منہ خراب ہو جائے۔

کھانا کھانے سے قبل اور بعد میں بھی مسواک

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت تک کھانا نہ کھاتے جب تک مسواک نہ فرما لیتے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی حدیث "لو لا ان اشق" کونقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ میں سونے سے قبل بھی اور بعد بھی اور کھانا کھانے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی مسواک کرتا ہوں۔ جب سے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (مسواک کے بارے میں)۔

فائدہ: کھانے سے قبل تو کمال نظافت کے لئے ہے اور بعد میں اس لئے تاکہ کھانے کے ذرات اور اس کا مزہ منہ کو خراب نہ کردے اور چکنائی دور ہو جائے۔

وفات کے وقت بھی مسواک کا اہتمام

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (وفات کے موقع پر) حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے حضرت عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں ایک تر شاخ تھی جس سے وہ مسواک کررہے تھے۔ آپ نے اس کی جانب دیکھنا شروع کردیا۔) آپ مسواک کی خواہش اور تمنا کررہے تھے) تو میں نے اس سے مسواک لیا اور اس کو چبایا اور صاف کرکے آپ کو دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنے لگے۔ (بخاری صفحہ ۶۴۰، عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۸۵)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں (مرض وفات کے موقع پر) حضرت عبدالرحمٰن تشریف لائے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ میرے سہارے ٹیک لگائے تھے۔ میں نے دیکھا آپ عبدالرحمٰن کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی آپ مسواک چاہ رہے ہیں تو میں نے آپ سے پوچھا کیا میں آپ کے لئے مسواک لے لوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر سے اشارہ کیا ہاں۔ میں نے لے کر آپ کو دے دیا۔ آپ سخت تکلیف میں تھے، میں نے کہا میں اسے نرم کردوں۔ آپ نے سر سے اشارہ کیا ہاں۔ تو میں نے نرم کر دیا، آپ اسے دانتوں پر ملنے لگے۔ (بخاری صفحہ ۶۴)

کشف الغمہ میں ہے کہ: "استاك صلی اللہ علیه وسلم فی مرض موته بجدیدة رطبة" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں تر شاخ سے مسواک کیا۔ صفحہ ۴۷، حافظ نے تلخیص میں بیان کیا ہے کہ مستدرک حاکم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسواک جو عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں تھا پیلو کا تھا۔

(تلخیص جلد ۱ صفحہ ۸۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسواک اور نظافت کا آپ کو کتنا اہتمام تھا کہ جان کنی کی حالت میں بھی نہیں چھوڑا اور مسواک فرما کر دعاء کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ لہٰذا مرض الموت میں جب احساس ہو جائے وقت موعود کا تو مسواک اور وضو سے نظافت حاصل کرے۔ اس سے روح نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ چنانچہ شرح الصدور میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علماء کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ مسواک سے روح نکلنے میں

سہولت ہوتی ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۵)

علامہ شامی نے بھی ردالمحتار میں لکھا ہے کہ مسواک سے روح نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ (الشامی جلد ۱ صفحہ ۱۱۵)

مسواک کی عادت سے موت کے وقت کلمہ شہادت

ملا علی قاری نے مشکوۃ المصابیح کی شرح میں بیان کیا ہے کہ مسواک میں ستر فوائد ہیں۔ ادنیٰ درجہ کا فائدہ یہ ہے کہ موت کے وقت کلمہ شہادت یاد آنے کا باعث ہے۔ اس کے بالمقابل افیم میں ستر نقصانات ہیں۔ سب سے اقل درجہ یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت یاد نہیں آتا ہے۔ (یہی حال ہر نشیلی اشیاء کا ہے)۔

(مرقات المفاتیح صفحہ ۳۰۱، اوجز السالک شرح موطا صفحہ ۳۶۸)

نہر الفائق میں ہے کہ مسواک میں تیس سے زائد فوائد و منافع ہیں۔ سب سے ادنی فائدہ تو یہ ہے کہ دانتوں کی گندگی دور ہوتی ہے۔ اور سب سے اعلیٰ درجہ کا فائدہ یہ ہے کہ مرتے وقت اس سے (یعنی اس کی عادت سے) کلمہ شہادت یاد آجاتا ہے۔ (شامی مصری جلد ۱ صفحہ ۱۱۵)

مسجد میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کو ساتھ رکھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بھی مسواک اور کنگھی کو رکھتے، جدا نہ فرماتے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۷)

حالت احرام میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں مسواک فرماتے؟ انہوں نے کہا: ہاں! (سنن کبریٰ جلد ۵ صفحہ ۹۵)

ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ حالت احرام میں مردوں اور عورتوں دونوں کو مسواک کرنا مستحب ہے۔ امام محمد اور امام ابوحنیفہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۴)

حالت سفر میں بھی مسواک کا اہتمام فرماتے اور ساتھ رکھتے

ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حج بیت اللہ یا جہاد کا سفر جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا تو اس میں کیا سامان سفر میں ساتھ ہوتا؟ انہوں نے کہا، سفر کا سامان تیل، کنگھی، آئینہ، قینچی، سرمہ دانی اور مسواک ہوتا تھا۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۷۱)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے تو مسواک کنگھی سرمہ دانی ساتھ رکھتے۔ (تلخیص جلد ۱ صفحہ ۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے تو مسواک سفر میں لے

جاتے۔ (العنایہ صفحہ ۱۴۶)

خالد بن معدان کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں مسواک ساتھ رکھتے تھے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۸۳)

فائدہ: مسواک کا آپ اتنا اہتمام فرماتے کہ سفر میں کبھی مسواک وقت پر نہ ملے تو پہلے سے مسواک سامان سفر میں رکھ لیتے، چنانچہ سنت ہے کہ سامان سفر میں مسواک بھی رکھے کہ بسا اوقات سفر میں مسواک نہ ملنے کی وجہ سے اس کے فضائل اور فوائد سے محرومی ہو جاتی ہے۔

حضرات صحابہ کرام کس قدر مسواک کا اہتمام رکھتے

زید بن خالد جہنی کے متعلق ہے کہ وہ مسواک کو کان پر جس طرح منشی اور کاتب قلم رکھے رہتا ہے رکھے رہتے تھے۔ عبادہ ابن صامت کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام اپنے کانوں پر مسواک رکھے رہتے تھے۔

(ابن شیبہ صفحہ ۱۶۸)

حضرات صحابہ کرام کو مسواک کا اس کی تاکید اور فضیلت کے پیش نظر بڑا اہتمام تھا۔ حضر میں اپنے کانوں میں رکھتے تھے، اور جہاد کے موقع پر تلوار کے قبضہ اور دستہ میں لگائے رہتے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسواک کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہئے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ جب وہ سونے جاتے، سو کر اٹھتے، صبح کے وقت مسواک کرتے رہتے۔ ان سے ابو عتیق نے کہا آپ اپنے کو بہت مشقت میں ڈالتے ہیں۔ مسواک کی وجہ سے تو انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت اسامہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کو اہتمام سے) اسی طرح فرماتے۔ (ابن ابی شیبہ)

عمامہ کے پیچ میں بھی مسواک رکھتے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کرام عمامہ کے اندر بھی پیچ میں مسواک لگائے رکھتے چونکہ اس زمانہ میں ہماری دور کی طرح جیب و پاکٹ نہ تھا۔ (شامی صفحہ ۱۱۵، مصری)

تلوار کے دستہ میں مسواک لگائے رکھتے

واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اپنے مسواک کو تلواروں کے دستہ میں اور عورتیں اپنے دوپٹہ میں لگائے رکھتی تھیں۔ (اتحاف الخیرہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۴)

صحابہ کرام کانوں میں مسواک لگائے رکھتے تھے

صالح بن کیسان کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب چلتے پھرتے رہتے تھے اور کانوں میں مسواک رکھے رہتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کو ہر وقت ساتھ رکھے تاکہ جہاں کبھی وضو کی ضرورت ہو مسواک کے

ساتھ وضو کرے، یہ نہیں کہ گھر چھوڑ دے ورنہ بسا اوقات مسواک کے بغیر وضو کرنے کی نوبت آ جائے گی، لہٰذا مسواک اپنے جیب میں رکھے، جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی اسی طرح رکھنا مروی ہے۔ (البنایہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۰)

اس زمانہ میں کرتوں میں جیب اور پاکٹ رائج ہے لہٰذا جیب اور پاکٹ میں رکھے۔

مسواک نہ کرنے کی وجہ سے دانتوں کے پیلے ہونے پر زجر و توبیخ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے آتے تھے اور وہ مسواک کئے ہوئے نہ تھے تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے تم پیلے پیلے دانتوں کے ساتھ چلے آتے ہو۔ مسواک نہیں کرتے۔ اگر کلفت و مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو اپنی امت پر مسواک فرض کر دیتا جیسا کہ وضو۔

(مجمع الزوائد السعایہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۳)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسواک نہ کرنے والوں سے فرمایا) کیا حال ہے تمہارا، تم پیلے دانتوں کے ساتھ ہمارے پاس (مجلس میں) چلے آتے ہو۔ مسواک کیا کرو۔ اگر اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو ہر وضو و غسل کے موقع پر مسواک کو لازم قرار دیتا۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۱۸، سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۶)

حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ دو شخص آپ کی خدمت میں آئے آپ نے ان کے منہ میں بو محسوس کیا تو فرمایا کیوں نہیں مسواک کیا کرتے ہو۔ (تلخیص صفحہ ۸۰)

فائدہ: دانتوں کے میل اور اس کی زردی سے آپ کو اور اہل مجلس کو اذیت ہوتی۔ اور خود اس شخص کے لئے بھی بری اور نظافت کے خلاف بات ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کو مسواک کی تاکید فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل مجلس کو نامناسب امور پر متنبہ کیا جا سکتا ہے۔

گندے منہ والے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا حکم فرماتے

کشف الغمہ میں ہے "کان صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا وجد جلیسہ متغیر الفم یامرہ بالاستیاك"، **ترجمہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی مجلس میں بیٹھنے والوں میں سے کسی کو بودار منہ والا پاتے تو اس کو مسواک کا حکم فرماتے۔ (صفحہ ۴۷)

یا تو اسی وقت آپ مسواک کا حکم دیتے اور وہ اٹھ کر جاتا اور مسواک کرتا۔ یا آپ ان کو مسواک کی تاکید فرماتے کہ تمہارا منہ یا تمہارے دانت صاف نہیں ہیں تم مسواک کیا کرو۔ اسی طرح نہ کھانے کی وجہ سے منہ میں بو پیدا ہو جاتی تو مسواک کا حکم دیتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۴۱)

اس سے معلوم ہوا کہ بڑے چھوٹے کو دیکھیں۔ اساتذہ و مشائخ اپنے طلباء اور وابستہ لوگوں کو مسواک میں

کوتاہ پائیں تو ان کو صاف صاف مسواک کی تاکید کریں۔

افسوس کہ آج اہل علم وفضل کی جماعت میں اس کا اہتمام ہی چھوٹ رہا ہے۔ اس کی جگہ پیسٹ منجن استعمال کرتے ہیں۔ کوئی حرج نہیں، وہ پیسٹ اور منجن بھی استعمال کریں اس کے ساتھ نماز کے اوقات میں مسواک کا اہتمام رکھیں۔

عورتوں کے لئے بھی مسواک مسنون

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرماتے، پھر مجھے مسواک دیتے تاکہ میں دھودوں، تو میں مسواک کرنے لگ جاتی پھر دھوتی اور آپ کو دیتی۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۹، مشکوٰۃ صفحہ ۴۵، ابوداؤد)

فائدہ: دیکھئے اس میں حضرت عائشہ کے مسواک کرنے کا ذکر ہے، اگر عورتوں کے حق میں بہتر نہ ہوتا تو آپ ضرور فرمادیتے کہ تمہارے لئے یہ بہتر نہیں فلاں بہتر ہے۔ یزید بن الاصم کہتے ہیں کہ حضرت میمونہ زوجہ مبارک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مسواک صاف پانی میں رکھتی تھی۔ کسی کام یا نماز سے فارغ ہوتیں تو مسواک شروع کر دیتیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

عورتیں بھی مردوں کی طرح مسواک کا اہتمام رکھتیں

واثلہ بن الاسقع کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام تلوار کے دستوں میں مسواک باندھ دیا کرتے تھے۔ اور عورتیں اپنی چادروں اور دوپٹوں میں باندھ کر رکھتیں تھیں۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۲۲)

فائدہ: خیال رہے کہ جس طرح مردوں کے لئے مسواک سنت ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی سنت ہے ہاں بعض لوگوں نے عورتوں کے ضعف اسنان ولثہ کی وجہ سے ان کے حق میں مناسب نہیں مانا۔ سو ممکن ہے کہ بعض دیار کی عورتوں کے دانت یا مسوڑھے مسواک کی رگڑ کو برداشت نہ کرتے ہوں۔ مگر ہمارے دیار میں تو عورتیں مسواک کرسکتی ہیں چنانچہ رمضان میں اس کا خاص اہتمام افطاری سے قبل عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ اور روایت میں حضرت عائشہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسواک کرنا منقول ہے جیسا کہ گزرا اور عورتوں سے مسواک کا اہتمام بھی ثابت ہے، لہٰذا عورتوں کے لئے بھی مسواک مسنون ہے۔

روزہ کی حالت میں بھی مسواک سنت ہے

حضرت عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں شمار نہیں کرسکتا کس کثرت سے روزہ کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسواک فرماتے ہوئے دیکھا۔ (مسلم، ابن ماجہ صفحہ، مسند طیالسی صفحہ ۱۸۷)

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں مسواک فرماتے۔ (تلخیص الحبیر کشف النقاب صفحہ ۳۵۹)

عامر بن ربیعہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے روزہ کی حالت میں آپ ﷺ کو مسواک فرماتے ہوئے دیکھا۔ (ابوداؤد ۲۳۶۴، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

روزہ دار کے لئے مسواک اچھی عادت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ روزہ دار کے لئے مسواک اچھی عادت ہے۔

(دار قطنی صفحہ ۲۰۳، ابن ماجہ ۱۶۷۷)

عکرمہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم آپ ﷺ نے روزہ کی حالت میں نرم شاخ سے مسواک کیا ہے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۱)

روزہ کی حالت میں ہر وقت مسواک کی اجازت

ابواسحٰق کہتے ہیں کہ میں نے عاصم احول سے پوچھا کہ روزہ دار مسواک کرسکتا ہے انہوں نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا، تر یا خشک، کہا ہر ایک۔ پھر پوچھا دن کے شروع میں یا آخر میں، انہوں نے کہا ہاں دونوں وقت۔ پھر میں نے پوچھا آپ نے کس سے معلوم کیا، انہوں نے کہا حضرت انس بن مالک سے انہوں نے حضرت نبی پاک ﷺ سے۔ (دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں دن کے آخر شام کے وقت مسواک کرتے تھے۔ (نصب الرایہ)

حضرت ابن عمر وانس رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ حضرات فرماتے تھے کہ روزہ دار صبح شام مسواک کرے (کشف الغمہ ۴۶)

فائدہ: روزہ کی حالت میں مسواک کرنا سنت ہے۔ یہ آپ ﷺ سے ثابت ہے اس لئے ان احادیث مذکورہ کے پیش نظر کسی وقت بھی مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ مسواک کے علاوہ منجن وغیرہ مکروہ ہے۔

جمعہ کے دن مسواک کے اہتمام کا حکم اور تاکید

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس پر میں گواہ ہوں۔ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر لازم ہے۔ اور یہ کہ مسواک کرے۔ خوشبو لگائے، اگر اس کے پاس ہو۔ (بخاری صفحہ ۱۲۱)

حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر بالغ پر جمعہ کا غسل لازم ہے اور مسواک اور خوشبو جس مقدار میں پالے۔ (نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۰۴)

جمعہ مسلمانوں کی عید ہے مسواک کا اہتمام کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جمعہ کا دن

مسلمانوں کے لئے عید کا دن بنایا ہے، لہٰذا جمعہ آ جائے تو غسل کرو، خوشبو ہو تو خوشبو لگاؤ اور مسواک کرنا بھی تم پر ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۷، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جمعہ کے دن غسل کرتا ہے، مسواک کرتا ہے، اچھے کپڑے پہنتا ہے، اپنے گھر سے خوشبو لگاتا ہے، پھر مسجد آتا ہے اور سلام کرتا ہے، اور لوگوں کی گردنوں کو نہیں پھاندتا ہے، اور نماز پڑھتا ہے، اور امام نکلتا ہے (نماز پڑھانے کے لئے) تو خاموش ہو جاتا ہے، تو اس کے لئے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے گناہ کے معافی کا باعث بنتا ہے۔ (مسند طیالسی مرتب جلد ۱ صفحہ ۱۴۲)

فائدہ: ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ جمعہ کے دن خصوصیت سے مسواک کا اہتمام کرنا سنت اور ثواب کا باعث ہے لیکن افسوس کہ کپڑوں کا تو اہتمام ہوتا ہے مگر مسواک کا بالکل اہتمام امت سے جاتا رہا۔

مسواک دانتوں کی چوڑائی میں فرماتے

نہر کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دانتوں کی چوڑائی میں (دائیں سے بائیں، بائیں سے دائیں) مسواک فرماتے۔ اور اسے چوستے۔ (بیہقی، السعایہ صفحہ ۱۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کو دانتوں کی چوڑائی میں کرتے لمبائی میں نہ کرتے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۸۵، ابونعیم، السعایہ صفحہ ۱۱۴)

ربیعہ بن اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک دانتوں کی چوڑائی میں فرماتے تھے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۴۰)

عطا ابن ابی رباح کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مسواک کرو تو دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرو۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۰، مراسیل ابوداؤد صفحہ ۵، اتحاف السادہ صفحہ ۳۵۱۰، السعایہ صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: بیشتر علماء محققین نے مسواک کو عرضاً دانتوں کی چوڑائی میں یعنی دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں کرنا ہی مسنون و مستحب لکھا ہے اور عرضاً اسے منع کیا ہے۔ چنانچہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ایک جماعت نے طولاً اوپر سے نیچے کرنا مکروہ قرار دیتے ہوئے اس کا باعث مسوڑھے کو چھیلنا نقصان پہنچانا لکھا ہے۔ علامہ ابن نجیم نے بھی بحر میں ایک قول لکھا ہے کہ لمبائی میں مسواک نہ کرے اس کے دانت کے گوشت چھل جاتے ہیں۔

(بحر الرائق صفحہ ۲۱)

اس کے برخلاف بعضوں نے طولاً کی بھی اجازت دی ہے۔ چنانچہ امام غزالی نے احیاء میں لکھا ہے کہ طولاً و عرضاً دونوں کرے اس کی شرح اتحاف میں ہے کہ حدیث پاک میں جو "یشوص فاہ" ہے "کان یشوص فاہ بالسواک" اس کا ایک مطلب مسواک کو طولاً کرنا بھی ہے لہٰذا اس سے بھی طول ثابت کیا جا سکتا ہے اتحاف

السادہ میں صفحہ ۲۵۰ میں ہے کہ ابن درید نے یشوص کے معنی اوپر سے نیچے کی طرف لیا ہے۔ سعایہ میں حلیۃ المحلی کے حوالے سے ہے کہ دانتوں میں تو عرضاً کرے اور زبان میں طولاً کرے۔ تا کہ دونوں احادیث پر عمل ہو جائے۔ (السعایہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۸)

علامہ عینی نے بھی ایک قول طولاً نیچے سے اوپر کی جانب کرنا لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۸۶)

حافظ نے فتح الباری میں مسند احمد کی روایت "یستن الی فوق" مسواک طولاً کو بھی مشروع قرار دیا ہے۔ (فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۳۵۶)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام الحرمین مسواک کو طولاً و عرضاً دونوں کرتے تھے۔ (عمدہ جلد ۶ صفحہ ۱۸۱)

زبان مبارک پر بھی مسواک فرماتے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ زبان مبارک پر مسواک فرما رہے تھے۔ (النہایہ صفحہ ۱۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری لینے کے لئے تشریف لائے تو آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی زبان پر مسواک فرما رہے ہیں۔ ان کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو مسواک فرماتے ہوئے دیکھا اور آپ اپنی مسواک کو زبان کے کنارے رکھے ہوئے تھے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۳)

مسند احمد میں ہے کہ مسواک کا کنارہ آپ کی زبان مبارک پر تھا اور آپ اوپر کی جانب مل رہے تھے۔ (تلخیص الحبیر جلد ۱ صفحہ ۷۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کو زبان پر بھی پھیرنا چاہئے۔ علامہ عبدالحئی فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ زبان پر مسواک طولاً کرے۔ اور بہر حال دانتوں پر تو عرضاً بہتر ہے۔ (صفحہ ۱۱۴)

علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ مسواک دانتوں پر بھی کرے اور زبان پر بھی ملے۔ (نہایہ صفحہ ۱۴۹)

صاحب منہل نے بھی لکھا ہے کہ حدیث سے زبان پر طولاً اور دانتوں پر عرضاً مسواک کرنا ثابت ہے۔ (منہل جلد ۱ صفحہ ۱۷۸)

طحطاوی علی المراقی میں ہے کہ زبان کے اوپر بھی ملے۔ (صفحہ ۳۸)

حافظ ابن حجر بھی لکھتے ہیں بہر حال زبان پر مسواک لمبائی میں ملے جیسا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے جس کا ذکر صحیحین میں ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں مسواک دانتوں پر چوڑائی میں کرے اور زبان میں طولاً کرے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

بہتر اور افضل مسواک کون سی ہے؟

پیلو

ابوخیرہ صحابی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیلو کا مسواک دیتے ہوئے فرمایا پیلو کا مسواک کیا کرو۔
(عمدہ جلد۶ صفحہ۱۸۱، البنایہ تلخیص الحبیر جلد۱ صفحہ۲۸)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ آپ پیلو کا مسواک فرماتے تھے۔ اگر یہ مل جائے تو بہتر ہے۔ علامہ زبیدی نے شفا کے حوالے سے لکھا ہے کہ پیلو کی مسواک افضل ہے۔ خواہ جڑ کی ہو یا شاخ کی۔ (اتحاف جلد۲ صفحہ۱۵۰)

علامہ عینی نے عمدہ القاری میں لکھا ہے کہ پیلو کا مسواک مستحب ہے۔ علامہ نووی نے بھی اسے مستحب لکھا ہے۔ (شرح مسلم صفحہ۱۲۷)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ افضل پیلو ہے پھر زیتون۔ (صفحہ۱۱۵)

منہل میں بھی ہے پیلو کے بعد زیتون کا مسواک افضل ہے۔ (منہل جلد۱ صفحہ۱۶۷)

زیتون

پیلو کے بعد زیتون کا مسواک بہتر ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کیا ہی بہترین مسواک زیتون کے مبارک درخت کا ہے۔ یہ مسواک ہمارا اور ہم سے قبل تمام انبیاء کرام کا ہے جو ہم سے پہلے گزرے ہیں۔ (عمدہ صفحہ۱۸۱، کنز العمال تلخیص الحبیر صفحہ۸۲، السعایہ صفحہ۱۱۳)

حضرت معاذ کی ایک روایت میں ہے کہ کیا ہی بہترین مسواک زیتون کے مبارک درخت کا ہے۔ منہ کو خوشگوار بناتا ہے، بدبو زائل کرتا ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد۱ صفحہ۸۳، سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ۲۷)

علامہ شامی نے بیان کیا: پیلو کے بعد افضلیت میں دوسرے نمبر پر زیتون ہے۔ (جلد۱ صفحہ۱۱۵)

کھجور کی نرم شاخ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اگر پیلو کی مسواک نہ مل سکے تو پھر کھجور کی نرم شاخ سے مسواک بنانا بہتر ہے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ۸۲)

ہر اس درخت سے جس کا مزہ کڑوا ہو مگر زہریلا نہ ہو

پیلو، زیتون، کھجور کی نرم شاخ کے علاوہ ہر اس درخت سے مسواک بنانا بہتر ہے جس کا مزہ ذرا کڑوا کسیلا ہو مگر زہریلا نہ ہو جیسا کہ شرح احیاء میں ہے۔ (صفحہ۳۵۰)

ملا علی قاری نے بھی مرقات میں بیان کیا ہے کہ بڑے درخت کی ٹہنی سے مسواک حاصل کرے۔ (صفحہ۳۰۰)

صاحب منہل نے عینی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ کڑوے درخت سے مسواک کرے۔ (جلد ا صفحہ ۱۸۹)

جیسے نیم، ببول وغیرہ۔

پیلو کا مسواک سنت ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیلو کا مسواک توڑتا۔

(تلخیص الحبیر صفحہ ۶۷، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۶، ابویعلی)

حضرت ابوخیرہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے پیلو کی مسواک مرحمت فرمائی، اور فرمایا: پیلو کی مسواک کیا کرو۔ (البنایہ صفحہ ۱۴۷)

ابوزید الغافقی فرماتے ہیں کہ مسواک کی تین قسم ہیں:

1. پیلو۔
2. زیتون یا اس طرح کا کوئی درخت ہے۔
3. بطم (عرب میں کوئی درخت ہوتا تھا)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابوخیرہ صحابی سے نقل کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پیلو کا مسواک فرماتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر پیلو کا مسواک مل جائے تو بہتر ہے ورنہ تو کھجور کی نرم شاخ کا مسواک بنائے۔ اگر یہ بھی نہ مل سکے تو پھر جو آسانی سے مل سکے۔ (تلخیص صفحہ ۸۲)

شفا میں ہے کہ افضل مسواک کا پیلو ہے خواہ اس کی جڑ سے ہو یا شاخ سے ہو۔ البتہ آج کل جو پیلو کا مسواک دستیاب ہے وہ پیلو کی جڑ ہوتی ہے۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۳۵۰)

علامہ نووی نے بھی پیلو کو منتخب کیا ہے۔ پیلو زیتون کے علاوہ پھر اس درخت کی شاخ سے مسواک حاصل کرے جس کا مزہ کڑوا ہو۔ جیسے سعدانتہ۔ (اتحاف صفحہ ۳۵۰، شرح مسلم صفحہ ۱۲۷)

اور ہندوستان اور جہاں نیم کا درخت ہوتا ہے وہاں نیم کا مسواک بہتر ہے۔ اس کا مسواک بڑے فوائد کا حامل ہے۔

مسواک کرتے وقت کیا نیت کرے

امام غزالی نے لکھا ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ نیت کرے کہ منہ صاف کرتا ہوں تلاوت پاک اور خدا کے ذکر کے لئے۔ اس کی شرح احیاء میں ہے کہ محض ازالہ گندگی کی نیت نہ کرے، بلکہ تلاوت و ذکر کی نیت کرے تا کہ اس کا بھی ثواب ملے۔ (شرح احیاء صفحہ ۳۴۸)

مسواک کرتے وقت کیا دعا کرے

علامہ عینی نے البنایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ مسواک کے وقت یہ دعا کرے:

"اللهم طهرفمي ونور قلبي وطهر بدني وحرم جسدي على النار وادْخِلني برحمتك في عبادك الصالحين" (صفحہ ۱۵۰، السعایہ صفحہ ۱۱۸، عمدۃ صفحہ ۱۸۱)

ترجمہ: "اے اللہ میرے منہ کو پاک اور قلب کو منور فرما۔ میرے بدن کو پاک فرما میرے جسم پر جہنم کو حرام فرما اور اپنے فضل سے مجھے صالحین میں شامل فرما۔"

اتفاقاً مسواک نہ ہو تو انگلی مسواک کے قائم مقام ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: انگلی مسواک کے قائم مقام ہے۔ یعنی مسواک نہ رہنے پر انگلی سے کام لیا جا سکتا ہے۔ (سنن صفحہ ۴۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ نے مسواک کی بڑی رغبت و تاکید فرمائی ہے کیا اس کے نہ رہنے پر کچھ ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تمہاری انگلی وضو کرتے وقت مسواک ہے اسے اپنے دانتوں پر رگڑو۔ (سعایہ صفحہ ۱۱۷، سنن کبریٰ صفحہ ۱۴، بنایہ صفحہ ۱۵۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ برتن میں پانی منگوایا (وضو کا طریقہ دکھانے کے لئے) چہرہ دھویا، اپنی ہتھیلیوں کو دھویا، کلی کیا اور اپنی انگلی کو منہ میں ڈالا (یعنی مسواک نہ ہونے پر انگلی سے دانتوں کو رگڑا)۔

(السعایہ صفحہ ۱۱۷، نیل الاوطار صفحہ ۱۰۶)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب وضو کرتے اپنے منہ کو انگلی سے رگڑتے۔

(نیل الاوطار صفحہ ۱۰۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اگر مسواک سے منہ میں کچھ ہو جائے تو پھر کیا کرے آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پوچھا کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا منہ میں انگلی ڈال کر رگڑے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۰، بنایہ صفحہ ۱۵۰)

عوف مزنی کی روایت ان کے دادا سے ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: اگر مسواک نہ ہو تو انگلی مسواک کے قائم مقام ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۰)

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انگشت شہادت اور انگوٹھے سے ملنا بھی مسواک ہے (السعایہ ۱۱۷)

فائدہ: اتفاقاً اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانتوں کو مثل مسواک کے ملنا اور رگڑ لینا چاہئے یہ بھی مسواک کے قائم مقام ہے مگر یہ اس وقت ہے کہ جب مسواک نہ ہو اگر ہو یا مسواک کا عادی نہ ہو عموماً اس کا اہتمام نہ رکھتا ہو تو

انگلی سے مسواک کا ثواب نہیں ملے گا، تمام فقہا اور محدثین نے مسواک نہ ہونے پر انگلی سے ملنا ذکر کیا ہے۔

(شرح مسلم صفحہ، طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۸، بحر الرائق صفحہ ۲۱، الشامی صفحہ ۱۱۵)

ذکر فی الکافی لا یقوم الاصبع مقام الخشة عند وجودها.

کس قسم کی مسواک سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے

ضمرہ بن حبیب سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ریحان کی لکڑی کے مسواک سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا کہ یہ جذام کی رگ کو ابھارتا ہے۔

(مطالب عالیہ صفحہ ۳۶۴، عمدہ صفحہ ۱۸۱، منہل صفحہ ۱۶۸، السعایہ صفحہ ۱۱۸، تلخیص الجبیر صفحہ ۳۸)

علامہ سیوطی نے المقام الوردیہ میں حضور پاک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے آبنوس (آس) سے خلال کرنے اور مسواک بنانے سے منع فرمایا ہے کہ یہ جذام کی رگوں کو ابھارتا اور حرکت دیتا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۹)

فائدہ: شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے بیان کیا ہے کہ آبنوس کی لکڑی، انجیر کی شاخ، انار کی شاخ، گلاب کی شاخ، ریحان (تلسی کی شاخ اور مہندی) کی شاخ سے مسواک کرنا صحت کے اعتبار سے مضر ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۵۰)

علامہ عبدالحئی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اکثر علماء نے انار اور ریحان کے مسواک کو منع فرمایا ہے۔ علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ انار اور بانس کا مسواک نہ کرے۔ (الرد المحتار صفحہ ۱۱۵)

مسجد میں مسواک کرنا منع ہے

جریج نے حضرت عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں مسواک کرنا مکروہ ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۳۹)

فائدہ: مسجد کی طہارت اور نظافت کا حکم ہے مسواک کرتے وقت دانتوں سے بدبو نکلتی ہے اس کے ریشے نکلتے اور گرتے ہیں بسا اوقات لعاب دہن گرتا ہے جو مسجد کی نظافت کے خلاف ہے۔ بعضوں کو دیکھا جاتا ہے کہ مسجد میں مسواک کرتے رہتے ہیں یہ ادب مسجد کے خلاف ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

مسواک کا ہدیہ دینا سنت سے ثابت ہے

ابوخیرہ الصباحی کہتے ہیں کہ میں ایک وفد کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے پیلو کا مسواک مرحمت فرمایا۔ تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے پاس تو مسواک ہے۔ لیکن میں نے آپ کے ہدیہ کو کرامۃً قبول کیا ہے۔ (مجمع صفحہ ۱۰۰، العنایہ صفحہ ۱۴۷، تلخیص الخیر صفحہ ۷۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ پیلو کا مسواک فرماتے۔ اور یہ کہ مسواک کا ہدیہ جس سے ایک سنت کی ادائیگی ہو مشروع ہی نہیں سنت ہے۔ اور مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑوں اور اکابر کی جانب سے از راہ محبت و تعلق کوئی چیز ملے اور وہ چیز گو پہلے سے اس کے پاس ہو تو انکار نہ کرے بلکہ اکراماً و احتراماً اسے حسن عقیدت سے

اور برکت کی نیت سے قبول کر لے۔ علامہ شعرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ مسواک کا ہدیہ قبول فرماتے واپس نہ فرماتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۴۱)

دوسرے کا مسواک ضرورۃً یا عقیدۃً یا محبۃً کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ مجھے مسواک دیتے کہ میں اسے دھو دوں تو میں پہلے مسواک کر لیتی پھر دھوتی۔ (بخاری)

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے مسواک اولاً کرتیں پھر دھو کر آپ ﷺ کو دے دیتیں، ایسا عقیدۃً، ومحبۃً کرتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی مسواک کو کرنا مشروع ہے، ہاں مگر دھو کر کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی آپ ﷺ نے دیکھ لیا تو فرمایا یا اے عبدالرحمٰن یہ مسواک مجھے دو۔ پس انہوں نے مجھے دے دیا تو میں نے اسے چبا کر نرم کیا، دھویا، صاف کیا پھر آپ ﷺ کو دیا۔ آپ ﷺ نے وہ مسواک کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا استعمال شدہ مسواک بھی کیا جا سکتا ہے اگر کسی کا مسواک جی کو لگے اور بھائے تو کیا جا سکتا ہے مگر ادب یہ ہے کہ اسے اچھی طرح دھو لیا جائے۔ اگر کسی کے دانت پیلے ہوں خراب ہوں یا پائریا ہو تو پھر نہ کرے۔ کہ طباً نقصان دہ ہے۔

مسواک دھو کر رکھنا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ مسواک فرماتے پھر مجھے دھونے کے لئے دیتے (کہ میں دھو کر رکھ دوں) تو میں پہلے (برکۃً) مسواک کر لیتی، پھر دھوتی اور آپ کو دے دیتی۔ (سنن کبریٰ:)

اوجز المسالک میں ہے کہ مسواک دھو کر رکھے، منہ کے تھوک وغیرہ سے مخلوط نہ رکھے۔ (صفحہ ۱۷۳، مصری)

مسواک وضو سے قبل کرے یا کلی کرتے وقت کرے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رات دن میں جس وقت اٹھتے تو وضو سے قبل مسواک فرماتے۔ (ابوداؤد، بیہقی)

مسواک کس وقت کرنے اس کے متعلق فقہاء کرام کی دونوں رائے ہے۔ نہایہ اور فتح القدیر میں ہے کہ کلی مضمضہ کرتے وقت کرے۔ کبیری نے مبسوط شیخ الاسلام سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کلی کرتے وقت کرے۔ (کبیری صفحہ ۳۳)

ملا علی قاری نے بھی ایک قول کلی کرتے وقت لکھا ہے۔ (مرقات صفحہ ۳۰۰)

اس کے برخلاف بدائع میں ہے کہ وضو کے شروع میں کرے، مجتبیٰ، کفایہ، وسیلہ، شفاء میں ہے کہ آغاز وضو میں کرے۔ (السعایہ جلد ا صفحہ ۱۱۳)

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی مستفاد ہے کہ وضو کے آغاز ہی میں مسواک کرنا مسنون ہے۔ اسی پر اسلاف و اکابرین کا تعامل ہے۔

تلاوت قرآن کے لئے مسواک کا حکم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ تمہارے منہ قرآن کے راستے ہیں اس سے قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اس لئے اسے مسواک کے ذریعہ خوب صاف کیا کرو۔ (بنایہ صفحہ ۱۴۷، ابونعیم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کو مسواک کا حکم دیا گیا تو فرمایا رسول پاک نے کہ بندہ جب مسواک کرتا ہے پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتے بھی اس کے پیچھے صف بندی کر لیتے ہیں اس کی قرأت سنتے ہیں اس سے اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ اس کے منہ میں اپنا منہ لگا دیتے ہیں (مارے اشتیاق کے) پس جو بھی اس کے منہ سے قرآن نکلتا ہے وہ سب فرشتے کے پیٹ میں چلا جاتا ہے پس تم اپنے کو صاف کیا کرو۔

(ترغیب صفحہ ۱۶۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ اسی منہ اور زبان سے کلام اللہ کی تلاوت ہوتی ہے اس لئے منہ اور زبان کو مسواک کے ذریعہ خوب صاف اور نظیف کیا کرو تا کہ اگر منہ بدبودار ہو، اس سے گندی بو آ رہی ہو تو قرآن کی آواز اس بو کے ساتھ خارج نہ ہو کہ حضرات فرشتے کلام اللہ کی تلاوت سنتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ درجہ حفظ کے طلباء کو اس کا خاص اہتمام ہونا چاہئے۔

چنانچہ تمام محدثین وفقہاء کرام نے تلاوت کے آداب میں مسواک کرنا ذکر کیا ہے۔

طلباء حفظ قرآن کے لئے مسواک کی تاکید

حفظ قرآن کے طلبائے کرام کو تو اس کا خصوصی اہتمام چاہئے۔

❶ ایک تو قرآن کی تلاوت ہمہ وقت کی وجہ سے۔

❷ مسواک سے حافظہ قوی ہوتا ہے، حفظ قرآن میں قوت حافظہ کی شدید ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ جن طلباء کا حافظہ کمزور ہوتا ہے وہ اس مسئلہ میں بڑے پریشان رہتے ہیں ان کو چاہئے کہ مسواک کا اہتمام کریں اور قوت حافظہ کی چیزیں بھی استعمال کریں۔

مسواک باعث قوت حافظہ اور دافع بلغم ہے

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مسواک کرنا حافظہ کو بڑھاتا ہے اور بلغم کو دفع کرتا ہے۔
(اتحاف السادۃ صفحہ ۳۴۹)

فائدہ: متعدد آثار میں مسواک کے بکثرت فوائد ہیں قوت حفظ کا اضافہ کرنا بھی مذکور ہے۔ حکیم ترمذی نے بھی نوادارالاصول میں ذکر کیا ہے کہ مسواک حافظ کے لئے قوت حافظ کو بڑھاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کی ایک روایت جس میں مسواک کے دس فوائد مذکور ہیں اس میں ہے کہ یہ بلغم کا تنقیہ کرتا ہے اور اسے دور کرتا ہے۔ (اتحاف صفحہ ۳۴۹)

اور طبی اعتبار سے بلغم حافظہ کے لئے مضر ہے لہٰذا بلغم کو قطع کرنا قوت حفظ کا باعث ہوگا لہٰذا اس سے بھی حافظہ کی زیادتی کا ثبوت ہوتا ہے۔

شرح احیاء میں حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کا قول ہے کہ مسواک قوت حافظہ کو بڑھاتا ہے۔
(صفحہ: ۳۵۱)

عبدالصمد خولانی نے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کا قول نقل کیا ہے کہ مسواک بلغم کو کھینچتا ہے (یہ سبب ہے زیادتی حافظہ کا)۔ (شرح احیاء صفحہ ۳۵۱)

طب نبوی میں ہے کہ مسواک عقل کے بھی اضافہ کا باعث ہے۔

ابراہیم نخعی کا واقعہ

ابراہیم نخعی جو مشہور جلیل القدر تابعی ہیں اور امام اعظم کے مخصوص اساتذہ میں سے ہیں ان کے متعلق منقول ہے کہ وہ جو کچھ پڑھتے تھے سب بھول جاتے تھے یاد نہیں رہتا تھا ایک رات انہوں نے حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا، اے اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! جو پڑھتا ہوں بھول جاتا ہوں یاد نہیں رہتا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ان چند چیزوں پر عمل کرو: کم کھاؤ، کم سوؤ، قرآن پاک کی زیادہ تلاوت کرو، نماز کثرت سے پڑھو، ہر نماز کے واسطے وضو کیا کرو، اور ہر وضو میں مسواک کیا کرو۔ (فضائل مسواک صفحہ ۶۰، بحوالہ صلوٰۃ مسعودی صفحہ ۱۰۶)

مسواک قوت بینائی کا باعث ہے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ مسواک منہ کی صفائی اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ اور اس سے بینائی روشن ہو جاتی ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۲۵)

حضرت شعبی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ مسواک بینائی کو تیز کرتا ہے اور منہ کی صفائی کا باعث ہے۔
(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷۱)

فائدہ: متعدد روایتوں میں مسواک کوقوت بینائی کا باعث بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوعاً روایت میں بھی ہے کہ مسواک بینائی کو تیز کرتا ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۳۲۰)

محدث بیہقی نے بھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کونقل کیا ہے کہ مسواک بینائی کو تیز کرتا ہے۔ طبی وجہ یہ ہے کہ مسواک کرنے کی وجہ سے معدہ بخارات فاسدہ سے محفوظ رہتا ہے۔ معدہ فاسد اور گندے بخارات جو گندہ ذہنی سے پیدا ہوتے ہیں معدہ سے اٹھ کر سر اور آنکھ و دماغ کی جانب نہیں جاتے، ادھر جوف دہن کا تعلق آنکھ کی رگوں سے بھی ہے منہ کے صاف ہونے کی وجہ سے گندے آبخرات اوپر کی جانب نہیں چڑھتے جس سے بینائی کی قوت باقی رہتی ہے اور صفائی کی وجہ سے بینائی میں زیادتی ہوتی ہے۔

مسواک فصاحت زبانی کا باعث ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مسواک کرنا آدمی کی فصاحت کو بڑھاتا ہے۔
(اتحاف السادہ صفحہ ۳۵۰، کنز العمال صفحہ ۳۱۱، الخطیب فی الجامع)

مسواک کی وجہ سے زبان کی صفائی حاصل ہوتی ہے گندگی، اور رطوبت فاسدہ کا اخراج ہوتا ہے اور تمام رگوں کی حرکت طبعیہ اعتدال پر باقی اور قائم رہتی ہے۔ جس سے فصاحت لسانی کو قوت اور طاقت ملتی ہے۔

مسواک کے متعلق فقہاء کرام ائمہ عظام کا مسلک

1. اسحاق راہو یہ کے نزدیک مسواک واجب ہے اور ہر نماز کے لئے اس طرح شرط ہے کہ اگر عمداً چھوڑ دے تو نماز ہی باطل ہو جائے گی۔ (عمدۃ القاری، بنایہ السعایہ صفحہ ۱۱۴)
2. امام ابوداؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی واجب ہے مگر شرط نہیں۔ (عمدۃ صفحہ ۱۸۱، السعایہ صفحہ ۱۱۴)
3. امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسواک عند الوضو و عند الصلوٰۃ دونوں وقت سنت ہے۔
4. احناف میں تاتارخانیہ نے بھی اسے مستحب عند الصلوٰۃ قرار دیا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۵)
5. جمہور احناف مسواک بوقت وضو سنت قرار دیتے ہیں اصحاب متون کا یہی قول ہے کہ یہ سنت ہے۔ قدروی صاحب الوقایہ شرح نبلالی صاحب ملتقی، صاحب الدر المختار اسی جانب گئے ہیں۔ صاحب ردمختار کا بھی یہ قول ہے۔
6. احناف کا دوسرا قول ہے کہ مسواک سنت دین ہے۔ وضو کی سنت نہیں۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ منقول ہے۔ علامہ زیلعی شارح کنز کی یہ رائے ہے۔

علامہ عینی کا رجحان بھی یہی ہے، جیسا کہ بنایہ اور شرح بخاری سے معلوم ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۸۱)

7. علامہ شامی نے اسے مستحب ہونا کہا ہے۔ یہ قول ابن ہمام کا فتح القدیر میں ہے۔ "فالحق انها من

مستحبات الوضو“ (صفحہ ۲۵)

یہ رائے شرح منیۃ المصلی میں علامہ حلبی کی ہے کہ مستحب ہے۔ مگر احادیث میں ترغیب و تاکید کی وجہ سے اور آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کے اہتمام کی وجہ سے علامہ شامی کی رائے بہتر معلوم ہوتی ہے، ورنہ تو اس کی سُنّیت اصوب اور اوفق ہے، یہ جمہور علماء کا قول ہے۔

مسواک کی خوبیاں اور منافع فوائد

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ تم پر مسواک لازم ہے، یہ منہ کی نظافت، خدا کی خوشنودی، حضرات ملائکہ کی خوشی، نیکیوں کی زیادتی، نگاہ و بینائی کو تیز کرتا ہے۔ مسوڑھے کو مضبوط کرتا ہے، بلغم کو دور کرتا ہے، منہ کو خوشگوار رکھتا ہے، معدہ کی اصلاح کرتا ہے۔ (کنز صفحہ ۳۲۰، بیہقی فی الشعب)

مسواک میں دس اہم خوبیاں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مسواک کی دس خوبیاں ہیں:

1. منہ کی صفائی ہے۔
2. خدا کی خوشنودی ہے۔
3. شیطان کو ناراض کرنے والا ہے۔
4. فرشتوں کی محبت کا باعث ہے۔
5. مسوڑھے مضبوط کرتا ہے۔
6. منہ کو اچھا رکھتا ہے۔
7. بلغم کو ختم کرتا ہے۔
8. پت (کی تیزی) کو بجھاتا ہے۔
9. بینائی کو تیز کرتا ہے۔
10. اور سنت ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۳۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت اس طرح ہے:

1. منہ کی نظافت۔
2. خدا کی خوشنودی۔
3. شیطان کی ناراضگی۔
4. فرشتوں کی محبت۔

۵ مسوڑھے کی مضبوطی۔
۶ نگاہ کی تیزی۔
۷ نیکیوں کی ستر گنا بڑھنے اور اضافہ کا باعث ہے۔
۸ دانتوں کو سفید رکھتا ہے۔
۹ مسواک بھوک لگاتا ہے۔ (کنز صفحہ ۳۲۰)

مسواک کے چوبیس فوائد

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ مسواک تم پر لازم ہے یعنی نہایت اہتمام سے تم مسواک کرو، اس سے غفلت اختیار مت کرو۔ اس میں چوبیس خوبیاں اور فوائد ہیں اس میں افضل ترین یہ ہے کہ:

۱ خدا کی رضا کا باعث ہے۔
۲ سنت کا ثواب ہے۔
۳ ستتر گنا نماز کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔
۴ وسعت اور مالداری حاصل ہوتی ہے، خوشگواری پیدا ہوتی ہے، مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔
۵ سر کے درد کو آرام ملتا ہے۔
۶ داڑھ کا درد دور ہوتا ہے، دانت کی چمک اور چہرے پر نور کی وجہ سے حضرات فرشتے مصافحہ کرتے ہیں۔
(تلخیص الحبیر صفحہ ۷۲)

مسواک کے قریب پندرہ، بیس فوائد

شرح احیاء میں شیخ المشائخ سیّد موسیٰ الحاسنی الدمشقی کی شرح منظومۃ السواک سے یہ فوائد مسواک نقل کئے ہیں:

۱ غنی دائمی لاتا ہے۔
۲ وساوس شیطانی دور کرتا ہے۔
۳ فصاحت لسانی پیدا کرتا ہے۔
۴ کھانا ہضم کرتا ہے۔
۵ مادہ منویہ گاڑھا کرتا ہے۔
۶ بڑھاپا دیر سے لاتا ہے۔
۷ پیٹھ کو مضبوط کرتا ہے۔

٨ قبر میں انس پیدا کرتا ہے۔
٩ قبر کو کشادہ کرتا ہے۔
١٠ عقل زائد کرتا ہے۔
١١ موت کے وقت کلمہ شہادت تین بار یاد دلاتا ہے۔
١٢ بدن سے روح کے نکلنے میں سہولت پیدا کرتا ہے۔
١٣ بھوک پیدا کرتا ہے۔
١٤ سر کے درد کو آرام دیتا ہے۔
١٥ رطوبت کو ختم کرتا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین صفحہ ۳۵۱)

مسواک کے بیس فوائد کو بعض فضلاء نے اس شعر میں جمع کر دیا ہے ؎

فوائد السواك عشرون تحب
مطهرة للفم مرضاة للرب
يفدح املاكا، يغيظ الشيطان
يطيب نكهةً جلاء الاسنان
يحد ابصاراً و توتى السنة
يحسن الصوت، يزكى الفطنة
يشد لحم منبت الاسنان
يزيد فى فصاحة اللسان
يذكر الميت بالشهادة
ينمى لمن اعتاد اعداده
يبطىء الشيب يزيد الاجر
يسهل النزع يقوى الظهرا
يزيد فى العقل على المعتاد
وقاطع رطوبة الاجساد

(اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۵۱)

مسواک کے قریب پچاس فوائد و برکات

علامہ طحطاوی نے العارف باللہ شیخ احمد زاہد کی کتاب تحفۃ السلاک فی فضائل السواک کے حوالہ سے مسواک

کے دینی و دنیاوی فوائد جو حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور حضرت عطا سے منقول ہیں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ مسواک کو ضرور کیا کرو اس سے تغافل مت اختیار کرو کہ اس کے یہ فوائد ہیں:

١ خوشنودی رحمٰن۔
٢ مسواک کی نماز کا ثواب ننانوے گنا بلکہ چارسو چالیس گنا تک بڑھ جاتا ہے۔
٣ اس کا ہمیشہ استعمال کرنا وسعت رزق کا باعث ہے۔
٤ مالداری لاتا ہے۔
٥ اسباب رزق کی سہولت کا باعث ہے۔
٦ منہ کی صفائی۔
٧ مسوڑھا مضبوط کرتا ہے۔
٨ دردسر کا دافع ہے۔
٩ سر کی رگوں کے لئے مفید ہے۔
١٠ بلغم دور کرتا ہے۔
١١ دانت مضبوط کرتا ہے، نگاہ تیز کرتا ہے۔
١٢ معدہ صحیح کرتا ہے۔
١٣ بدن کو طاقت پہنچاتا ہے۔
١٤ فصاحت و بلاغت کو پیدا کرتا ہے۔
١٥ قوت حافظہ بڑھاتا ہے۔
١٦ عقل کی زیادتی کا باعث ہے۔
١٧ دل کو نظیف رکھتا ہے۔
١٨ نیکیوں کو زائد کرتا ہے۔
١٩ فرشتوں کو خوش رکھتا ہے۔
٢٠ چہرے کے منور ہو جانے سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں۔
٢١ نماز میں ان کے ساتھ چلتے ہیں۔
٢٢ حاملین عرش استغفار کرتے ہیں جب مسجد کی طرف جاتے ہیں۔
٢٣ حضرات انبیاء اور پیغمبروں کی دعا اور استغفار پاتے ہیں۔

۲۴ شیطان کو ناراض اور اسے دور کرنے والا ہے۔
۲۵ ذہن کو صاف کرنے والا ہے۔
۲۶ کھانا ہضم کرنے والا ہے، کثرت اولاد کا باعث ہے۔
۲۷ پل صراط پر بجلی کی طرح گزارنے والا ہے۔
۲۸ بڑھاپا دیر سے لاتا ہے۔
۲۹ نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دلاتا ہے۔
۳۰ بدن کو عبادت الٰہی پر ابھارتا ہے۔
۳۱ بدن کی حرارت کو دفع کرتا ہے۔
۳۲ بدن کے درد کو دور کرتا ہے۔
۳۳ پیٹھ مضبوط کرتا ہے۔
۳۴ کلمہ شہادت موت کے وقت یاد دلاتا ہے۔
۳۵ روح کے نکلنے کو آسان کرتا ہے۔
۳۶ دانتوں کو سفید کرتا ہے۔
۳۷ منہ کو خوش گوار بناتا ہے۔
۳۸ ذہن تیز کرتا ہے۔
۳۹ اس سے قبر میں کشادگی ہوتی ہے۔
۴۰ قبر میں انس کا باعث ہوتا ہے۔
۴۱ مسواک نہ کرنے کے برابر لوگوں کو ثواب ملتا ہے۔
۴۲ جنت کے دروازے کھلتے ہیں۔
۴۳ ملائکہ ان کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ لوگ حضرات انبیاء کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔
۴۴ ان پر جہنم کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔
۴۵ دنیا سے وہ پاک صاف ہو کر جاتا ہے۔
۴۶ فرشتے موت کے وقت اس طرح آتے ہیں جس طرح اولیاء کرام کے پاس آتے ہیں اور بعض عبارت میں ہے کہ انبیاء کرام کی طرح آتے ہیں۔
۴۷ اس وقت تک دنیا سے اس کی روح نہیں نکلتی جب تک کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض مبارک سے رحیق

مختوم کا گھونٹ نہیں پی لیتا ہے۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۸)

مسواک کے تیس سے زائد فوائد

علامہ شامی نے الردالمحتار میں اسی قسم کے فوائد نافعہ بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس کے فوائد تیس سے اوپر ہیں اور سب سے ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ اذیت کو دفع کرتا ہے اور اعلیٰ فائدہ یہ ہے کہ بوقت موت شہادتین کو یاد دلاتا ہے۔ (مصری جلد ۱ صفحہ ۱۱۵)

جو ہر مؤمن کا اولین و آخرین مقصود و مراد ہے۔ "رزقنا الله بمنه و كرمه."

عبدالصمد خولانی نے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ مسواک کا اہتمام کرو۔ اپنے اوپر لازم کرو کہ مسواک کیا ہی بہتر ہے۔ منہ کی بدبو زائل کرتی ہے۔ بلغم دفع کرتی ہے۔ نگاہ روشن کرتی ہے۔ مسوڑھا مضبوط کرتی ہے۔ بغل کی بدبو زائل کرتی ہے۔ معدہ درست رکھتی ہے۔ جنت کے درجات بلند کرتی ہے۔ ملائکہ کی تعریف کا باعث ہے۔ خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ شیطان کی غضب و ناراضگی کا باعث ہے۔

(اتحاف: صفحہ ۳۵۱)

مسواک کی برکت سے مجاہدین کا فتح اور غالب آنا

حضرت عبداللہ بن مبارک مروزی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اپنے زندگی کے تین حصے کئے تھے ایک سال حج کو جاتے تھے، ایک سال غزوہ میں تشریف لے جاتے اور ایک سال علم کا درس دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے وہاں کفار کا قلعہ فتح نہیں ہوا تو آپ رات کو اس فکر میں سو گئے خواب میں دیکھا حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرمارہے ہیں اے عبداللہ کس فکر میں ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ کفار کے اس قلعہ پر قادر نہیں ہوتا ہوں اور اس فکر میں ہوں۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ وضو مسواک کے ساتھ کیا کرو۔ (تم لوگوں سے یہ سنت چھوٹ گئی ہے جس کی نحوست سے کفار پر غالب نہیں آرہے ہو) عبداللہ بن مبارک خواب سے بیدار ہوئے۔ مسواک کے ساتھ وضو کیا۔ اور نمازیوں کو بھی حکم دیا انہوں نے مسواک کرتے دیکھا خدا نے ایک خوف ان کے دلوں میں ڈالا (کہ یہ اپنے دانتوں کو درختوں کی ٹہنیوں سے تیز کر رہے ہیں) وہ نیچے گئے اور قلعہ کے سرداروں سے کہا یہ فوج جو آئی ہے آدم خور معلوم ہوتی ہے۔ دانتوں کو تیز کر رہے ہیں تاکہ ہم پر فتح پائیں تو ہمیں کھائیں۔ خدائے تعالیٰ نے یہ دہشت ان کے دلوں میں بٹھادی۔ اور مسلمانوں کے پاس قاصد بھیجا کہ تم مال چاہتے ہو یا جان؟ عبداللہ بن مبارک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے فرمایا: نہ مال چاہتے ہیں نہ جان۔ تم سب اسلام قبول کرلو، چھٹکارہ پاؤ۔ اس سنت کے ادا کرنے کی برکت سے وہ سب مسلمان ہو گئے۔ (فضائل مسواک صفحہ ۶۲، بحوالہ صلاۃ مسعودی صفحہ ۱۰۶)

فائدہ: دیکھئے ایک سنت کے ترک کرنے کی وجہ قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ خدائی مدد اور نصرت نہیں مل رہی تھی۔

آج ہم نہ معلوم کتنی سنتوں کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ بتائیے ہم کتنی برکتوں سے محروم ہورہے ہوں گے۔ ایک سنت کے ترک پر یہ محرومی تو بتائیے جہاں سیکڑوں فرائض وسنن چھوٹ رہے ہوں وہاں کیا حال ہوگا۔ اسی وجہ سے ہم محروم اور خدا کی نظروں سے گرے ہوئے ہیں۔ آئیے ایک ایک فرض اور سنت کو مضبوطی سے پکڑیں اور ماحول میں رائج کریں تاکہ خدا کی خوشی اوراس کی نصرت حاصل ہو۔

مسواک کرتے وقت کیا نیت کرے

امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے لکھا ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ نیت کرے کہ خدا کی عبادت ذکر وتلاوت کے لئے منہ صاف کرتا ہوں۔ اس کی شرح اتحاف میں ہے کہ محض ازالہ ندگی کی نیت نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ یعنی صفائی کی نیت کے ساتھ ذکر وتلاوت کی نیت کرے تاکہ اس کا ثواب بھی ملے۔ (اتحاف السادۃ جلد۲ صفحہ ۳۴۸)

مسواک کرنے کا طریقہ

علامہ ابن نجیم نے بحرالرائق میں لکھا ہے کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک دانت کے اوپری حصہ اور نچلے حصہ پر اور تالو پر ہے۔ اور مسواک ملنے میں دائیں جانب کو پہلے کرے۔ کم از کم تین پانی سے اوپر کے دانتوں کو اسی طرح تین پانی نیچے کے دانتوں کو رگڑے۔ دائیں ہاتھ سے پکڑ کر طولاً وعرضاً دونوں طرح کرے۔ خیال رہے۔ کہ دانت کے اوپری حصہ کے دائیں جانب سے شروع کرے پھر بائیں جانب کرے۔ (بحرالرائق صفحہ ۲۱)

طحطاوی علی المراقی میں مسواک کرنے کے طریقے کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ دانت کے اندرونی حصہ اور باہری حصہ دونوں جانب کرے۔ اور منہ کے اوپری حصہ میں بھی کرے۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۸)

مسواک دانتوں کے حصے پر گھما گھما کر کرے۔ اور چوے کے اوپری حصہ پر کرے۔ اور دونوں دانتوں کے جوڑ میں بھی کرے۔ (شامی جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

منجن اور موجودہ پیسٹ کا حکم

خیال رہے کہ جہاں تک نظافت اور دانتوں کی صفائی اور ستھرائی کا حکم ہے، وہاں تک تو دانتوں کی صفائی کے لئے بھی چیز استعمال کرے۔ نظافت اور صفائی کا حصول ہو جائے گا اور عام نظافت اور صفائی کے حکم کی تعمیل کا نیت پائے جانے پر ثواب بھی مل جائے گا۔ مگر مسواک کی جو فضیلت ہے اس سے نماز کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے، یہ فضیلت اور اخروی ثواب احادیث میں مسواک کی قید سے مقید ہونے کی وجہ سے اسی سے متعلق رہے گا اسی طرح سے مسواک کے جو دنیاوی صحتی طبی فوائد وابستہ ہیں وہ بھی منجن وٹوتھ پیسٹ سے حاصل ہو جائیں گے۔ اس لئے امت میں جو خصوصاً نئی تعلیم اور نئی عمر والوں میں برش اور پیسٹ رائج ہے اس سے وہ دنیاوی صفائی اور نظافت تو حاصل کرلیں گے مگر مسواک کی سنت کے ثواب سے محروم رہیں گے (مزید تائید فتاویٰ رحیمہ میں مذکور ہے)

جب مسواک کی موجودگی میں انگلیاں جن کے لئے آنحضرت ﷺ کا عمل اور قول ثابت ہے، مسواک کے قائم مقام نہیں ہوسکتیں تو برش وغیرہ کیسے مسواک کے قائم ہو سکتے ہیں...... اس لئے کہ سنت درخت کی مسواک ہے۔ (توضیح المسائل صفحہ ۳۵، فتاویٰ رحیمیہ جلد ا صفحہ ۱۲۶)

اسی طرح رسالہ فضائل مسواک میں ہے، منجن کا استعمال جائز ہے لیکن محض منجن پر اکتفا کر لینے سے مسواک کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ (صفحہ ۷۳)

ان اکابرین کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ نظافت اور صفائی اور چیز ہے سنت کا ثواب اور چیز ہے۔ منجن اور پیسٹ سے مسواک ثواب حاصل نہ ہوگا لہٰذا منجن اور پیسٹ کے ساتھ مسواک کا اہتمام رکھیں۔

احادیث و آثار کی روشنی میں فقہاء کرام کے بیان کردہ مسائل و آداب

مسواک رکھنے کے متعلق

مسواک کو بچھا کر نہ رکھے بلکہ کھڑا کر کے رکھے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۹)

مسواک کو دھو کر رکھے، مسواک زمین پر نہ رکھے کہ جنون کا اندیشہ ہے (بلکہ طاق یا کسی اونچی مقام دیوار وغیرہ پر رکھے)۔ (الشامی صفحہ ۱۱۵)

مسواک کی مقدار کتنی ہو

مسواک ایک بالشت سے زائد نہ ہو۔ ورنہ تو اس پر شیطان سوار ہوتا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۹)

مسواک کی موٹائی کتنی ہو

مسواک کی موٹائی چھوٹی انگلی کے برابر ہو۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۸، عمدۃ القاری صفحہ ۸۱۵، البنایہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ یہ بہتر ہے، سہولت سے کچلا جاتا ہے، نرم ہو جاتا ہے، اگر اس سے موٹا ملے تو اسے بھی کیا جا سکتا ہے۔

مسواک پکڑنے کا طریقہ

مسواک کا سنت طریقہ یہ ہے کہ مسواک اپنے داہنے ہاتھ کی خنصر کے نیچے کرے اور بنصر اور سبابہ مسواک کے اوپر رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے نیچے رکھے۔ (عن ابن مسعود، السعایہ صفحہ ۱۱۹)

مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۷۵)

مسواک کے متعلق چند مسائل

مسواک ہمارے نبی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام جو آپ سے قبل گزرے ان کی سنت اور پاکیزہ عادات

میں سے ہے۔

مسواک سے عبادت کا ثواب بڑھ جاتا ہے، نماز کا ثواب پچھتر اور ستر گنا ہو جاتا ہے۔ فقہ کی بعض روایت سے چار سو گنا ہو جاتا ہے۔

نیند سے بیدار ہونے کے بعد خصوصیت سے اس کی تاکید ہے۔

مسواک وضو نماز ہی کے وقت سنت نہیں بلکہ جب بھی منہ میں گندگی اور بدبو محسوس کرے سنت ہے۔

دوسرے کا مسواک اس کی اجازت سے کرنا جائز ہے۔ اور اسے دھو کر کرے۔ (منہل صفحہ ۱۸۱)

امام نووی نے لکھا ہے کہ چھوٹے بچوں کو بھی مسواک کی تعلیم دی جائے تاکہ وہ بھی اس سنت کے عادی ہوں۔ (۱۲۷)

مسواک کو مٹھی سے پکڑ نہ کرے اس سے مرض بواسیر ہوتا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۹)

مسواک کو لیٹ کر نہ کرے، کہ اس سے تلی بڑھتی ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۳۸)

مسواک کو چوسے نہیں کہ اس سے نابینائی اور اندھا پن آتا ہے۔ (ہاں مگر مسواک نیا ہو تو پہلی مرتبہ چوسا جا سکتا ہے)۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۹)

پہلی مرتبہ مسواک کو چوسنا جذام اور برص کو دفع کرتا ہے اسی طرح موت کے علاوہ تمام بیماریوں سے شفا ہے، اس کے بعد چوسنا نقصان پیدا کرتا ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۵۱، شامی جلد ۱ صفحہ ۱۱۵)

مجمع عام جہاں مسلمانوں کی جماعت ہو مسواک کر کے جانا مستحب ہے۔ (بحر منحۃ الخالق حاشیہ: بحر صفحہ ۲۱)

مسواک اگر خشک ہو تو اسے پانی سے بھگو لیا جائے اور تر کر لیا جائے تاکہ اس کے ریشے نرم ہو جائیں۔
(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۸۵)

مسواک اس وقت تک کریں جب تک کہ دانتوں کی بدبو زائل ہونے اور میل کے ختم ہونے کا یقین نہ ہو جائے۔ (شامی صفحہ ۱۱۴)

عمدۃ القاری میں ہے کہ مسواک اس وقت تک کریں کہ جب تک کہ منہ کی بدبو زائل نہ ہو جائے، پیلا پن ختم نہ ہو جائے۔ (جلد ۶ صفحہ ۱۸۱)

مسواک تین مرتبہ تین پانی سے کرنا مستحب ہے۔ (شامی صفحہ ۱۱۴)

ہر مرتبہ مسواک کو پانی سے تر اور بھگو کر کریں۔ (شامی صفحہ ۱۱۴)

مسواک کے ریشے بہت سخت اور کڑے نہ ہوں بلکہ نرم ہوں بالکل ڈھیلے بھی نہ ہوں۔

مسواک دائیں ہاتھ سے کرنا مستحب ہے۔ (الشامی صفحہ ۱۱۴)

اگر مسواک شروع میں تو ایک بالشت تھا پھر بعد میں بالشت سے چھوٹا ہو گیا ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔
(الشامی صفحہ ۱۱۴)

اگر اتفاق سے مسواک نہ ہو تو انگلی سے کرے۔

انگلی سے مسواک کریں تو دونوں ہاتھوں کو انگشت شہادت سے کرے۔ (شامی)

انگوٹھے سے بھی دانت کا ملنا درست ہے۔ (شامی)

کسی سخت اور کھر درے کپڑے سے بھی دانت کو مل کر صاف کیا جا سکتا ہے۔ (شامی صفحہ ۱۱۵)

جس طرح وضو میں مسواک مسنون ہے اسی طرح غسل میں بھی مسواک مسنون ہے۔ (الاذکار)

دوسرے کی مسواک بلا اجازت کے استعمال کرنا مکروہ ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۷)

مسواک کم از کم تین مرتبہ کرنا مسنون ہے۔ اور تین پانی سے کرنا مسنون ہے۔ (شامی صفحہ ۱۱۴)

مسواک کرنے کے بعد دھو کر رکھیں ورنہ شیطان مسواک کرنے لگتا ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۳۷)

مسواک ٹیڑھی نہ ہو اور اس میں گرہیں نہ ہوں۔ اگر ہوں تو کم ہوں۔ (شامی صفحہ ۱۱۴)

مسجد میں مسواک کرنا مکروہ اور منع ہے۔ (مرقات صفحہ ۲۰۳، ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۳۹)

وضو کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ وتعلیمات کا بیان

وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی نماز نہیں جو وضو نہ کرے، اس کا وضو نہیں جو بسم اللہ نہ پڑھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۱، ابن صفحہ ۳۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا وضو (کامل) نہیں جو بسم اللہ نہ پڑھے۔ (دارمی صفحہ ۱۷۶، ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳، ابن ماجہ صفحہ ۳۲)

وہاج بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا وضو (کامل) نہیں جو بسم اللہ نہ پڑھے۔ (ترمذی صفحہ ۱۳، ابن ابی شیبہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وضو کامل اور جس پر سنت کا ثواب ملتا ہے وہ نہیں ملے گا ورنہ تو وضو ہو جائے گا اور ظاہری طہارت حاصل ہو جائے گی۔ (نہایہ جلد ۱ صفحہ ۹۳۱، سعایہ جلد صفحہ)

علامہ عینی نے البنایہ میں ذکر کیا ہے کہ بسم اللہ کے متعلق یہ حدیث دس صحابہ سے مروی ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۳۴)

علامہ نووی نے اذکار میں بیان کیا ہے کہ مستحب ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (پوری) پڑھے گو صرف "بسم اللہ" پڑھے تب بھی ہو جائے گا۔ (اذکار صفحہ ۳۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے آغاز میں بسم اللہ پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو پانی کو ہاتھ پر رکھتے اور بسم اللہ پڑھتے اور مکمل طور پر وضو فرماتے۔ (اتحاف المہراہ صفحہ ۴۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی (وضو کے لئے) لیتے تو بسم اللہ پڑھتے۔ ابوبدر نے کہا جب آپ وضو کے لئے کھڑے ہوتے بسم اللہ پڑھتے، ہاتھ پر پانی ڈالتے۔

(دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۷۲، سعایہ صفحہ ۱۰۹)

فائدہ: وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ بیشتر محدثین وفقہا اسی کے قائل ہیں۔ امام قدوری، امام

طحاوی، صاحب وقایہ اور علامہ نسفی کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ اور احناف میں صاحب فتح القدیر ابن ہمام کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۰۸، معارف السنن صفحہ ۱۵۵)

امام اسحٰق اور ایک قول میں امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی طرح ابوداؤد ظاہری کے نزدیک واجب ہے۔ (معارف جلد ۱ صفحہ ۱۵۴)

ائمہ میں امام صاحب، امام شافعی، سفیان ثوری، ابوعبید ابن منذر، اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے ایک قول میں بسم اللہ وضو کے آغاز میں سنت ہے۔ (معارف السنن صفحہ ۱۵۴)

پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا سنت ہے۔ (بنایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۹)

علامہ عینی نے البنایہ میں ذکر کیا ہے کہ ہر عضو کے دھونے کے وقت بسم اللہ پڑھے۔ (السعایہ صفحہ ۱۰۸)

خیال رہے کہ اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہو بیچ میں یا آخر میں یاد آجائے تو سنت ادا نہ ہوگی۔ بخلاف کھانے میں۔ (فتح جلد ۱ صفحہ ۲۴)

وضو کے شروع میں کیا دعا پڑھے

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب تم وضو کرو تو "بسم الله والحمد لله" پڑھو، فرشتے ہمیشہ تمہارا ثواب لکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہارا وضو ٹوٹ جائے۔ (بنایہ صفحہ ۱۳۴، سعایہ صفحہ ۱۰۹، کنز العمال صفحہ ۴۵۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وضو کرو تو یہ دعا پڑھو، یہ وضو کی زکوٰۃ ہے: **"بسم الله اللهم انی اسئلك تمام الوضو وتمام الصلاة وتمام مغفرتك"**

ترجمہ: اللہ کے نام سے اے اللہ میں سوال کرتا ہوں کامل وضو کا، کامل نماز کا اور آپ کی پوری رضامندی کا۔ (اتحاف المہرہ صفحہ ۴۲۵، مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۲۵)

سعایہ میں ہے اسلاف سے یہ منقول ہے۔ اسی کو امام طحاوی نے بھی ذکر کیا ہے: **"بسم الله العظيم والحمد لله على دين الاسلام"** (کنز العمال صفحہ ۱۲۸، بنایہ صفحہ ۱۳۸، سعایہ صفحہ ۱۰۸، فتح القدیر صفحہ ۲۱)

علامہ عینی نے مجتبیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ دعا پڑھنا بہتر ہے: **"بسم الله الرحمن الرحيم باسم الله العظيم والحمد لله على دين الاسلام"** (بنایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۹)

شرح ابوداؤد میں ہے کہ اس کے لئے وارد لفظ **"بسم الله الحمد لله"** ہے۔ (منہل جلد ۱ صفحہ ۳۲۲) یعنی سنت سے ثابت دعا ہے۔

بسم اللہ سے پورے جسم کی طہارت

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو وضو کرے اور اللہ کا نام لے (بسم اللہ پڑھے) اس کا پورا جسم پاک ہو جاتا ہے اور جس نے وضو کیا اور بسم اللہ نہیں پڑھا اس کے صرف اعضاء وضو ہی پاک ہوئے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی حدیث میں ہے جس نے وضو کیا اور بسم اللہ پڑھا اس کا پورا جسم پاک ہوا اور جس نے وضو کیا اور بسم اللہ نہیں پڑھا۔ اس کا صرف مقام وضو پاک ہوا۔

(سنن دارمی جلد اصفحہ ۷۱، کنز العمال صفحہ ۲۹۴)

فائدہ: کیا خوب، اللہ کی نام کی برکت سے پورے جسم کی پاکی اور نظافت حاصل ہو جاتی ہے

وضو میں اولاً دایاں دھوئے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم وضو کرو تو دایاں دھوؤ۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۲، ترمذی، عمدۃ القاری صفحہ ۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم کپڑے پہنو اور وضو کرو تو اپنے دائیں سے کرو۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد اصفحہ ۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جوتا پہننے، کنگھی کرنے، اور طہارت کے مسئلہ میں بلکہ ہر امور میں دایاں جانب پسند تھا۔ (صحیح بخاری جلد اصفحہ ۲۹، مسلم صفحہ)

ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ بکثرت صحابہ کرام نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے وضو میں ہاتھ پیر وغیرہ میں دائیں کی تقدیم کو نقل کیا ہے جس سے دوام ومواظبت کا پتہ چلتا ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۶)

فائدہ: وضو اور غسل اور اسی طرح دیگر شرف وزینت کے امور میں اولاً دایاں اختیار کرنا مسنون ہے۔ یعنی پہلے دایاں عضو پھر بایاں اختیار کرے۔ اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔ (عمدہ جلد ۳ صفحہ ۳۲، سعایہ)

حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس پر علماء اہل سنت کا اجماع ہے کہ وضو میں دائیں عضو کو پہلے دھونا باعث فضیلت وثواب ہے۔ (فتح الباری جلد اصفحہ ۲۷۰)

نووی نے بھی اس کی سُنّیت پر اجماع نقل کیا ہے۔ (عمدۃ صفحہ ۳۲)

خیال رہے کہ ہر جگہ دایاں نہیں بلکہ ہاتھ اور پیروں میں دایاں پہلے دھوئے۔ (سعایہ صفحہ ۱۷۰)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کانوں میں ہتھیلیوں میں اور دونوں گالوں میں تقدیم سنت نہیں ہے بلکہ دونوں کو ایک ساتھ دھویا جائے (عمدۃ جلد ۳ صفحہ ۳۲)

اگر دایاں ہاتھ پہلے دھولیا تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۳۲)

مقام عبادات میں بھی دائیں کی فضیلت بائیں پر ہے حافظ نے فتح الباری، عینی عمدۃ القاری میں ذکر کیا ہے کہ دائیں کو فوقیت وفضیلت حاصل ہے، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مسجد کا دایاں حصہ بہتر ہے۔

ابن مسیّب مسجد کے دائیں حصہ میں نماز پڑھتے تھے۔ ابراہیم نخعی کو امام کا دایاں جانب پسند تھا۔ حضرت انس دائیں حصہ میں نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح حسن اور ابن سیرین مسجد کی دائیں طرف نماز پڑھتے تھے۔ (عمدۃ ۳/۳۲)

حافظ نے لکھا ہے کہ مسجد کی دائیں طرف اور امام کے دائیں ہونا مستحب ہے۔ (فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۲۷۰)

وضو کے شروع میں اولاً ہاتھ دھونا مسنون ہے

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کا پانی لایا گیا آپ نے دونوں ہتھیلیوں کو (اولاً) دھویا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶)

حضرت عبداللہ بن زید سے پوچھا گیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرماتے تھے کیا تم دکھاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے وضو کا پانی منگایا، پانی ہاتھوں پر بہایا اور دونوں ہاتھوں کو (اولاً) دھویا پھر کلی کیا اور ناک میں پانی ڈالا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کیا تو (اولاً) اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا اور تین مرتبہ دھویا، پھر کلی اور ناک میں پانی ڈالا (وضو کے آخر میں) فرمایا اسی طرح آپ وضو فرماتے۔ (نسائی صفحہ ۲۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضوء سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹے تک دھوتے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۸۷)

فائدہ: وضو کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولاً شروع میں دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھوئے۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۱)

ہاتھ دھونے کے بعد کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ پانی منگوایا، اپنے دائیں ہاتھ پر بہایا اور تین مرتبہ دھویا، تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا: (نسائی صفحہ ۳۹)

حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو میں منہ میں پانی میں ڈالتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو وضو کرے ناک میں پانی ڈالے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے، اسے صاف کرے۔

(بخاری جلد اصفحہ ۲۹) شامی میں ہے کہ دائیں سے پانی ڈالے بائیں سے صاف کرے۔ (جلد اصفحہ ۱۱۶)

سلمہ بن قیس کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم وضو کرو تو ناک میں پانی ڈالو۔ (نسائی صفحہ ۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نیند سے اٹھو اور وضو کرو تو ناک میں تین مرتبہ پانی ڈال کر صاف کرو کہ ناک کے اندر شیطان رات گزارتا ہے۔

(نسائی صفحہ ۲۷، ابن خزیمہ صفحہ ۷۷)

وضو میں ہاتھ دھونے کے بعد تین مرتبہ کلی کرنا اس کے بعد دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے تین مرتبہ ناک صاف کرنا سنت ہے۔ (شامی صفحہ ۱۱۱۶، نسائی صفحہ ۲۷، فتح القدیر صفحہ ۲۵)

وضو کی ابتداء کلی سے ممنوع

حضرت ابوجبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ نبی پاک ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوجبیر نے پہلے منہ میں پانی ڈالا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے ابوجبیر پہلے منہ میں پانی مت ڈالو۔ کافر پہلے (بلا ہاتھ اچھی طرح دھوئے) کلی کرتا ہے، پھر آپ نے وضو کا پانی منگوایا، اپنی ہتھیلیوں کو دھویا اور خوب صاف کیا پھر کلی کیا، ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرہ تین مرتبہ دھویا، داہنا ہاتھ کہنی تک دھویا، پھر بایاں ہاتھ تین تین مرتبہ دھویا، پھر سر کا مسح کیا اور پھر پیر دھویا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ پہلے کلی کرنا منع ہے، بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ مسجد میں آئے حوض پر بیٹھے ہاتھ حوض میں ڈالا اور پانی نکال کر کلی کرنا شروع کر دیا دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح نہیں دھویا، یہ طریقہ خلافت سنت ہے۔ اولاً دونوں ہاتھوں کو رگڑ کر اچھی طرح دھوئے، پھر کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔

کلی اور ناک میں پانی کس طرح ہاتھ سے ڈالے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے دائیں ہاتھ سے پانی لیا اور کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے (وضوء مسنون بتاتے ہوئے) دائیں ہاتھ میں پانی لیا اور منہ میں ڈالا، اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور بائیں سے ناک صاف کیا اور (آخر میں) فرمایا: اسی طرح آپ وضو کرتے تھے۔ (ابوداؤد، سنن کبریٰ صفحہ ۴۸)

فائدہ: معلوم ہوا کہ منہ اور ناک میں دائیں ہاتھ سے پانی ڈالنا سنت ہے۔

ناک کس ہاتھ سے صاف کرے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وضو کا پانی منگوایا، کلی کی، ناک میں پانی ڈالا اور بائیں

ہاتھ سے ناک صاف کی اور تین مرتبہ کیا۔ (نسائی صفحہ ۲۷، سنن کبریٰ صفحہ ۴۸)

فائدہ: علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔ (صفحہ ۱۱۶)

شرح احیاء میں ہے کہ اگر ناک میں گندگی ریزش وغیرہ ہو تو بائیں ہاتھ کے چھوٹی انگلی کو داخل کر کے صاف کرے۔ بہر حال ناک کی صفائی میں بایاں ہاتھ استعمال کرنا ہے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۳۵۵)

روزہ کی حالت ہو تو ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ نہ کرے

حضرت لقیط بن صبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے میرے والد نے کہا مجھے وضو کے بارے میں بتائیے تو آپ نے فرمایا: وضو کو مکمل طور پر کرو، انگلیوں کا خلال کرو، ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو، ہاں مگر یہ کہ روزہ کی حالت میں ہو۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۷۸، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۵۰، ترمذی صفحہ ۴۱)

فائدہ: روزہ کی حالت میں کلی کرنے میں مبالغہ نہ کرے غرارہ نہ کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حلق میں پانی اتر جائے اسی طرح ناک میں مبالغہ سے پانی نہ کھینچے کہ پانی اوپر چڑھ جائے اور روزہ فاسد ہو جائے البتہ روزہ کی حالت میں نہ ہو تو غرارہ کرے۔ (کذا فی فتح القدیر صفحہ ۲۵، کبریٰ صفحہ ۳۴)

اسی طرح اگر روزہ نہ ہو تو پانی ناک میں ناک کے بانسہ تک پہنچائے۔ اسی طرح کلی میں ہے کہ آخر حلق تک پہنچائے اور اہتمام سے پورے منہ میں پھیلائے ایک جانب سے دوسری جانب کرے۔ (کبیری: صفحہ ۳۴)

کلی اور ناک میں پانی تین تین مرتبہ ڈالنا مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ کے وضو کو نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ کلی اور ناک میں پانی تین تین مرتبہ ڈالا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے کلی اور ناک میں تین تین مرتبہ پانی ڈالا۔ (صفحہ ۴۸، دار قطنی صفحہ ۹۰)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ کلی تین مرتبہ کی اور ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۹)

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو تین مرتبہ کلی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالتے دیکھا۔ (کشف الاستار صفحہ ۱۴۰، ابن خزیمہ صفحہ ۷۸)

کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے ہر مرتبہ الگ الگ پانی لے

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ کلی کیا تین مرتبہ ناک میں پانی

ڈالا اور ہر ایک مرتبہ الگ الگ پانی لیا۔ (معارف السنن صفحہ ۱۶۹، اعلاء السنن جلد ا صفحہ ۳۶)

شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی اور حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے وضو کو دیکھا تین، تین مرتبہ وضو کیا، کلی الگ کی اور ناک میں پانی الگ ڈالا۔ (ابن سکن، تلخیص الحبیر)

فَائِدَہ: روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک چلو سے دونوں کیا، اور یہ بھی ہے کہ کلی کے لئے الگ اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے الگ پانی لیا۔ احناف کے نزدیک یہی سنت ہے۔

(فتح القدیر، حلبی کبیر، اعلاء السنن جلد ا صفحہ ۳۵)

ناک کے بعد چہرہ کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے

حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ کلی کیا ناک میں پانی ڈالا پھر چہرے کو تین تین مرتبہ دھویا۔ (بخاری صفحہ ۲۸، ابوداؤد صفحہ، ابن خزیمہ صفحہ ۸۷، سنن کبریٰ صفحہ ۵۳ تا ۵۶)

حضرت عبداللہ بن زید کی روایت میں حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے وضو کو نقل کرتے ہوئے ہے کہ کلی اور ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالنے کے بعد چہرہ تین مرتبہ دھویا۔ (بخاری صفحہ ۲۹)

حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لائے میں نے پانی نکال کر پیتل کے برتن میں دیا کہ آپ وضو فرمائیں۔ آپ نے وضو کیا۔ چہرہ کو تین مرتبہ دھویا۔ (بخاری صفحہ ۳۲)

فَائِدَہ: خیال رہے ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالنے کے بعد تین مرتبہ چہرہ کو دھونا سنت ہے۔ گو دو مرتبہ دھونا بھی جائز ہے۔ اور ایک مرتبہ دھونا تو فرض ہے۔ اور پورے چہرے کو دھونا فرض ہے۔ اور چہرہ کی حد یہ ہے۔ پیشانی کے بال جہاں ہیں اس کے نیچے سے لے کر ٹھوڑی تک اور ادھر چوڑان میں ایک کان سے لے کر دوسرے کان کی حد تک۔ اس کا دھونا ایسے طور پر فرض ہے کہ پانی کا قطرہ ٹپکے۔ محض بھیگے ہاتھ یا کپڑے سے پونچھ دے تو وضو نہ ہوگا۔ (کبیری صفحہ ۱۵)

ہاتھ میں پانی لے کر چہرہ پر پانی آہستہ سے مارے

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے کہا آپ کو رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے وضو کا طریقہ نہ دکھاؤں (چنانچہ اس میں ہے کہ) دائیں ہاتھ میں پانی لیا اور چہرہ پر مارا۔

(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۷۹)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ آپ نے ہاتھ میں پانی لیا اور اس سے چہرہ دھویا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۵، ابن خزیمہ صفحہ ۷۷)

فَائِدَہ: مسنون یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں پانی لے کر آہستہ سے چہرے پر مارے تاکہ بغل والے کو چھینٹ نہ

پڑے اور دونوں ہاتھوں سے چہرے پر پانی ملے، اسی وجہ سے محدثین نے باب قائم کیا ہے "استحباب صك الوجه بالماء"

چہرے پر پانی مارنا مستحب ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۷۹)

مگر اتنے زور سے نہ مارے کہ بغل والے کو چھینٹیں پڑیں۔

داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی میں خلال فرماتے تھے۔

(ترمذی صفحہ، ابن ماجہ صفحہ ۳۴، ابن خزیمہ صفحہ ۷۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو ہتھیلی میں پانی لیتے اسے ٹھوڑی سے نیچے داخل کرتے ہوئے (انگلیوں سے) خلال فرماتے۔ اور فرمایا: اسی طرح میرے رب نے حکم دیا ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۴، مجمع صفحہ ۲۳۵، ابوداؤد صفحہ ۱۹، ابن ماجہ صفحہ ۳۴، فتح القدیر صفحہ ۳۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرئیل میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا، جب آپ وضو کریں تو اپنی داڑھی کا خلال کریں۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۳)

حضرت ام سلمہ اور حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو داڑھی کا خلال فرماتے۔ (مجمع جلد ا صفحہ ۲۳۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری امت کے کیا ہی شاندار لوگ ہیں جو خلال کرتے ہیں۔

(مجمع جلد ا صفحہ ۲۳۵)

وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ نے اندرون داڑھی کا خلال کیا۔ (کشف الاستار صفحہ ۱۴۰)

حضرت جبیر بن نفیر سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو انگلیوں سے داڑھی کا خلال فرماتے۔ آپ کے اصحاب بھی وضو کرتے تو داڑھی کا خلال فرماتے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۹۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام داڑھیوں کا خلال فرماتے، خیال رہے کہ آپ کی داڑھی گھنی تھی، اس لئے آپ داڑھی کا خلال فرماتے۔ جن کی داڑھی گھنی ہو کر کھال نظر نہ آتی ہو ان کے لئے دھونے کے بجائے اس جگہ کا خلال کرنا سنت ہے۔ اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہتھیلی میں پانی لے کر ہاتھ کی انگلیوں کو گلے کی طرف سے کرے، داڑھی کے بالوں کے اندر انگلیوں کو داخل کرتے ہوئے اوپر تک لائے اور دائیں ہاتھ سے خلال کرے۔

سنت یہ ہے کہ خلال میں ہاتھ کی ہتھیلی کا رخ باہر کی جانب اور اس کی پشت وضو کرنے والے کی طرف رہے۔ (شامی صفحہ ۱۱۷)

معلوم ہونا چاہئے کہ اگر داڑھی کے بال نکلے ہوں کھال کچھ نظر آتی ہو تو کھال تک پانی پہنچنا ضروری ہے۔

(السعایہ صفحہ ۱۲۷، شامی صفحہ ۱۰۱)

اور داڑھی کے بال جو لٹک رہے ہوں، ہاتھ بھگا کر ان پر پھیرے اور تر کرے۔

(کبیری صفحہ ۲۳، شامی جلد ا صفحہ ۱۰۱)

دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک تین مرتبہ پانی بہائے

حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے وضو کو نقل فرماتے ہیں چہرہ کو تین مرتبہ دھونے کے بعد دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھویا۔ (بخاری صفحہ ۲۸)

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کی روایت میں ہے جس میں انہوں نے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے وضو کو نقل کیا ہے کہ چہرہ کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر دائیں ہاتھ پر پانی کہنی تک تین مرتبہ ڈالا پھر بائیں ہاتھ پر کہنی تک تین مرتبہ پانی ڈالا۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۷۶)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا کہ ہاتھ میں پانی لیا، کلی کیا، ناک میں ڈالا، ہاتھ میں پانی لیا چہرہ پر ڈالا پھر ہاتھ میں پانی لیا، دائیں ہاتھ کو دھویا پھر ہاتھ میں پانی لیا بائیں ہاتھ کو دھویا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۷۷)

حضرت وائل بن حجر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کی خدمت میں برتن میں پانی لایا گیا۔ آپ نے دائیں ہاتھ میں برتن سے پانی لیا۔ اور دائیں ہاتھ کو کہنیوں سے آگے تین مرتبہ دھویا، پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے کہنیوں تک سے آگے تین مرتبہ تک دھویا۔ (کشف الاستار صفحہ ۱۴۰)

فَائِدَہ: دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین، تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ اولاً پانی لے کر دائیں ہاتھ کو پھر بائیں ہاتھ کو دھوئے۔ بخاری کی بعض روایت میں حضرت سے مروی ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا دو، دو مرتبہ ہاتھ دھونا بھی مروی ہے۔ اس کا اہتمام کیا جائے کہ پانی کہنیوں تک پہنچ جائے۔ بسا اوقات جاڑوں میں کچھ سستی سے اور کچھ اعضاء کے خشک رہنے سے پانی نہیں پہنچ پاتا ہے۔ جس سے وضو نہیں ہوتا۔

دونوں ہاتھوں کے بعد سر کا مسح کرنا

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا: مکمل وضو کس طرح ہے۔ آپ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت آیا۔ آپ نے پانی منگایا ہاتھ کو دھویا،

چہرے اور ہاتھ کو تین، تین مرتبہ دھویا۔ پھر سر کا مسح کیا، پھر دونوں پیروں کو تین، تین مرتبہ دھویا پھر کپڑے کے نیچے (رومالی پر) چھینٹ مارا، پھر فرمایا یہ ہے مکمل وضو۔ (کشف الاستار جلد ا صفحہ ۱۳۸)

وضو میں سر کا مسح ایک بار سنت ہے

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وضو کیا اور سر کا مسح ایک بار کیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۴)

حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ وضو فرما رہے تھے اور آپ نے سر کا، اگلے پچھلے حصہ کا، دونوں کنپٹی کا، دونوں کانوں کا ایک ایک مرتبہ مسح کیا۔ (ترمذی صفحہ ۱۶)

حضرت طلحہ بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سر کا مسح ایک مرتبہ فرمایا یہاں تک کہ پیچھے گردن تک۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ آپ نے تمام اعضاء کو تین، تین مرتبہ دھویا۔ اور سر کا مسح ایک مرتبہ فرمایا۔ (صفحہ ۱۳۳)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ تمام اعضاء وضو کو تین، تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ اور سر کا مسح ایک بار سنت ہے علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ سر کا مسح ایک مرتبہ سنت ہے۔ ایک سے زائد مستحب نہیں۔ بیشتر صحاح کی روایتیں ایک ہی مرتبہ مسح کے متعلق وارد ہیں۔ امام ترمذی نے بیان کیا کہ اکثر اہل علم صحابہ اسی کے قائل ہیں۔

(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۸۶)

پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے

حضرت مقدام بن معدیکرب کی روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا جب سر کے مسح پر پہنچے تو اپنی ہتھیلی کو سر کے اگلے حصہ پر رکھا۔ اور گزارتے ہوئے گدی تک گئے۔ پھر یہاں سے لوٹے جہاں سے شروع کیا تھا (یعنی پیچھے سے آگے آ گئے)۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پورے سر کا مسح کیا۔ سر کے شروع اور آخر کا، اور فرمایا کہ جو چاہتا ہو کہ آپ کے وضو کا طریقہ دیکھے سو دیکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا یہی طریقہ تھا۔

(سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۵۹)

علامہ عبدالحئی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔ (السعایہ جلد ا صفحہ ۱۳۲)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۷۳، شامی جلد ا صفحہ ۱۲۱)

سر کا مسح دونوں ہاتھ سے کرنا سنت ہے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح فرمایا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۸۰، نسائی صفحہ ۳۸)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو نقل کرتے ہوئے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے مسح کیا۔ (بخاری صفحہ ۳۱، ابوداؤد صفحہ ۱۶)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے (مسح کے لئے) دونوں ہاتھوں میں پانی لیا اور سر کا مسح کیا۔ (بخاری صفحہ ۳۲)

ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا دونوں ہاتھوں سے سر کے اگلے حصہ سے آخر تک پھر آخر سے آگے تک مسح کیا۔

فائدہ: ایک ہاتھ سے سر کا مسح کرنا گو پورے سر کو گھیر لے خلاف سنت ہے۔ (کشف الاستار جلد ا صفحہ ۱۴۰)

سر کا مسح دونوں ہاتھوں کو پیشانی کی طرف سے کرتے ہوئے پیچھے لے جائے پھر واپس لائے

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو سر کے اگلے حصہ (پیشانی کے قریب بالوں) پر رکھا اور ہاتھوں کو پیچھے گدی تک لے گئے، پھر الٹے واپس لائے جہاں سے شروع کیا تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷، سنن کبریٰ: صفحہ ۵۹)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس طرح وضو کر کے دکھاتا ہوں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا چنانچہ جب انہوں نے وضو کرتے ہوئے سر کا مسح کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو سر کے اگلے حصہ پر رکھا اسے گزار کر سر کے پیچھے حصہ کی طرف لے گئے پھر ہاتھ کو مسح کرتے ہوئے آگے کی طرف لائے جہاں سے شروع کیا۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۵۹)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو نقل کرتے ہوئے یہ کہا ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کے بعد دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا دونوں کو آگے سے پیچھے لے گئے پھر پیچھے سے آگے لائے۔ سر کے اگلے حصہ سے شروع کیا۔ گلے گدی تک لے گئے، پھر ہاتھ وہاں لوٹا کر لایا جہاں سے لے گئے تھے۔ (یعنی اگلے حصہ تک)۔ (نسائی صفحہ ۲۸)

فائدہ: خیال رہے کہ مسح کا مسنون طریقہ جو آپ کرتے تھے یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کان کے متصل سے پیشانی کی طرف واپس لاتے یعنی دونوں ہاتھوں کو آگے سے پیچھے لے جانا پھر پیچھے سے واپس لانا، بعض لوگ صرف آگے سے پیچھے کی طرف لے جا کر چھوڑ دیتے ہیں یہ گو جائز ہے مگر خلاف سنت طریقہ ہے۔

سر کے مسح کے لئے الگ پانی لینا مسنون ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین مرتبہ وضو میں اعضاء کو دھویا، اور سر کے مسح کے لئے نیا پانی لیا۔ (دار قطنی جلد ا صفحہ ۹۱)

حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی کا برتن پیش کیا تو آپ نے فرمایا ڈالو پانی میں ڈالا آپ نے چہرہ اور ہاتھ کو دھویا پھر الگ سے ہاتھ میں پانی لیا اور اس سے سر کا مسح کیا آگے کا اور پیچھے کا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں پانی لیا پھر ہاتھ کو جھاڑا پھر سر کا مسح کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالا پھر سر کا مسح کیا۔

(طیالسی جلد ا صفحہ ۲۲، کشف النقاب جلد ا صفحہ ۴۳۲)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک دن وضو فرماتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح اس پانی کے علاوہ سے کیا جو آپ کے ہاتھ میں تھا یعنی نیا الگ سے پانی لیا۔ (ترمذی صفحہ ۱۶، ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۸۰)

جاریہ بن ظفر کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سر کے مسح کے لئے الگ سے نیا پانی لو۔

(طبرانی، نصب الرایہ صفحہ ۲۲، مجمع جلد ا صفحہ ۲۳۴)

فائدہ: علامہ یمنی کی شرح معدلبہ میں ہے کہ پورے سر کا ایک مرتبہ ایک پانی سے مسح کرنا سنت ہے۔

(شامی صفحہ ۱۲۱)

چوتھائی سر کا مسح بھی سنت ہے اور کافی ہے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے برابر سر کا مسح کیا۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۳۴، طحاوی صفحہ ۱۸، ترمذی صفحہ......) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وضو میں صرف سر کے اگلے حصہ کا مسح کرتے تھے۔ (طحاوی صفحہ ۱۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے مقدار چوتھائی سر کے برابر بھی مسح کیا ہے، اور اس مقدار کا مسح کرنا فرض ہے، اس سے کم کی گنجائش نہیں۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۷، کبریٰ صفحہ ۱۸، شامی جلد ا صفحہ ۹۹)

وضو میں کانوں کا مسح کرنا

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی لیا اور سر و کان کا مسح کیا۔ (بیہقی جلد ا صفحہ ۶۴)

حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور کان کے اوپری حصہ اور اندرونی حصہ کا مسح کیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۵)

حضرت مقدام بن معدیکرب کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور سر کا مسح کیا اور کان کے اندرونی اور باہری حصہ کا مسح فرمایا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴، طحاوی صفحہ ۳۹)

ربیع بن معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنی انگلی کو کان کے سوراخ میں داخل کیا۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کانوں کا مسح کیا۔ دونوں شہادت کی انگلی کو اندر (سوراخ میں کیا) اور انگوٹھے کو کان کے اوپری حصہ پر۔ پس کان کے اندر اور باہر دونوں حصوں کا مسح کیا۔ (طحاوی صفحہ ۱۹، ابن ماجہ صفحہ ۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان کے اندر و باہر کا مسح کرتے اور کان کے پپوٹوں (جوڑ) کا اہتمام سے مسح کرتے۔ (طحاوی صفحہ ۲۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں کان سر سے ہیں اور آپ سر کا مسح ایک مرتبہ فرماتے اور کان کے جوڑوں (پپوٹوں) کا مسح فرماتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۵)

حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کا طریقہ معلوم کیا، آپ نے پانی منگا کر وضو کیا۔ آپ نے دونوں انگشت شہادت کو کان میں (سوراخ) میں داخل کیا اور کان کے اوپری حصہ کا مسح انگوٹھے سے اور اندر حصہ کا مسح انگشت شہادت سے کیا۔ (طحاوی: صفحہ ۱۹)

فائدہ: کان کے اندرونی اور باہری دونوں حصے کا مسح کرنا سنت ہے۔ اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ انگشت شہادت کے پوروں کو کان میں ڈالے اور اس کے پپوٹوں جوڑوں کا مسح پورا کرے اور انگوٹھوں سے کان کے اوپری حصہ کا جو جسم کی طرف ہے مسح پورا کرے۔ (السعایہ جلد ا صفحہ ۱۳۶، معارف السنن)

گردن کا مسح سنت ہے

طلحہ عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ نے سر کا مسح کیا اور گدی پر دونوں ہاتھوں کو (مسح کرتے ہوئے) پھیرا۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۰)

طلحہ بن معرف کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو سر کا مسح کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ گدی تک اور گردن کے اوپری حصہ تک پہنچ گئے۔ (طحاوی، ابوداؤ، احمد، نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۱۶۳، السعایہ صفحہ ۱۷۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب وہ وضو کرتے تو گردن کا مسح کرتے اور کہتے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا، جو وضو کرے اور گردن کا مسح کرے اسے قیامت کے دن طوق نہیں پہنایا جائے گا۔

(نیل الاوطار صفحہ ۱۶۴)

موسیٰ بن طلحہ سے موقوفاً مروی ہے کہ جس نے سر کے ساتھ گردن کا مسح کیا، وہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ رہے گا۔ (السعایہ جلد ا صفحہ ۱۷۸، تلخیص الحبیر)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ گردن کا مسح کرنا قیامت کے دن طوق سے امان کا باعث ہے۔

(السعایہ صفحہ ۱۷۸)

فائدہ: گردن کا مسح کرنا مستحب ہے۔ اور اس پر آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کے احادیث و آثار ہیں۔ علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی قولی اور فعلی احادیث گردن کے مسح پر دلالت کر رہے ہیں پس انکار کا کوئی مطلب نہیں۔

خیال رہے کہ گو اس کے متعلق احادیث ضعیف ہیں مگر اس سے استحباب ثابت ہو جائے گا۔

"ان الندب يثبت بالحديث الضعيف كما صرح به ابن الهمام فی كتاب الجنائز من فتح القدير."

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے رافعی کی شرح الوجیز کی تخریج احادیث میں بسط سے کلام کرتے ہوئے اس کے استحباب کو راجح قرار دیا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۷۹)

لہٰذا بدعت اور انکار کرنے والے کا قول معتبر نہیں۔ فقہا کرام نے بھی اسے مستحب قرار دیا ہے۔ تمام اصحاب متون و شروح اور اصحاب فتاویٰ معتمدہ نے بھی اسے مستحب قرار دیا ہے۔

سر کے مسح کے بعد دونوں پیروں کو دھوئے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ کے وضو کو دکھاتے ہوئے یہ کیا کہ سر کا مسح کیا پھر دونوں پیروں کو تین مرتبہ ٹخنے تک دھویا۔ (بخاری صفحہ ۲۸)

حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں پیروں کو تین، تین مرتبہ دھویا۔ (ابوداؤد صفحہ ۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (وضو کرتے ہوئے) سر کا مسح کیا ایک مرتبہ، پھر اپنے دائیں پیر کو تین مرتبہ

دھویا۔ پھر بائیں پیر کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر فرمایا آپ کا وضو اسی طرح تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مسح کے بعد اپنے دونوں پیروں کو دھوئے۔ وضو کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پانی گرا کر بایاں ہاتھ لگا کر دھوئے۔ (الشامی صفحہ ۱۳۰)

پہلے انگلیوں کی طرف پانی گرائے۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۶)

پہلے دائیں پھر بائیں پیر کو دھوئے

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ سے دائیں پیر کو دھویا اور پیر کی انگلیوں کا خلال کیا۔ اور پانی کو ٹخنے تک پہنچایا۔ (کشف الاستار صفحہ ۱۴۱)

حضرت عبد خیر نے ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے وضو کو دکھاتے ہوئے یہ کیا کہ دائیں پیر کو ٹخنے تک تین مرتبہ دھویا پھر بائیں پیر کو تین مرتبہ ٹخنے تک دھویا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۶۸)

فائدہ: پیر کے دھونے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پہلے دائیں پیر کو تین مرتبہ پھر بائیں پیر کو تین مرتبہ دھوئے۔

پیر دھونے سے پہلے پیر پر چھینٹیں مار لینا مستحب ہے

حضرت ابوالنصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کا پانی منگوایا وہاں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ یہ سب دیکھ رہے تھے انہوں نے دائیں پیر پر پھر بائیں پیر پر چھینٹا مارا پھر دونوں کو تین مرتبہ دھویا۔

(کنز العمال، اعلاء السنن جلد ۱ صفحہ ۷۷)

فائدہ: درمختار میں ہے کہ سردی کے زمانے میں دونوں پیروں کو اولاً بھگو دے۔ علامہ شامی نے بیان کیا کہ جاڑے میں تمام اعضاء کو اولاً تیل کی طرح پانی سے ملے پھر اس پر پانی بہائے گویا کہ ہر عضو کے لئے ہے۔

(الشامیہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: خیال رہے کہ گرد و غبار کی وجہ سے یا موسم سرما میں اعضا میں خشکی کی وجہ سے بسا اوقات پیر اچھی طرح دھلتا نہیں اس لئے اسباغ اور اکمال کے لئے بہتر یہ ہے کہ پیر کو اولاً چھینٹے مار کر بھگو لیا جائے پھر دھویا جائے اس میں سہولت رہتی ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۷۷)

ہاتھ اور پیر کا خلال کرنا سنت ہے

لقیط ابن صبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں قبیلہ بنی منتفق کی جماعت کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے وضو کا طریقہ بتائیے تو آپ ﷺ نے

فرمایا وضو کو مکمل طریقہ سے ادا کرو، انگلیوں کا خلال کرو ناک مبالغہ سے صاف کرو، ہاں مگر یہ کہ تم روزہ سے ہو۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۷۶، ترمذی صفحہ ۱۶، ابن خزیمہ صفحہ ۸۷، دارمی صفحہ ۱۷۹)

مستورد بن شداد نے کہا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پیر کی انگلیوں کا خلال فرمارہے ہیں۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۷، ترمذی صفحہ ۱۶)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کیا تو پیر کی انگلیوں کا خلال تین مرتبہ کیا اور فرمایا کہ اسی طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے دیکھا تھا جیسے میں نے کیا۔ (دارقطنی صفحہ ۸۶، السعایہ صفحہ ۱۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو انگلیوں کا خلال فرماتے، ایڑیوں کو رگڑتے اور فرماتے انگلیوں کا خلال کرو، اللہ تعالیٰ ان کے درمیان جہنم کی آگ داخل نہ کرے گا۔

(دارقطنی صفحہ ۹۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگلیوں کے درمیان خلال کرو اللہ پاک قیامت کے دن جہنم کی آگ ان کے درمیان داخل نہ فرمائے گا۔ (دارقطنی صفحہ ۹۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب وضو کرتے تو داڑھی کا اور انگلیوں کا خلال کرتے اور کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح (وضو میں) کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۳۵)

خلال کا طریقہ

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ہاتھ اور پیر کا خلال کرنا سنت ہے اور یہ اسباغ میں جس کی تاکید ہے داخل ہے، اس سے پانی پورے طور پر اعضا میں پہنچ جاتا ہے۔ خلال کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں میں تشبیک کرے کہ ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کریں اور پیر کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی انگلی کو دائیں پیر کے دائیں انگوٹھے تک لائے پھر بائیں انگوٹھے سے شروع کرے خنصر تک لائے اس طرح دائیں سے شروع ہو کر بائیں پیر کے خنصر پر ختم ہو جائے گا۔

(شرح احیاء جلد ا صفحہ ۳۶۵، معارف السنن صفحہ ۱۸۴، شامی: صفحہ ۱۱۸، کبریٰ صفحہ ۳۴)

اور یہ کہ مختصر چھوٹی انگلی کو پیر کے اوپری حصے کی جانب سے داخل کیا جائے گا، نیچے تلوے کی جانب سے نہیں۔ (کذا فی الشامی صفحہ ۳۶۵)

اگر پیر کی انگلیاں بالکل چپکی اور ملی ہوئی ہوں تو خلال کے ذریعہ پانی پہنچانا فرض ہوگا۔

(کذا فی الشامیہ صفحہ ۱۱۸، اتحاف السادۃ صفحہ ۳۶۵)

ٹخنے سے اوپر پنڈلی کی طرف پانی پہنچانا مستحب ہے

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے دائیں پیر کو تین مرتبہ دھویا اور انگلیوں کا خلال کیا۔ اور پانی کو ٹخنے سے اوپر پہنچایا۔ پھر پنڈلی کی طرف (یعنی ٹخنے سے اوپر پنڈلی کی جانب) پانی پہنچایا۔ پھر بائیں پیر میں بھی اسی طرح کیا۔ (کشف الاستار صفحہ ۱۴۰)

عبداللہ الجمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ دائیں پیر کو دھویا اور پنڈلی کی جانب تک پانی پہنچایا، پھر بائیں پیر کو دھویا اور پنڈلی کی جانب تک پانی پہنچایا۔ اور کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو فرماتے ہوئے دیکھا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۷۷)

فائدہ: بہتر یہ ہے کہ ٹخنے سے کچھ اوپر تک پانی پہنچائے تا کہ قیامت کے دن یہ اعضاء زیادہ چمکیں اور روشن ہوں۔

کہنیوں سے اوپر اور ٹخنوں سے اوپر پانی پہنچانا بہتر ہے

نعیم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا وضو کیا چہرہ کو دھویا۔ خوب اچھی طرح دھویا۔ پھر دائیں ہاتھ کو دھویا (کہنی کے اوپر) بازو تک پہنچایا۔ اسی طرح بائیں ہاتھ کو دھویا۔ پانی بازو تک پہنچایا۔ پھر سر کا مسح کیا۔ پھر دائیں پیر کو دھویا۔ پنڈلی کی جانب تک پانی پہنچایا۔ پھر بائیں پیر کو دھویا تو پنڈلی تک پانی پہنچایا۔ پھر کہا میں نے اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اور فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن وضو سے چمکو گے۔ بس تم میں سے جو اپنے اعضاء کو زیادہ چمکا سکے وہ (تھوڑا) زیادہ کر لے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۱۲۶)

فائدہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہ وضو کے مقامات قیامت کے دن چمکیں گے اعضاء کو واجب حد سے زائد دھوتے تھے، ہاتھ میں کہنی سے آگے اور پیر میں ٹخنے سے اوپر تک پانی پہنچاتے تھے تا کہ اوروں کے مقابلہ میں ہمارے اعضاء زائد چمکیں۔ حدیث مذکورہ کے پیش نظر بہتر اور مستحب ہے کہ کچھ زائد دھوئے، اگر سردی کے زمانہ میں نہ ہو سکے تو گرمی کے زمانہ میں کچھ زائد دھوئے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسا اوقات گرمی میں ہاتھ بغل تک دھوتے تھے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۷)

علامہ نووی نے اسے مستحب قرار دیا ہے خواہ کچھ زیادہ کرے یا ہاتھ اور پیر میں نصف سے زائد یا نصف تک پانی پہنچا دے تو اس فضیلت کا پانے والا ہوگا۔ احناف کے نزدیک اور شوافع کے نزدیک مستحب ہے اعلاء السنن میں اس کے استحباب پر باب قائم کیا ہے۔ (صفحہ ۱۷)

درمختار نے اسے آداب وضو میں شمار کیا ہے۔ (الشامی جلد ا صفحہ ۱۳۰)

پیر کے دھونے میں اہتمام سے پانی پہنچانے کی تاکید

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ہم لوگ مکہ سے مدینہ کی جانب واپس آرہے تھے راستہ میں پانی کے مقام پر پہنچے وہ جلدی جلدی وضو کرنے لگے ان کو نماز عصر کی جلدی تھی، ایڑیوں میں پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے خشکی سے وہ نمایاں ہورہے تھے۔ آپ نے فرمایا: وضو مکمل ٹھیک سے ادا کرو، ایسی ایڑیوں پر جہنم کی وعید ہے، وضو ٹھیک سے کرو۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۶۹، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک آدمی کو دیکھا جس کی ایڑی نہیں دھلی تھی تو آپ نے فرمایا ہلاکت ہو ایسی ایڑیوں پر (نہ دھلنے کی وجہ سے) جہنم کی۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۶۹)

جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک آدمی کے پیر میں نہ دھلنے کی وجہ سے خشکی دیکھی تو فرمایا: ایسی ایڑیوں پر جہنم کی وعید۔ (طحاوی صفحہ ۲۳)

فائدہ: عموماً پیر میں گرد و غبار کی وجہ سے یا خشکی کی وجہ سے ذرا اہتمام نہیں ہوتا غفلت ہو جاتی ہے تو ایڑیاں خشک رہ جاتی ہیں اس لئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس کی سخت تاکید فرمائی کہ اعضاء وضو خصوصاً پیروں پر پانی اہتمام سے پہنچاؤ خشکی نہ رہ جائے کہ عموماً ذرا بے توجہی سے ایڑیاں اور کہنیاں خشک رہ جاتی ہیں۔

ویل یا تو جہنم کی ایک وادی ہے جس میں ایسی ایڑیوں کو یا ایڑی والوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا، ظاہر یہ ہے کہ جب وضو صحیح نہ ہوگا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ اس وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایسی ایڑیوں پر جہنم کی سزا سنائی، تاکہ لوگ پیر کے دھونے میں ایڑیوں کا خیال رکھیں۔

وضو کے بعد پاجامہ یا لنگی پر شرم گاہ کی جگہ چھینٹا مارنا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ہمارے پاس حضرت جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا اے محمد وضو کر چکو تو چھینٹا مارو۔ (ترمذی)

حضرت زید بن حارث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ پہلی وحی لے کر تشریف لائے تو وضو اور نماز بھی بتایا، جب وضو سے فارغ ہوئے تو ایک چلو پانی لیا اور شرم گاہ پر چھینٹا مارا۔ (دار قطنی جلد ا صفحہ ۱۱۱)

فائدہ: متعدد روایتوں میں وضو سے فراغت پر شرم گاہ پر چھینٹے مارنے کا ذکر ہے، بعض روایت میں اسے فطرت "دین" بھی کہا گیا ہے۔ ارباب حدیث نے اس کے استحباب پر باب قائم کیا ہے، یہ شیطانی وسوسہ کے دور کرنے کے لئے ہے۔ (معارف جلد ا صفحہ ۱۹۹)

یعنی یہ وسوسہ ہو کہ پیشاب کا قطرہ ٹپکا ہے تو یہ کہے کہ پانی کا اثر ہے، مگر خیال رہے کہ ضعف مثانہ کی وجہ

سے اگر قطرہ واقعی ٹپکا ہو اور ٹپک گیا ہے تو پھر سرے سے وضو کرنا ہوگا، یہ چھینٹا مارنا کافی نہ ہوگا اسی حال میں نماز پڑھ لے گا تو نماز ہی نہ ہوگی۔ (معارف السنن صفحہ ۱۹۹)

وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر پینا

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کیا اور وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر پیا، میں نے تعجب کیا۔ مجھے دیکھا اور کہا تعجب مت کرو۔ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا جو میں نے کیا۔ (نسائی صفحہ ۲۸، طحاوی صفحہ، سبل صفحہ ۴۵)

نزال بن سبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر میدان کی جانب نکلے، برتن منگوایا جس میں پانی تھا، آپ نے کلی کیا ناک میں پانی ڈالا، ہاتھ منہ دھویا، سر کا مسح کیا اور پیر دھویا پھر اس کے باقی پانی کو کھڑے ہو کر پیا۔ فرمایا لوگ کھڑے ہو کر پینا مکروہ سمجھتے ہیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا میں نے بھی اسی طرح کیا۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۰۱، کشف النقاب جلد ا صفحہ ۵۳۸)

الوحید کی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا وضو کیا، اپنی ہتھیلی کو دھویا، چہرہ کو تین مرتبہ دھویا اور سر کا مسح کیا، پھر پیروں کو ٹخنے تک دھویا، پھر کھڑے ہوئے اور وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر پیا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۸)

امام بخاری نے بھی وضو کے باقی ماندہ پانی کو صرف پینے کا ذکر کیا ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۱) وضو کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کی متعدد روایتیں کتب میں بسند صحیح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد جلد ا، صفحہ ۱۶، نسائی جلد ا صفحہ ۲۸، بیہقی جلد ا صفحہ ۷۵، ترمذی، ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۸، طحاوی صفحہ ۲۰، مصنف ابن عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۴۰، مسند احمد جلد ا صفحہ ۱۲۷ تا ۱۵۷۔ میں اس کا ذکر ہے "اعلاء السنن" میں اس پر استحباب کا باب قائم کیا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۷۵)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ سراج کے حوالے سے ہے: "ولا یستحب الشرب قائما الا فی هذین الموضعین" (فضل وضو اور ماء زمزم) "الا ان یقال یفید الندب فی فضل الوضوء. ما اخرجه الترمذی فی حدیث علی" جلد ا صفحہ ۱۳۰۔ علامہ عبدالحئی رحمہ اللہ تعالیٰ نے السعایہ میں بھی اسے آداب وضو میں شمار کرایا ہے۔ "ان یشرب فضل وضوئه بعد الفراغ منه قائماً" اور اس پر جمہور کا اتفاق نقل کیا ہے۔ "وهذا مما اتفق علی تجویزه الجمهور، واختلفوا فی الشرب قائماً ما سواه" (السعایہ صفحہ ۱۸۶)

علامہ شامی نے وضو کے باقی ماندہ پانی کا پینا امراض میں باعث شفا بیان کیا ہے۔ شیخ عبدالغنی نابلسی جو

جلیل القدر مشائخ میں ہیں اسے شفاء امراض میں مجرب ذکر کیا ہے۔"ومما جربته انی اذا اصابنی مرض اقصد الاستشفاء بشرب فضل الوضوء فیحصل لی الشفاء" (شامی جلد صفحہ ۱۳۰)

وضو کے بعد ہاتھ منہ کے پانی کو جھاڑنا منع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں سے (وضو کے پانی کو) مت جھاڑو کہ یہ شیطان کا پنکھا ہے۔ (اتحاف جلد ۲ صفحہ ۳۷، ابن حبان فی ضعفاء)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے کے بعد وضو کا پانی جو ہاتھ منہ میں ہے اسے ہاتھوں سے نہ جھاڑے کہ مبادا بغل میں کسی آدمی کو پڑ جائے اور تکلیف کا باعث ہو۔ اسے یونہی چھوڑ دے کہ خشک ہو جائے یا کپڑے سے خشک کرے اس کی اجازت ہے۔

علامہ زبیدی نے شرح احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ علامہ نووی نے روضہ میں لکھا ہے کہ ایسا کرنا کہ اعضاء سے پانی دور ہو جائے اور نہ کرنا دونوں درست ہے۔ ایک قول ہے کہ مکروہ ہے۔ ایک قول ہے کہ ترک اولیٰ ہے، یعنی پانی چھوڑ دینا۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۷۰)

خیال رہے کہ اگر کسی پر پانی کے چھینٹوں کے پڑنے کا احتمال ہو تو اعضاء نہ جھاڑے، اگر کسی سردی کا زمانہ ہو اور یا کسی پر پانی کے پڑنے کا احتمال نہ ہو پھر اعضاء سے پانی جھاڑنا درست ہے۔

اعضاء وضو کو تین مرتبہ سے زائد دھونا منع ہے

عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ ایک بادیہ نشین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور وضو کے متعلق معلوم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین، تین مرتبہ وضو (اعضاء غسل کو) کر کے دکھایا اور فرمایا، جس نے اس سے زائد کیا اس نے برا کیا۔ تعدی اور ظلم گناہ کا کام کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۷۹، ابن ماجہ صفحہ ۳۴، طحطاوی)

فائدہ: اعضاء وضو کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے، اس سے زائد دھونا خلاف سنت ممنوع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ظلم تعدی اور گناہ کا کام کہا اس لئے کہ وہ شریعت کے حدود سے تجاوز کر گیا، اور حدود شریعت کی رعایت واجب ہے۔ تین مرتبہ پر اطمینان ہو جانا ایمان کی شان ہے۔ تین سے زائد دھونا بدعت ہے۔ (السعایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۲)

ہاں البتہ وضو سے فارغ ہو کر دوبارہ وضو کرنا، اس اعتبار سے کہ وضو پر وضو کرنا نور ہے، مکروہ نہیں ہے۔

(السعایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۲)

ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو وضو کرتے وقت اسے حرکت دے

حضرت ابورافع کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو انگوٹھی کو حرکت دیتے۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۷)

امام بخاری نے ذکر کیا کہ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ وضو کرتے وقت انگوٹھی کی جگہ دھوتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹)

حضرت ارزق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ جب وہ وضو کرتے تو اپنی انگوٹھی کو حرکت دیتے۔

فائدہ: خیال رہے کہ انگوٹھی کی وجہ سے بسا اوقات انگلی کی کھال پر پانی نہیں پہنچ پاتا، اگر انگوٹھی ذرا تنگ ہو تو پھر پانی پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے، اس لئے انگوٹھی کو حرکت دینا ضروری ہے۔

عمدۃ القاری میں ہے کہ اگر انگوٹھی ڈھیلی اور کشادہ ہو تو ہاتھوں میں انگوٹھی کا گھما لینا کافی ہے کہ پانی اس میں چلا جائے گا۔ (جلد ۳ صفحہ ۳۲)

وضو میں اعضاء کو رگڑ کر دھونا چاہئے

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب وضو فرماتے تو پیر کی انگلیوں کو ہاتھوں کی چھوٹی انگلی سے رگڑتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا کہ دونوں ہاتھوں کو رگڑ کر دھویا۔ (کشف النقاب جلد ا صفحہ ۵۴۵، مسند طیالسی)

فائدہ: عموماً انگلیوں کے درمیان خشکی کی وجہ سے پانی نہیں پہنچتا اور وضو ناقص رہ جاتا ہے اسی وجہ سے آپ اس کا اہتمام فرماتے کہ جوڑوں کے درمیان رگڑ کر دھوتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے، انگلیوں کا خلال فرماتے اور ایڑیوں کو رگڑ کر دھوتے۔ (دارقطنی جلد ا صفحہ ۹۵، سبل صفحہ ۴۲)

فائدہ: ایڑیوں میں سختی اور خشکی ہوتی ہے اس لئے اہتمام اور تاکید سے رگڑ کر پانی پہنچانا چاہئے، اگر خشکی کی وجہ سے انگلیوں کے باہم ملنے کی وجہ سے پانی کا جوڑوں میں پہنچنا مشکل ہو تو رگڑ کے ذریعہ اور خلال کر کے پانی کا پہنچانا واجب ہے ورنہ وضو نہ ہوگا۔

خصوصاً جاڑے کے زمانے میں اعضاء میں خشکی ہوتی ہے۔ انگلیوں سے مل مل کر پانی پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔ ذرا سی بے توجہی اور غفلت کی وجہ سے وضو اور نماز دونوں صحیح نہیں ہو پاتے۔

ام عمارہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا ارادہ کیا تو قریب دو تہائی پانی لایا گیا۔ اور مجھے یاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو دھویا، اور رگڑا، اور کان کے اندرونی حصہ کا مسح کیا۔

(نسائی، السعایہ جلد ا صفحہ ۱۶۴)

فائدہ: وضو کے اعضاء کو رگڑ کر اور مل کر دھونا سنت ہے۔ (السعایہ)

عموماً اعضاء پر گرد وغبار رہنے سے اور خاص کر جاڑے میں اعضاء خشک رہتے ہیں، پانی کھال پر اچھی طرح نہیں پہنچ پاتا تو رگڑنا واجب اور ضروری ہوگا تاکہ پوری طرح پانی پہنچ جائے اور گزر جائے، اس لئے جاڑے میں انگلیوں کے جوڑوں میں پانی پہنچانے کے اہتمام میں رگڑنا ضروری ہے۔ بعض لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔

اگر وضو میں کچھ چھوٹ جائے تو اسے دھونا واجب ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وضو کے بعد آیا اس کے پیر کے ناخن کے برابر کچھ باقی رہ گیا تھا، دھلا نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: جاؤ اچھی طرح وضو کرو۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۸۳)

خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے، اور اس کے پیر پر خشکی تھی پانی نہیں پہنچا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ وضو کرنے اور نماز کے لوٹانے کا حکم دیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۸۳)

فائدہ: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وضو اور غسل میں کچھ چھوٹ جاتا ہے وضو میں عموماً کہنیوں میں ہوتا ہے کہ پانی پہنچنے سے رہ جاتا ہے اور پیر میں ایڑیوں میں ایسا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں وضو کے اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اسی مقام کو دھو لینا واجب ہے۔ خیال رہے کہ صرف پانی مل لینا کافی نہیں ہے پانی کا بہانا ضروری ہے۔ جاڑے میں ایسا عموماً ہو جاتا ہے۔ ایڑیوں کے خشک رہ جانے پر حدیث پاک میں بہت وعید ہے۔

ایڑیوں کے خشک رہ جانے پر جہنم کی وعید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایڑیوں کے خشک رہ جانے والوں پر جہنم کی ہلاکت ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سفر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے اعلان کروایا، ایڑیوں کے خشک رہ جانے والوں پر جہنم کی ہلاکت ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۸)

فائدہ: معلوم ہوا کہ جو لوگ وضو میں پانی پہنچانے کا اہتمام نہیں کرتے، جلدی جلدی وضو کر کے نماز کے لئے دوڑتے ہیں۔ کسی عضو کے خشک رہ جانے کی وجہ سے جب وضو صحیح نہیں تو نماز صحیح نہیں۔ اور جب نماز صحیح نہیں تو جہنم کی وعید اور اس کا استحقاق۔

پانی کی کمی یا جلدی یا اور کسی وجہ سے اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ دھونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو میں ایک ایک مرتبہ (اعضاء کو) دھویا۔ (بخاری صفحہ، ترمذی صفحہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایک مرتبہ دھوتے ہوئے دیکھا۔ (ترمذی صفحہ، طحاوی صفحہ ۱۷)

فائدہ: وضو میں ہر عضو کو سوائے سر کے مسح کے تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ مگر بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضاء کو ایک مرتبہ بھی دھویا۔ لہٰذا پانی کی قلت ہو۔ تین، تین مرتبہ دھونے سے دوسری ضرورتوں میں حرج ہو یا وقت کی تنگی ہو۔ مثلاً سفر کے وقفہ میں وضو کر کے جلدی سے نماز پڑھنا ہے تو ایسے موقع پر ایک ایک مرتبہ عضو دھونے پر اکتفا کر کے جلدی سے نماز پڑھنا ہے تو ایسے موقع پر ایک ایک مرتبہ عضو دھونے پر اکتفا کر لیا تو خلاف سنت نہیں اور نہ کوئی کراہت وقباحت ہے۔

وضو میں اعضاء کو تین، تین مرتبہ دھونا سنت ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اعضاء کو تین، تین مرتبہ دھویا۔ (ترمذی صفحہ)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تین، تین مرتبہ وضو فرماتے (یعنی اعضاء وضو کو تین، تین مرتبہ دھوتے)۔ (ابن ماجہ صفحہ)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وضو کیا اور تمام اعضاء کو تین، تین مرتبہ دھویا۔ اور فرمایا کہ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ (بخاری صفحہ ۲۷)

فائدہ: وضو میں تمام اعضاء کا تین، تین مرتبہ دھونا سنت ہے، اور ایک مرتبہ سر کا مسح کرنا۔ یہ حضرات انبیاء کرام اور تمام صحابہ عظام کا طریق ہے۔ تین مرتبہ سے زائد دھونا خلاف سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائد دھونے سے منع فرمایا ہے۔ اور ایسے شخص کو ظالم فرمایا ہے، عموماً زائد دھونا وسوسہ کی وجہ سے ہوتا ہے جو ممنوع ہے۔

وضو میں زائد پانی بہانا منع ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کے پاس سے گزرے وہ وضو کر رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیسا اسراف ہے، انہوں نے کہا کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے، آپ نے فرمایا: ہاں اگر چہ تم بہتے دریا پر کیوں نہ ہو۔ (ابن ماجہ صفحہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، ارے پانی زیادہ مت خرچ کرو، پانی زیادہ خرچ مت کرو۔ (ابن ماجہ صفحہ)

ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ہر شئے میں اسراف ہے یہاں تک کہ پاکی وطہارت کرنے میں اگرچہ نہر کے کنارے کیوں نہ ہو۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۹۷)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک جماعت پیدا ہوگی جو طہارت اور دعاء میں زائد تجاوز کر جائے گی۔ (ابوداؤد صفحہ)

فائدہ: اسراف کا مفہوم ضرورت سے زائد بلا کسی وجہ سے اور خاص نفع کے خرچ کرنا ہے۔ کھانے کا اسراف یہ ہے کہ پیٹ بھرا ہے پھر بھی کھانے پر لگا ہے۔ مکان اور تعمیر کا اسراف یہ ہے کہ ضرورت کے موافق مکان ہے پھر بھی بلا ضرورت کمرہ پر کمرہ بنا رہا ہے۔ اسی طرح پانی کا اسراف یہ ہے کہ ضرورت سے زائد پانی بہاتا جارہا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ انسانی ضرورت کی تمام چیزیں خدا کی نعمت ہیں۔ ضرورت سے زائد خرچ کرنا اس کا ضیاع ہے جو درست نہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ نلوں سے وضو کرتے ہیں عموماً پانی بہنا چھوڑ دیتے ہیں اور وضو کرتے رہتے ہیں یہ بھی اسراف ہے، جو ممنوع ہے۔ ہاں گرمی کے زمانے میں پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے بدن پر، اعضاء جوارح پر پانی بار بار گرانا، یہ اسراف نہیں۔ تبرید کی نیت سے پانی کا بار بار بدن پر گرانا درست ہے۔ السعایہ میں علامہ عبدالحئی فرنگی نے وضو میں اسراف کو حرام قرار دیا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۸۴)

وضو میں دوسرے سے مدد وتعاون حاصل کرنا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عرفہ سے کوچ کیا اور وادی کی جانب آئے تو قضائے حاجت فرمائی، اس کے بعد میں نے آپ پر وضو کا پانی ڈالا یعنی وضو کرایا۔ اور میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نماز پڑھیں گے، تو آپ نے فرمایا نماز آگے پڑھیں گے۔ (بخاری صفحہ)

فائدہ: اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت اسامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر پانی ڈال رہے تھے، اور آپ وضو کے اعضاء کو دھو رہے تھے۔

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں سفر میں اور حضر میں وضو کا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالا کرتا تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۲، عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۶)

ام عیاش رقیہ کی باندی کہتی ہیں کہ میں کھڑی ہو کر آپ کو وضو کرا رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۳۲، عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۶۱)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت (پاخانہ) کے لئے نکلے،

واپس تشریف لائے تو میں نے پانی پیش کیا، میں نے آپ ﷺ پر پانی ڈالا۔ آپ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا، چہرہ دھویا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۲)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ وضو وغیرہ کے موقع پر حسب ضرورت وموقعہ پر پانی انڈیلوائے۔ یا ناسازئی طبع یا سفر کی تکان کی وجہ سے اگر کوئی پانی اعضاء وضو پر ڈالے یا کبھی کوئی محبت وعقیدت یا تنگیٔ وقت کے پیشِ نظر ایسا کرے تو درست اور جائز ہے۔ تاہم ہمیشہ اور بلا کسی خاص ضرورت کے ایسا کرنا منع ہے۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں بعض موقع پر اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں اعانت علی الوضوء کی تین صورتیں ہیں ① پانی وغیرہ لانا اور پیش کرنا اس میں کوئی کراہت نہیں۔ ② اعضاء کے دھونے میں مدد کرنا یعنی ہاتھ لگانا یہ مکروہ ہے۔ ③ پانی ڈالنا، یہ مکروہ ہے اور بعض صورتوں میں جائز ہے۔ (عمدہ القاری جلد ۳ صفحہ ۶۰)

حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے تیسری شکل جائز خلافِ اولیٰ ہے۔ (جلد ا صفحہ ۲۸۵)

حضرت علی وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک قول میں ہے کہ وضو میں کسی کی اعانت مکروہ سمجھتا ہوں۔

(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۶۰)

خیال رہے کہ بعض صورتوں میں اعانت کی ممانعت اور کراہیت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ پر پانی ڈالنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں وضو میں کسی کی اعانت قبول نہیں کرتا۔ علامہ عینی نے البنایہ میں ذکر کیا ہے کہ وضو کے سلسلے میں کسی سے تعاون نہ لے۔

(السعایہ صفحہ ۱۸۶)

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی کسی نے وضو میں خدمت کرنی چاہی تو روک دیا اور فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو وضو کرتے دیکھا تو خدمت کے لئے آگے بڑھا، تو مجھے روکتے ہوئے فرمایا، اے! علی میں وضو وغیرہ میں کسی کا تعاون پسند نہیں کرتا۔ ادھر دوسری جانب صحاح میں آپ ﷺ کا وضو میں مدد لینا متعدد صحابہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ "انه عليه السلام استعان بأسامة"

(السعایہ صفحہ ۱۸۶)

ان جیسی متعارض روایتوں کا جواب علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے نہایت ہی بسط اور تفصیل کے ساتھ السعایہ میں دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

❶ آپ ﷺ سے عدم استعانت کی روایت ضعیف ہے۔ استعانت والی روایت اس کے معارض نہیں ہو سکتی۔

❷ کراہیت پانی وغیرہ لانے اور اعضاء پر ڈالنے متعلق نہیں ہے بلکہ ہاتھ لگا کر دھونے اور ہاتھ لگا کر مسح

کرنے کے متعلق ہے۔

۳ بلا ضرورت پانی وغیرہ نہ ڈلوائے تاکہ زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہو۔ فقہائے کرام نے بھی اس کی گنجائش دی ہے۔ چنانچہ تاتارخانیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ دوسرے سے تعاون حاصل کرے تو جائز ہے۔ (السعایہ جلد ا صفحہ ۱۹۰)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی طیب قلب محبت کے ساتھ خدمت کرے تو کوئی حرج نہیں۔ بکثرت احادیث میں بغیر طلب پانی کے پیش کرنے اور ڈالنے کا ذکر ہے۔ (جلد ا صفحہ ۱۲۶)

دعاء کے لئے وضو کرنا مستحب ہے

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ مقام حرہ، حضرت سعد بن وقاص کے سقیا (پانی کی جگہ) پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کے لئے پانی لاؤ، چنانچہ آپ وضو سے فارغ ہوئے تو قبلہ رخ متوجہ ہوئے، پھر تکبیر کی، پھر فرمایا ہمارے والد ابراہیم آپ کے بندے اور خلیل تھے انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی میں محمد ہوں۔ آپ کا بندہ آپ کا رسول ہوں، میں ال مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ آپ ان کے مد میں صاع میں برکت عطا فرمائیں۔ اسی طرح جس طرح اہل مکہ کے لئے عطا فرمائی ہے برکت کے ساتھ دو برکتیں۔ (یعنی مکہ کے مقابلے میں دوگنی برکتیں)۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۰۶)

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لئے دعا فرمائی تھی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے دعا فرمائی کہ ان کے وزن اور ان کی چیزوں میں مکہ کے مقابلے میں دوگنا برکت ہو۔ اسی حدیث کے پیش نظر بعض علماء نے بیان کیا کہ مکہ کی عبادت کے مقابلے میں (حرم چھوڑ کر) مدینہ منورہ کی عبادت کا دوگنا ثواب ہے۔ اس دعا کے پیش نظر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو عامر نے مجھ سے کہا کہ میرا سلام میرے لئے دعاء مغفرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دینا چنانچہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی چارپائی پر تشریف فرما تھے، جس کے نشان جسم اطہر پر نمایاں تھے، میں نے انکا سلام اور دعاء پیش کر دی، تو آپ نے پانی منگایا، وضو کیا اور دعاء کی کہ اے اللہ ابو عامر کی مغفرت فرما۔ اور اسے قیامت میں لوگوں سے فائق و بلند فرما۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دعاء سے قبل وضو کرنا بہتر اور مستحب ہے۔ خیال رہے کہ یہ اتفاقی اور ان دعاؤں کے لئے ہے جو کسی وقت کے لئے خاص نہیں، رہی وہ دعائیں جو اوقات کے اور احوال کے تابع ہیں جیسے پاخانہ پیشاب، بازار آنے جانے وغیرہ کی دعائیں ان سے قبل وضو ثابت نہیں۔ اور نہ اہتمام سے وضو کرے کہ غیر ثابت اپنی جانب سے کرنا بدعت ہے۔

کن امور کے لئے وضو کرنا مستحب اور ادب و باعث فضیلت ہے

علماء محققین وفقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان امور کو ادا کرنے سے قبل وضو کرنا مستحب ہے اور فضیلت و ثواب قرار دیا ہے۔

❶ دعاء سے قبل۔ (حدیث)
❷ سونے سے قبل (حدیث) جنبی کے لئے کھانے پینے سے قبل۔
❸ جنبی کے لئے سونے سے قبل۔ (حدیث)
❹ جنابت میں غسل کی تاخیر میں۔ (حدیث)
جنابت کے بعد ہمبستری کے لئے۔ (حدیث)
نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔ (طحطاوی)

❶ ہر نماز کے آغاز میں جب کہ پہلے سے باوضو ہو تو وضو کرنا، یعنی تجدید وضو کے ساتھ نماز پڑھنا مسنون و مستحب ہے (حدیث)
❷ قرآن کی تلاوت سے قبل (جب کہ زبانی پڑھے) اگر دیکھ کر پڑھے اور قرآن کو چھوئے تو پھر وضو واجب ہے)
❸ حدیث پاک کے سبق اور اس کی روایت کے لئے۔ (طحطاوی)
❹ خطبہ نکاح سے قبل۔
❺ قبر اطہر کی زیارت سے قبل۔
❻ مسجد نبوی میں داخل ہونے سے قبل۔
❼ وقوف عرفہ کے لئے۔
❽ سعی بین الصفا والمروہ کے لئے۔
❾ غصہ آنے کے وقت۔ (حدیث)
❿ جنازہ اٹھا کر آنے کے بعد۔ (طحطاوی صفحہ ۴۷)
⓫ غیبت اور ہر گناہ کے بعد۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۴۶)

ان موقعوں پر وضو کرنا مستحب اور آداب میں داخل ہے۔

باوضو مسجد جانے کی فضیلت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اچھی طرح (سنت و

مستحبات کے رعایت کرتے ہوئے) وضو کرتا ہے پھر نماز کے لئے (مسجد) جاتا ہے تو اس کے لئے ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے، اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ حضرات صحابہ فرماتے ہیں اس وجہ سے ہم لوگ چلنے میں چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہیں۔ (مسند طیالسی جلد ا صفحہ ۴۰، ابن ماجہ صفحہ ۵۶)

فائدہ: متعدد احادیث میں اس کی فضیلت مذکور ہے کہ باوضو مسجد جانے پر ہر قدم پر گناہ کی معافی اور درجات کی بلندی ہوتی ہے۔ باوضو جانے کا کتنا عظیم ثواب ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا: مسجد سے دور رہنے والے ثواب زیادہ پانے والے ہوں گے۔ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۸۲)

باوضو گھر سے مسجد جانے پر حج کا ثواب

حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے گھر سے باوضو فرض نماز کے لئے مسجد کی طرف نکلتا ہے اس کا ثواب اس حاجی کے مانند ہوتا ہے جو احرام کی حالت میں ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۲)

فائدہ: دیکھئے باوضو مسجد جانے کا کتنا عظیم ثواب ہے کہ حالت احرام میں جو حجاج کرام کو ثواب ملتا ہے وہ اسے ملتا ہے، اسی وجہ سے باوضو مسجد جانا اللہ کے برگزیدہ بندوں کی عادت ہے۔ ایک حدیث میں اسے مہمان خدا کہا گیا ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۱۴)

فائدہ: یعنی ایسا بندہ خدا کی نگاہ میں مکرم ہوتا ہے۔

گھر سے باوضو چلنے والے کو چلتے ہی نماز کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی باوضو گھر سے چل کر مسجد آتا ہے تو وہ گویا نماز میں ہوتا ہے۔ (ترغیب صفحہ ۲۰۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ باوضو مسجد جانے میں جو وقت صرف ہوتا ہے اس میں نماز کا ثواب پاتا ہے، جیسے مسجد میں نماز کا انتظار کرنے سے نماز کا ثواب ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں وضو کرنے سے افضل گھر میں وضو کرنا ہے افسوس کہ آج لوگ مسجد میں وضو کے عادی ہو گئے ہیں اور گھر سے باوضو جانے کی فضیلت کھو بیٹھے ہیں۔

باوضو مسجد جانے پر ہر قدم پر دس نیکیاں

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی پاکی حاصل کرتا ہے (باوضو) مسجد جاتا ہے نماز کے لئے تو لکھنے والے فرشتے) اس کے لئے ہر قدم پر دس نیکیاں لکھتے ہیں۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۷۴)

فائدہ: اس حدیث پاک میں باوضو مسجد کی طرف نماز کے لئے جانے پر ہر قدم پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اس

لئے باعث ثواب وفضیلت یہ ہے کہ وضو کر کے نماز کے لئے نکلے۔ بسا اوقات مسجد میں وضو کی پریشانی ہو جاتی ہے اس کا بھی یہی حل ہے۔

ہر قدم پر صدقہ کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قدم مسجد کی جانب اٹھے اس میں صدقہ کا ثواب ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۷۵)

باوضو مسجد جانے پر خدا کو حد درجہ خوشی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے وضو کرتا ہے، ذرا اچھی طرح وضو کرتا ہے۔ کامل وضو (سنتوں کی رعایت کے ساتھ) پھر نماز ہی کے واسطے مسجد آتا ہے تو اس سے اللہ پاک اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح کوئی اپنے غائب کے آنے سے خوش ہوتا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۴)

فائدہ: یہ اللہ کی محبت کی بات ہے کہ اس نے اس کی عبادت کا اہتمام کیا۔

باوضو نماز کے لئے جانے پر فرشتوں کی دعاء مغفرت ورحمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی وضو کر کے نماز کے لئے مسجد کی جانب آتا ہے تو جب تک نماز کے انتظار میں رہتا ہے نماز کا ثواب پاتا ہے اور جب تک وہ نماز پڑھ کر اس جگہ بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے، اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما، اس کی توبہ قبول فرما۔ دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ باوضو بیٹھا رہے اور کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۸۰)

فائدہ: اس حدیث پاک میں باوضو آنے اور پھر نماز کے بعد باوضو بیٹھے رہنے کی یہ فضیلت ہے۔ اس قسم کے اور بھی فضائل ہیں جو کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

سخت سردی اور ٹھنڈک کے زمانہ میں وضو کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہوں کو دھونے والی چیز مشقت کے موقعہ پر (ٹھنڈک میں) وضو کرنا، مساجد کی جانب قدم کا بڑھانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا ہے۔ یہی گناہ سے بچنے کی سرحد اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۸، ابن ماجہ صفحہ:، ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۶۲۸)

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں وہ اعمال نہ بتاؤں جو گناہوں کو معاف کرتے ہیں اور نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں صحابہ نے کہا ہاں! اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشقت اور تکلیف کے موقعہ پر وضو کو مکمل طور پر ادا کرنا مسجد کی طرف قدم کا زائد اٹھانا (یعنی

دور سے آنا) اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ پاک کی خواب میں بہترین صورت میں زیارت ہوئی تو اللہ پاک نے مجھے آواز دی اے محمد! میں نے کہا لبیک وسعدیک حاضر ہوں اے اللہ۔ کہا یہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم، تو اللہ پاک نے دست مبارک کو میرے کندھے پر رکھا جس کی ٹھنڈک کو میں نے اپنے سینہ میں محسوس کیا اور میں نے مشرق ومغرب کی چیزوں کو جان لیا پھر فرمایا اے محمد! میں نے کہا، حاضر۔ کہا بتاؤ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں میں نے کہا درجات کس سے بلند ہوتے ہیں اور گناہ کس سے معاف ہوتے ہیں اس کے بارے میں اور جماعت کی جانب جو قدم اٹھتے ہیں اور مشقت کے موقعہ پر اچھی طرح وضو کرنے اور نماز کے انتظار کے ثواب میں (یہ جھگڑ رہے ہیں) جو اس کی حفاظت کرے گا خیر وعافیت کے ساتھ رہے گا اور موت اچھی طرح ہوگی اور گناہ سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو۔ (ترندی جلد۲ صفحہ۱۵۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین باعث کفارہ ہیں، تین باعث درجات ہیں، تین باعث نجات ہیں اور تین مہلکات ہیں۔ بہرحال تین باعث کفارہ امور وضو کو تکلیف اور مشقت کے وقت میں مکمل طور پر ادا کرنا، نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا اور جماعت کے لئے قدموں کا اٹھنا۔ اور وہ جس سے درجات بلند ہوتے ہیں وہ کھانا کھلانا، سلام رائج کرنا، اور رات میں نماز پڑھنا جب سب لوگ سو رہے ہوں، اور بہرحال نجات دینے والی چیزیں، سو وہ غصہ اور خوشی کے موقعہ پر انصاف کرنا، مالداری اور غربت میں اعتدال سے رہنا اور اچھی اور کھلی باتوں میں خدا سے ڈرنا ہے۔ اور بہرحال ہلاک کرنے والی چیزیں وہ یہ ہیں۔ بخل جس کی اطاعت کی جائے، خواہش جس کی اتباع کی جائے اور خود پسندی (بزار، بیہقی، ترغیب جلد۱ صفحہ۲۸۶)

طارق بن شہاب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس سلسلے میں جھگڑ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کے اعمال کے سلسلے میں۔ بہرحال درجات کی بلندی کے اعمال تو وہ کھانا کھلانا، سلام کو عام کرنا اور لوگ سو رہے ہوں اس وقت نماز پڑھنا۔ اور گناہوں کے معافی کے اعمال مشقت اور تکلیف کے موقعہ پر وضو کرنا جماعت کے لئے قدم اٹھانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا ہے۔ (کشف النقاب صفحہ، مجمع الزوائد جلد۱ صفحہ۲۴۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضو کو سخت سردی کے زمانہ میں اچھی طرح ادا کیا اسے دوگنا ثواب ہوگا (ایک وضو کا دوسرے مشقت کے برداشت کرنے کا)۔

(مجمع الزوائد جلد۱ صفحہ۲۴۲)

فَائِدَہ: ان احادیث میں مشقت اور تکلیف کے موقعہ پر وضو کو مکمل طور پر ادا کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ مشقت کا مطلب ملا علی قاری نے بیان کیا ہے: مثلاً سردی کا زمانہ ہے پانی سرد ہے، سردی کی وجہ سے طبیعت گھبرا رہی ہے، ایسے وقت وضو کی یہ فضیلت ہے۔ یا جسم پر کوئی تکلیف ہے یا وضو کو پانی نہیں مل رہا ہے تلاش کرنے میں اور لانے میں پریشانی ہے جیسے پانی دور ہے لانے کی زحمت ہے یا ایسا موقعہ ہے کہ پانی دستیاب نہیں عام قیمت سے زائد میں مل رہا ہے۔ (مرقات صفحہ ۲۶۳)

ایسی حالت میں وضو کا ثواب بہت زائد ملتا ہے۔ ایک طاعت کا ایک مشقت کا اسی طرح مرض یا تکلیف کی وجہ سے وضو کرنے کا من نہیں کر رہا ہے سوچ رہا ہے لاؤ تیمّم کریں اس پر وضو کر کے نماز پڑھ لی تو ثواب زیادہ پائے گا، مکمل طور پر ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سنن اور آداب کی رعایت کے ساتھ کر رہا ہے مثلاً مسواک کے ساتھ اور اچھی طرح رگڑ کر رہا ہے تاکہ پانی اچھی طرح پہنچ جائے کہ عموماً سردی میں اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا، بعض تو رومال باندھے ہی وضو کر لیتے ہیں جس سے پورے اعضاء میں پانی نہیں پہنچ پاتا اور فرض تک رہ جاتا ہے۔

وسوسہ یا وہمی ہونے کی وجہ سے تین مرتبہ سے زائد دھونا منع ہے

عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ پانی کے وسوسوں سے بچو۔ پانی کا بھی وسوسہ ہوتا ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۹۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ کہ وضو میں وسوسہ ہوتا ہے کہ اعضاء نہیں دھلے ابھی پانی سے تر نہیں ہوئے اس لئے وہ تین مرتبہ سے زائد بار بار دھوتا ہے سو ایسے وسوسہ پر عمل کرنا منع ہے۔ تین مرتبہ دھونا کافی ہے اس سے زائد شیطانی فعل ہے چنانچہ سفیان نے یونس سے نقل کیا ہے کہ پانی میں بھی وسوسہ ہوتا ہے پس پانی کے وسوسہ سے بچنا چاہئے۔ یعنی اعضاء اور کپڑے وغیرہ اچھی طرح نچوڑ کر تین مرتبہ دھل جائے تو پاک سمجھنا چاہئے۔ بار بار پانی کا بہاتے جانا یہ سمجھتے ہوئے کہ ابھی پاک نہیں ہوا یہ شیطانی وسوسہ ہے اس وسوسہ پر عمل کرنا شیطانی تقاضے پر عمل کرنا ہے۔

وضو کا بھی شیطان ہوتا ہے

حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ وضو کا بھی شیطان ہوتا ہے جسے ولہان کہا جاتا ہے اس سے بچو، اس سے بچو۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ کہ وضو میں خلاف شرع امور کا ارتکاب کرانے کے لئے جو شیطان مقرر ہے اس کا نام ولہان ہے اس کا کام ہے کہ وہ تین مرتبہ اچھی طرح دھونے کے بعد بھی وسوسہ ڈالتا ہے کہ ابھی پاک نہیں ہوا جس کے نتیجہ میں وہ بار بار دھوتا رہتا ہے سو یہ شیطانی وسوسہ ہے اس سے بچنا چاہئے۔

چنانچہ آپ بعض لوگوں کو دیکھیں گے کہ حوض پر بیٹھے ہوئے بار بار دسیوں بار ہاتھ منہ دھوتے رہیں گے، سو یہ وسوسہ ہے اسی سے روکا گیا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اچھی طرح تین مرتبہ، دھولیا جائے اس کے بعد نفس کہے کہ اور دھوؤ ابھی کچھ رہ گیا ہے تو نہ مانے اور کہے کہ سنت کے مطابق صحیح ہوگیا ہے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ کہ گناہ ہوگا ایسا کرنے سے وسوسہ کی بیماری جاتی رہے گی۔

ہمیشہ یا اکثر باوضو رہنا

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کی حفاظت ہمیشہ باوضو رہنا، مؤمن ہی رہ سکتا ہے۔ (اتحاف المہرہ صفحہ ۴۱۴، ابن ماجہ، ترغیب صفحہ ۱۶۲)

حضرت ربیعہ الجرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو پر مداومت اختیار کرو۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے وضو پر مداومت مؤمن (کامل) ہی کرسکتا ہے۔
(حاکم مستدرک جلد ۱ صفحہ ۳۸، مجمع صفحہ ۲۴۶، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۶۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضو پر وضو کیا (یعنی پچھلا وضو رہتے ہوئے نماز کے لئے نیا وضو کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (مشکوٰۃ، ترمذی، سنن کبریٰ)

باوضو رہنے سے شہادت کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹے! اگر تم سے ہوسکے تو ہمیشہ باوضو رہا کرو، ملک الموت جب بندے کی روح قبض کرتے ہیں تو اگر وہ باوضو ہوتا ہے تو شہادت اس کے لئے لکھتے ہیں۔ (بیہقی، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۲۹۳، مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۲۷)

باوضو رہنے پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت بلال کو بلوایا اور فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تم جنت میں مجھ سے آگے تھے، میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا (خواب میں) تو میں نے اپنے اور تمہارے کھڑاؤں کی آواز کو سنا۔ اس پر حضرت بلال نے فرمایا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان دی ہو اور دو رکعت نماز نہ پڑھی ہو اور کبھی ایسا نہ ہوا کہ وضو ٹوٹا ہو اور وضو نہ کیا ہو (یعنی ہمیشہ باوضو رہنا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی وجہ سے تم نے یہ مرتبہ پایا۔ (مسند احمد، ترغیب صفحہ ۱۶۳، ابن خزیمہ)

فائدہ: دیکھئے جنت میں یہ درجہ دو رکعت نماز کی ہمیشگی اور باوضو رہنے کی وجہ سے ملا۔ کتنی بڑی فضیلت ہے باوضو رہنے کی، خصوصاً سفر میں باوضو رہئے تاکہ جب بھی موقع ملے نماز کو اوّل وقت میں ادا کرلیا کہ پانی کی پریشانی سے نماز جاتی رہتی ہے۔

سمندر کے شوریلے پانی یا کھارے پانی سے وضو غسل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ سمندری سفر کرتے ہیں اور پانی (میٹھا) ساتھ میں کم ہوتا ہے اگر اس پانی سے وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا سمندر کے پانی سے وضو کرلیا کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) اس کا پانی پاک ہے اس کا میتہ (مچھلی) حلال ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ صفحہ ۳۱، ابوداؤد صفحہ ۱۱، نسائی صفحہ ۱۲)

اصل میں چونکہ سمندر کا پانی بدمزہ شوریلا اور کھارا ہوتا ہے اس وجہ سے سائل کو یہ گمان ہوا ہوگا کہ یہ پانی وضو کے لائق نہیں یا اس وجہ سے کہ سمندر میں روزانہ سینکڑوں جانور مر کر سڑ گل جاتے ہیں جس سے پانی ناقابل استعمال ہو جاتا ہوگا، اس لئے انہوں نے سوال کیا۔ خیال رہے سمندر، دریا، نہر جھیل کا پانی خواہ بدمزہ ہی کیوں نہ ہو ناپاک۔ اس لئے معلوم ہوا کہ آدمی کو کوئی شبہ اور خدشہ ہو تو معلوم کرلے شبہ میں پڑا نہ رہے ہاں البتہ کھارے اور شوریلے پانی کے مقابلہ میں شریں پانی سے غسل وضو بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۹۶)

حوض جس سے عامۃ الناس وضو کریں وہ بہتر ہے

محمد بن واسع نے کہا ہے کہ ایک شخص نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول نئے بند گھڑے کا پانی (وضو کرنے کے لئے) بہتر ہے یا وہ جس سے تمام لوگ وضو کرتے ہیں (جیسے حوض وغیرہ) آپ نے فرمایا: تمام دینوں میں اللہ کو دین حنیف سب سے زیادہ محبوب ہے۔ پوچھا گیا دین حنیف کیا ہے فرمایا جس میں توسیع اور گنجائش ہو۔ کہ اسلام میں وسعت ہے۔

شعبی نے کہا کسی بڑھیا کے بند گھڑے کے پانی سے عام وضوگاہ کا پانی بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۴۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس مسجد کا عام وضوگاہ اور حوض جس سے ہر طبقہ اور مزاج کے لوگ وضو کرتے ہیں کہ بسا اوقات نظافت کے خلاف بھی حرکت کر دیتے ہیں جس سے بعض مزاج کو گھن ہوتا ہے تب بھی اسی عام وضوگاہ سے وضو کرنا بہتر ہے تاکہ تشدد نہ رہے اور تواضع کا ذہن باقی رہے، جو محمود ہے۔ فقہاء نے بھی حوض سے وضو کرنا بہتر قرار دیا ہے۔ کہ معتزلہ اس پانی کو ناپاک قرار دیتے ہیں۔

تحیۃ الوضو، وضو کے بعد دو رکعت نفل کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو فجر کی نماز کے وقت کہا اے بلال بتاؤ اسلام لانے کے بعد کون سا بہترین عمل تم نے کیا ہے جس کی وجہ سے میں نے جنت میں تمہارے چپل کی آواز کو اپنے سامنے سے سنا۔ حضرت بلال نے کہا میں نے تو کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کی زیادہ امید ہو

البتہ یہ ہوا کہ رات دن میں سے جب بھی میں نے وضو کیا تو اس وضو سے میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۴، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۷۲)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو صبح کے وقت بلایا اور پوچھا کہ تم جنت میں کس عمل کی وجہ سے میرے آگے تھے؟ میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چپل کی آواز کو سنا۔ گزشتہ رات (خواب میں دیکھا کہ) میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے تمہارے چپل کی آواز کو سنا۔ میں نے پھر سونے کے بلند و بالا محل کو دیکھا تو میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ کہا عرب کا۔ میں نے کہا میں بھی عربی ہوں۔ تو یہ محل کس کا ہے؟ کہا ایک مسلمان۔ میں نے کہا میں محمد ہوں۔ یہ محل کس کا ہے؟ کہا عمر بن الخطاب کا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری غیرت نہ ہوتی تو میں اس محل میں داخل ہوتا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں آپ پر غیرت کروں گا؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم ہم سے پہلے جنت میں کیسے آگے رہے؟ اس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب بھی میں نے وضو کیا تو دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی عمل کی وجہ سے۔

(ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۵۴، کتاب الحدائق جلد ۱ صفحہ ۴۵)

فائدہ: وضو کے بعد دو رکعت کی بڑی فضیلت ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر ہمیشگی کی وجہ سے جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے آگے چلے۔ یہ کوئی معمولی فضیلت نہیں۔ اس پر ہمیشگی کی وجہ سے یہ شرف حاصل ہوا۔ دو امور کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی۔

1. جب بھی وضو ٹوٹا انہوں نے دوبارہ وضو فرما لیا۔
2. وضو کے بعد ہمیشہ پابندی سے دو رکعت پڑھا۔

وضو کے باوجود نماز کے لئے نیا وضو کرنا مسنون ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو فرماتے تھے۔

(بخاری صفحہ، دارمی صفحہ ۱۸۳، ابن ماجہ صفحہ)

فائدہ: یعنی آپ کی عادت تھی کہ آپ ہر نماز کے لئے مستقل وضو فرماتے یعنی وضو رہتا تب بھی۔ (عمدۃ صفحہ ۱۱۲)

ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا فضیلت اور استحباب کے پیش نظر تھا۔ (مرقات المفاتیح جلد ۱ صفحہ ۳۲۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو فرماتے خواہ آپ کا وضو باقی رہتا یا نہیں۔ (ترمذی، عمدۃ القاری صفحہ ۱۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری امت پر یہ بات باعث

مشقت نہ ہوتی تو میں ہر نماز کے لئے وضو کا حکم دیتا۔ (مسند احمد، ترغیب جلد ا صفحہ ۱۶۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہی تھی کہ ہر نماز کے لئے وضو کیا جائے۔ البتہ آپ نے رعایت کے پیش نظر واجب اور لازم قرار نہیں دیا تا کہ گنجائش سے سہولت رہے۔

وضو پر وضو کرنا نور کا باعث ہے

وضو پر وضو کرنا نور علیٰ نور ہے۔ (ترغیب صفحہ ۱۶۳)

فائدہ: مطلب جس طرح نور پر نور زیادتی نور کا باعث ہے۔ اسی طرح وضو رہنے پر وضو کرنا زیادتی نور کا باعث ہے۔ مزید اس سے ثواب کا بھی اضافہ ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے حدیث ضعیف کہا ہے۔ جس کی تخریج ابن زرین نے کی ہے۔ عراقی نے "**لا اصل لہ**" کہا ہے۔ (شرح احیاء جلد ۲ صفحہ ۳۷۵)

وضو پر وضو کرنے سے دس نیکیاں زائد

ابو غطیف کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا۔ ظہر کی اذان ہوئی تو انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر عصر کی اذان ہوئی پھر انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ تو میں نے پوچھا (کہ بظاہر تو آپ کا وضو تھا پھر آپ نے دوبارہ وضو کیوں کیا) تو انہوں نے کہا میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص باوضو ہونے کے باوجود وضو کر کے نماز پڑھے گا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

(ابوداؤد صفحہ ۳۹، ابن ماجہ صفحہ)

فائدہ: سنت اور مستحب یہ ہے کہ وضو رہنے کے باوجود ہر نماز کے لئے مستقل نیا وضو کرے، اگر وضو نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ (صفحہ ۶۲۱)

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر ایک وضو سے پانچ نمازیں پڑھی تھیں۔

(طحطاوی صفحہ ۴۵، مرقات جلد ا صفحہ ۳۲۰)

پیتل و تانبہ وغیرہ کے برتن سے وضو کرنا

عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے پیتل کے برتن میں پانی نکال کر دیا آپ نے اس سے وضو کیا۔ (بخاری صفحہ ۳۲)

عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے تو انہوں نے پیتل کے برتن میں پانی منگایا۔ اسے اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور اسے دھویا (الخ اسی طرح مکمل وضو کیا اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح وضو فرماتے تھے۔ (صفحہ ۳۳)

حضرت عکرمہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس پیتل تانبہ کے برتن سے وضوفرما لیتے تھے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق جلدا صفحہ ۵۹)

ابن جریج نے حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ پیتل کے برتن سے اپنا سر مبارک دھوتے تھے جو بعض ازواج مطہرات کا ہوتا تھا (صفحہ ۶۰)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تانبے کے برتن سے وضوفرماتے تھے۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۳ صفحہ ۸۹)

فائدہ: ہر قسم کے برتن سے وضو کرنا درست ہے خواہ وہ پتھر کے ہوں یا دھات کے یا اسی زمانے میں پلاسٹک اسٹیل وشیشے کے یا اور کوئی مصنوعات کے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ شریعت کی جانب سے ہر قسم کے برتن سے وضو اور غسل درست بلا کراہیت ہے۔ البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پیتل کے برتن میں وضو ناپسند تھا، وہ اس کی بدبو کو پسند نہیں کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۸۹، شرح احیاء جلد ۲ صفحہ ۳۷۲)

ہاں البتہ سونے اور چاندی کے برتن سے غسل مردوں اور عورتوں دونوں کو حرام ہے۔

گرم پانی سے وضو کرنا درست ہے

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما گرم پانی سے وضو کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گرم پانی سے وضو کر لیتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ جلدا صفحہ ۲۵)

حضرت سلمہ بن اکوع (جو مشہور جلیل القدر صحابی ہیں) کے متعلق مروی ہے کہ ان کے لئے وضو کرنے کے لئے پانی گرم کیا جاتا تھا۔ (مجمع الزوائد جلدا صفحہ ۲۱۹)

زید بن اسلم نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک پیتل کا برتن تھا جس میں پانی گرم کیا جاتا تھا۔ (دارقطنی صفحہ ۳۶، شرح احیاء جلد ۲ صفحہ ۳۷۲)

فائدہ: گرم پانی سے غسل و وضو کرنا درست ہے، یہاں گرم سے آگ پر گرم کردہ پانی مراد ہے۔ دھوپ سے گرم پانی مراد نہیں، السعایہ میں ہے آگ پر گرم کردہ پانی مکروہ نہیں ہے۔ (صفحہ ۳۳۷)

غسل کے بعد وضو کی ضرورت نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کے بعد وضو نہیں فرماتے۔

(ابن ابی شیبہ جلدا صفحہ ۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو (الگ سے) نہیں فرماتے تھے۔ (نسائی صفحہ ۴۲، ترمذی صفحہ ۳۰، مسند طیالسی، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۶۸)

فَائِدَہ: غسل کرنے کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ وضو کا مقصد غسل سے پورا ہو جاتا ہے لہٰذا اگر سے آپ وضو نہیں فرماتے تھے۔ یہی حال حضرات صحابہ کرام کا تھا۔ آپ غسل کے شروع میں ہی وضو فرما لیتے تھے۔ (معارف جلد ا صفحہ ۳۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وضو کے بعد غسل کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (طبرانی صفحہ ۵۸، کشف النقاب صفحہ ۴۸۱، معارف السنن صفحہ ۳۶۸)

اگر غسل کے بعد کوئی حدث لاحق نہ ہوا ہو تو وضو کرنا خلاف مستحب ہے۔ علامہ شامی نے اسے مکروہ نقل کیا ہے۔ (معارف السنن جلد ا صفحہ ۳۶۸)

حضرات صحابہ کرام سے بھی وضو بعد الغسل پر سوال تعجب اور نکیر وارد ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۶۸)

وہم یا شک کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا

عباد بن تمیم کی اپنے چچا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ جس آدمی کو یہ خیال اور شک ہو جائے کہ اس نے نماز میں (ریح وغیرہ) نکلتی پایا ہے وہ کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز سے نہ نکلے تاوقتیکہ اسے کوئی آواز کا احساس نہ ہو یا آواز کا خارج ہونا محسوس نہ ہو۔ (بخاری صفحہ ۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ شیطان نماز پڑھنے کی حالت میں تمہارے میں سے کسی کے پاس آتا ہے، اور اس کے جائے پاخانہ میں پھونکتا ہے، اور اسے وسوسہ ڈالتا ہے تمہارا وضو ٹوٹ گیا، حالانکہ وضو نہیں ٹوٹتا۔ جب تم میں سے کسی کو ایسا وسوسہ آئے تو نماز نہ توڑے یہاں تک کہ اپنے کان سے ہلکی آواز بھی نہ سن لے یا اپنی ناک سے بو کا احساس نہ ہو جائے۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۴۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شیطان آدمی کی نماز میں نہایت ہی لطیف (باریک) طریقہ سے آتا ہے کہ اس کی نماز تڑوا دے جب اس سے تھک جاتا ہے تو اس کے مقعد میں پھونک مارتا ہے۔ اس کا تم میں سے کسی کو وسوسہ آئے تو نماز نہ توڑے تاوقتیکہ آواز یا بو سے احساس نہ ہو جائے۔

(مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۸۴۸)

فَائِدَہ: عموماً شیطان وضو کے ٹوٹنے کا وسوسہ ڈال کر نماز خراب کرتا رہتا ہے۔ بسا اوقات معلوم ہوتا ہے کہ ہوا نکل گئی، یا قطرہ ٹپک گیا، سو محض اس وسوسہ پر دھیان نہ دے کر نماز نہ توڑے، اور نہ خراب کرے۔ ہاں علامتوں کے ذریعے یقین ہو جائے۔ جسم کی ہیئت سے ہوا نکلنے کا علم اور احساس ہو جائے تب اس کا اعتبار کرے۔ ایسا بھی نہ ہو کہ علامتوں سے احساس اور علم ہو گیا، پھر وسوسہ قرار دے کر پڑھتا رہا کہ یہ حرام ہے۔ خیال رہے کہ وضو کا ہونا یقینی ہو تو محض شک اور وہم سے ٹوٹنے کا حکم نہیں ہوگا۔ فقہاء کا قاعدہ ہے کہ ''الیقین لا یزول بالشک''، یقینی

امور شک اور وہم سے ختم نہیں ہوتے۔

وضو کی فضیلت اور ثواب

وضو کے چمکدار نشانات سے امت محمدیہ کی پہچان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہماری امت کو نشانات کے چمکنے سے پہچانا جائے گا، بس جو چاہے اس کے نشانات بڑھے ہوں وہ ایسا کرے۔ (یعنی وضو کو مکمل طور پر اچھی طرح ادا کرے)۔ (بخاری صفحہ ۲۵، مسلم صفحہ ۱۲۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا امت کے جن لوگوں کو آپ نے نہیں دیکھا کیسے پہنچانیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نشانات چمک سے۔ وضو کے نشانات سے کہ وہ مقام چمکدار ہوں گے۔

(کشف الاستار صفحہ ۱۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے حوض کی لمبائی ایلہ سے عدن تک ہے اس کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ شیریں، دودھ سے زیادہ سفید، اور اس کے پیالے آسمان کے تاروں سے زائد، اپنے حوض سے لوگوں کو ہٹاؤں گا جیسا کہ لوگوں کے اونٹ کو اپنے حوض سے ہٹایا جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول اس دن آپ (اپنی امت کو) پہچان لیں گے۔ کہا ہاں ایسے نشانات ہوں گے جو دوسری امتوں کو نہیں ہوں گے۔ وضو کے چمکتے ہوئے سفید نشانات کے ساتھ تم حوض پر آؤ گے۔

(مسلم صفحہ ۱۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کی تکمیل سے وضو کے مقامات چمکتے ہوئے ہوں گے۔ (اسی سے میں اپنی امت کو پہچان لوں گا)۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

فائدہ: قیامت کے دن ہزاروں نبیوں کی امت ہوگی اس امت کی خصوصیت ہوگی کہ اعضائے وضو، وضو کرنے کی وجہ سے چمکدار روشن ہو جائیں گے۔ اس سے آپ اپنی امت کو پہچان لیں گے۔ وضو سے اعضاء کا روشن ہونا اس امت کی خصوصیت ہوگی۔ وضو اور طہارت تو اور اُمت کے لئے ہوگی مگر اعضاء کا روشن ہونا اس امت کے لئے خاص ہے۔ (شرح مسلم صفحہ ۱۲۶)

وضو سے گناہ معاف

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے (یعنی سنن و آداب کی رعایت کرتے ہوئے کرے) تو اس کے جسم سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک

کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا پھر فرمایا: جو میری طرح وضو کرے گا (سنن و آداب کی رعایت کے ساتھ) اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ وضو سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں کہ جیسے درخت کے پتے (بعض موسم میں) جھڑ جاتے ہیں۔ (کنز العمال صفحہ ۲۸۴)

تمام اعضاء وضو کے گناہ جھڑ جاتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمان بندہ یا مؤمن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنے چہرہ کو دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے گناہ جسے آنکھ سے دیکھا ہوگا پانی کے قطرے کے ساتھ یا آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، اور جب وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے تمام گناہ جسے ہاتھوں نے کیا ہوگا پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ اور وہ جب اپنے پیروں کو دھوتا ہے تو اس کے تمام گناہ جس کی طرف اس کا پیر چلا ہوگا پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۱۲۵)

آنکھ کان ناک سب کے گناہ دھل جاتے ہیں

حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤمن بندہ وضو کرتا ہے، کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کے گناہ دھل جاتے ہیں، اور جب ناک میں پانی ڈالتا ہے تو اس کی ناک سے گناہ جھڑ جاتے ہیں، اور جب چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ کے گناہ دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ آنکھ کے بھوؤں کے گناہ بھی دھل جاتے ہیں اور جب ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے گناہ یہاں تک کہ ناخن کے نیچے کے گناہ بھی دھل جاتے ہیں۔ پھر جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے کانوں کے گناہ (چونکہ کان کا مسح ہوتا ہے) پھر جب اپنے دونوں پیروں کو دھوتا ہے، تو اس کے دونوں پیروں کے گناہ دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ پیروں کے ناخن کے پھر اس کا مسجد کی طرف چلنا اور نماز پڑھنا اس کے علاوہ زائد (گناہ کی معافی کے بعد) بلندی درجات کا باعث ہوتا ہے۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۲۹، ابن ماجہ صفحہ ۲۴)

حضرت عمرو بن عبسہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب وضو کرتا ہے اپنا ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ اور جب اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے گناہ دھل جاتے ہیں اور جب بازو کو دھوتا ہے اور سر کا مسح کرتا ہے، تو بازو اور سر کے گناہ دھل جاتے ہیں، اور جب اپنے دونوں پیروں کو دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ وضو کرنے کی وجہ سے تمام اعضاء وضو اور اعضاء مسح سے جو گناہ متعلق ہوتے ہیں دھل جاتے ہیں اور جھڑ جاتے ہیں۔ جب کہ وضو میں اعضاء وضو کو اچھی طرح سنن و آداب کی رعایت کے ساتھ وضو کیا جائے۔ مزید یہ کہ وضو مؤمن کا ہتھیار ہے جیسا کہ شرح احیاء صفحہ ۳۷۶ میں ہے، اس لئے اس کا اہتمام اور کمال کی طرف توجہ ہونی چاہئے۔

کامل وضو سے شیطان بھاگتا ہے

حضرت عمر بن الخطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ کامل وضو سے شیطان بھاگتا ہے۔

(اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۷۶)

سنت کے مطابق وضو کرنے سے شیطان دفع ہو جاتا ہے، چونکہ مؤمن کا ہتھیار ہے، اور ہتھیار سے دشمن مرعوب ہوتا ہے اور بھاگتا ہے۔ اسی وجہ سے غصہ کے وقت وضو کا حکم ہے تاکہ شیطان بھاگ جائے اور غصہ کی تیزی دور ہو جائے۔

مقام وضو تک مؤمن کا زیور

حضرت ابوحازم کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وضو فرما رہے تھے میں ان کے پیچھے کھڑا تھا، وہ ہاتھ کو زیادہ دھو رہے تھے یہاں تک کہ بغل تک پہنچا رہے تھے، میں نے پوچھا کہ اے ابوہریرہ یہ کیسا وضو ہے (کہ ہاتھ تو کہنیوں تک دھونا ہے) اس پر حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اے فروخ کے بیٹے تم یہاں ہو؟ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں یہاں وضو ہی نہ کرتا، میں نے اپنے دوست رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سنا ہے، مؤمن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اس کا وضو پہنچے گا۔ (نسائی صفحہ ۳۶، مسلم صفحہ ۱۲۷)

فَائِدَہ: جنت میں مرد بھی زیورات پہنیں گے، مگر عورتوں کی طرح نہیں، بعض مقام پر۔ جیسے ہاتھ میں گھڑی کی چین کی طرح۔ وہاں سب پہنیں گے اس لئے برا نہ معلوم ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب یہ سنا تو زیادتی شوق اور فرط اشتیاق میں وہ وضو کا پانی کہنیوں سے آگے تک پہنچاتے تاکہ ہمارا زیور اور دوسری روایت میں روشنی اور چمک اوروں کے مقابلہ میں زائد ہو، اس لئے ایسا کرتے تھے۔ اور یہ چاہتے تھے میرا یہ زائد دھونا عام لوگ نہ دیکھیں کہ وہ شوق میں ایسا کرتے تھے۔ کوئی مسئلہ نہیں، نیز یہ بھی احتمال تھا کہ لوگ مجھے دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ فرض جو ہے وہ کہنیوں سے آگے بغل تک ہے۔ اس لئے انہوں نے ابوحازم سے کہا تمہارا دیکھنا مجھے معلوم ہوتا تو میں تمہارے سامنے وضو نہ کرتا۔

(شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۷)

اہتمام سے سنت کی رعایت کرتے ہوئے وضو کرنا برکت عمر کا باعث ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے تم پر وضو کامل طور پر اہتمام سے کرنا لازم ہے۔ اس سے تمہارے کراماً کاتبین محافظین فرشتے تم سے محبت کریں گے۔ اور تمہاری عمر میں برکت ہوگی۔ (مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۲۷)

وضو کو مکمل طور پر اہتمام سے سنن و آداب کے ساتھ کرنے سے دو اہم فائدے ملتے ہیں۔ محافظ فرشتے کی محبت عمر عزیز کی برکت، دراصل سنت کی رعایت کی برکت ہے جس سے دینی و دنیاوی فوائد وابستہ ہیں۔

سوتے وقت وضو کی فضیلت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بستر پر آؤ تو نماز کی طرح وضو کرو، پھر دائیں کروٹ سو جاؤ اور یہ دعاء پڑھو "اللهم اسلمت وجهي اليك وفوضت امرى اليك والجات ظهرى اليك رغبة ورهبة اليك لا ملجا منك الا اليك اللهم امنت بكتابك الذى أنزلت وبنبيك الذى ارسلت."

اگر تمہاری موت ہوگئی تو اسلام پر موت ہوگئی اور تمہاری آخری کلمہ یہ ہوگا۔ (بخاری صفحہ ۳۸)

ترجمہ: "اے اللہ میں نے اپنا رخ آپ کی طرف کیا، اپنا کام آپ کے حوالہ کیا اپنی پیٹھ تیری طرف کی تیرے شوق اور تیرے خوف کے ساتھ، تیرے سوا نہ کوئی ٹھکانہ اور نہ جائے پناہ، تیری اتاری کتاب پر ایمان لایا اور تیرے بھیجے نبی پر ایمان لایا۔"

علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ باوضو سونے سے خواب سچا ہوتا ہے اور شیطانی خواب سے محفوظ رہتا ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۸۹)

بدخوابی سے محفوظ رہنے کا بہترین عمل ہے۔

باوضو سونے سے فرشتہ کے ساتھ سونا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ جو باوضو سوتا ہے اس کے ساتھ بستر میں ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ جب بھی یہ استغفار کرتا ہے تو فرشتہ اس کے حق میں دعا کرتا ہے کہ اے اللہ فلاں بن فلاں کی مغفرت فرما اس نے رات کو پاکی کے ساتھ گزاری۔ (اتحاف جلد ۲ صفحہ ۳۷۶، کشف الاستار جلد ا صفحہ ۱۵۰)

باوضو سونے پر رات کی دعا قبول

عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص باوضو سوتا ہے رات میں اٹھ

کر خدائے تعالیٰ سے دین و دنیا کی دعا مانگتا ہے تو اللہ پاک اسے عطا فرما دیتے ہیں۔

باوضو سونے سے شہادت کی موت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو باوضو سوئے اور اسی رات انتقال ہو جائے تو شہید مرتا ہے۔ (یعنی شہادت کا ثواب پاتا ہے)۔ (اتحاف صفحہ ۳۷۶، کنز العمال)

فائدہ: باوضو سونا سنت ہے۔ اور بڑی فضیلت کا باعث ہے، مزید تفصیل شمائل کبریٰ جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے۔

وضو کے بعد دو رکعت سے جنت واجب ہے

حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز نہایت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھے گو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۲، ترغیب صفحہ ۱۷۳، ابوداؤد صفحہ ۳، نسائی صفحہ ۳۶)

فائدہ: اس عمل خیر وجہ سے وہ جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

پچھلے گناہ معاف

حضرت خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے۔ پھر دو رکعت نماز (خشوع اور توجہ سے) پڑھے کہ اس میں سہو نہ ہو تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۲۸، ابوداؤد صفحہ)

حضرت ابوداؤد سے مروی ہے ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے، اور رکوع وغیرہ اچھی طرح ادا کرے اور خشوع کے ساتھ پڑھے۔ پھر خدا سے مغفرت چاہے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۷۳)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے، جس میں خیالات وغیرہ نہ آئے، تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۵، مسلم صفحہ ۱۲۰)

فائدہ: وضو کے بعد دو رکعت نماز جب کہ وقت مکروہ نہ ہو اس کی بڑی فضیلت ہے، اسے تحیۃ الوضوء کہتے ہیں یہ نماز نہایت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ ہو، اس میں خیالات فاسدہ اور سہو وغیرہ نہ ہو تو بڑی فضیلت ہے۔ حدیث پاک میں ہی جس قید کے ساتھ فضیلت مذکور ہے اس کا مفہوم انتہائی خشوع و خضوع ہے۔

فقہاء کرام نے اس وضو کو مستحب قرار دیا ہے۔

وضو کے بعد خوشبو کا استعمال

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں) جب وضو سے فارغ ہوتے تو مشک ہاتھ میں مل کر داڑھی پر لگاتے۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۴۵)

فائدہ: صاحب مجمع الزوائد نے الطیب بعد الوضوء کا باب قائم کیا ہے۔ جس سے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وضو کے بعد خوشبو لگائے، کہ نماز کے لئے مسجد میں جانا اور دربار خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔

وضو کے بعد تشبیک منع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کے لئے وضو کرو تو انگلیوں سے تشبیک نہ کرو۔ (مجمع صفحہ ۲۴۵)

فائدہ: تشبیک کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالے۔ آپ نے مسجد میں بھی اس سے منع فرمایا ہے۔

دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا منع ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے دھوپ میں رکھ کر پانی گرم کیا اور آپ کے وضو کے واسطے لے کر آئی کہ آپ وضو کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرماتے ہوئے کہا: عائشہ یہ مت کرو۔ اس سے برص کی بیماری ہوتی ہے۔ (بیہقی جلد ا صفحہ ۶، مجمع جلد ا صفحہ ۲۱۰، دار قطنی صفحہ)

شرح احیاء میں بھی ہے اس سے وضو کرنا صحت کے اعتبار سے منع ہے اس سے برص کی بیماری ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی برص کی بیماری کی وجہ سے منع منقول ہے۔ (بیہقی جلد ا صفحہ ۶)

علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ یہ عام نہیں ہے بلکہ دو شرطوں کے ساتھ ہے۔

1. گرم ملک والوں کے لئے اندیشہ ہے۔ جو ٹھنڈے ملک ہیں وہاں کے لئے نہیں کہ وہاں حرارت بہت کمزور ہوتی ہے ضعف حرارت کی وجہ سے اس کا مضر اثر منتقل نہیں ہوتا ہے۔
2. کسی برتن مثلاً لوہے پیتل وغیرہ میں کہ تالاب اور ندی کا دھوپ سے گرم شدہ پانی مکروہ نہیں۔ خیال رہے کہ دھوپ کے گرم شدہ پانی سے وضو میں کراہت نہیں ہوتی گو مضر ہے۔ (اتحاف السادہ جلد ا صفحہ ۳۷۲)

وضو کے بعد بال کاٹنے اور ناخن کاٹنے پر دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ناخن کاٹنے کے بعد دوبارہ وضو نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۵۰)

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا وضو کے بعد بال کاٹنے کے بعد ناخن کاٹنے کے بعد کیا

وضو کرنا ہوگا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۹۳، مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۲۶)

حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ (بال یا ناخن کاٹنے کے بعد) طہارت علی حالہ باقی رہے گی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۴۰)

عاصم کہتے ہیں کہ میں نے ابووائل کو دیکھا کہ (وضو کی حالت میں) انہوں نے بال بنوایا، پھر مسجد میں داخل ہوئے اور نماز پڑھی (دوبارہ وضو نہیں کیا) مصنف ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا کہ ابوجعفر، عطا، حکم زہری اس کے قائل ہیں کہ (وضو کے بعد بال یا ناخن بنانے پر) اس کے ذمہ وضو نہیں ہے۔ (صفحہ ۵۳)

وضو کے درمیان اگر وضو ٹوٹ جائے تو وضو نئے سرے سے کرے

معمر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ وضو پورا ہونے سے پہلے وضو ٹوٹ جائے (مثلاً چہرہ یا ہاتھ دھونے کے درمیان ریح خارج ہوگئی) تو پھر بالکل شروع سے وضو کرے گا۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۱۸۱)

فَائِدَہ: وضو کے بیچ میں ہوا خارج ہو جائے یا خون نکل کر بہہ جائے تو پھر شروع سے وضو کرے، ورنہ وضو صحیح نہ ہوگا۔

وضو کے بعد رومال یا تولیہ کا استعمال اور اس کی تحقیق

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک کپڑے کا ٹکڑا (مثل رومال کے) تھا جس سے وضو کے بعد پونچھتے تھے۔ (ترمذی صفحہ ۱۸)

حضرت الیاس بن جعفر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس مثل رومال کے ایک کپڑا تھا جب وضو فرماتے تو اس سے چہرہ پونچھتے۔ (نسائی فی الکنی، عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۹۵)

منیب ابن مدرک المکی کی روایت میں ہے کہ میں نے ایک باندی کو دیکھا وضو کا پانی اور مثل رومال کے ایک کپڑا لئے کھڑی تھی آپ نے پانی لیا وضو کیا اور چہرے کو رومال سے پونچھا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۹۵)

حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے وضو کیا اور اونی جبہ کو الٹا جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پہنے ہوئے تھے اور چہرہ پونچھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۶)

حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے وضو کیا اور اونی جبہ کہ جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے جسم پر تھا (اس کے دامن کو) الٹا اور اس سے اپنے چہرے کو پونچھا۔

(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۹۵، ابن ماجہ صفحہ ۳۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک کپڑے کا ٹکڑا (رومال) تھا جس سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وضو کے بعد پونچھتے تھے۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۸، سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۸۵، عمدہ جلد ۳ صفحہ ۱۹۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے یہ بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑے کا ٹکڑا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے بعد پونچھتے تھے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۸۵)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وضو کیا اور اپنے کپڑے کے کنارے سے چہرہ پونچھ رہے تھے۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۸، سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۸۶)

حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تابعی استاذ امام صاحب) کپڑا منگوا کر پونچھتے تھے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۱۸۳)

وضو کے بعد وضو کے پانی اعضاء وضو سے پونچھنے کے سلسلہ میں کپڑے یا تولیہ کا استعمال بعض لوگوں نے مکروہ سمجھا ہے چنانچہ ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ میں وضو کے بعد رومال یا کپڑے کا استعمال مکروہ سمجھتا ہوں چونکہ وضو کا پانی وزن کیا جائے گا۔ ابن مسیب بھی یہی کہتے ہیں۔ (سنن ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی کہتے ہیں وضو کے بعد رومال کا استعمال مت کرو۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۸۵)

اس کے برخلاف جمہور علماء تولیہ یا رومال سے پونچھنا بلا کراہت جائز کہتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مرتبہ وضو اور غسل دونوں میں ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سیرین، علقمہ اسود، مسروق، ضحاک، امام مالک، ثوری امام احمد، احناف رحمہم اللہ تعالیٰ یہ تمام حضرات رومال تولیہ کے استعمال کو درست اور جائز قرار دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۹۵)

جمہور کے نزدیک تولیہ کا استعمال جائز ہے۔ صاحب منیۃ المصلی اسے مستحب کہتے ہیں۔ حضرت مسروق، حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رومال تھا جس سے منہ پونچھتے تھے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۱۳۸، ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۸)

ہاتھ اور چہرے پر پانی لگا رہنا خصوصاً سردی میں اچھا نہیں لگتا اس لئے کپڑے سے پونچھ لینے میں کوئی کراہیت نہیں اسی طرح ہاتھ سے پانی جھاڑنے میں بھی کوئی کراہیت نہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۱ صفحہ ۱۹۴)

حافظ ابن حجر نے تلخیص میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے بعد کپڑے سے پونچھا اور کبھی نہ پونچھا دونوں مروی ہے۔ کبھی پونچھا کبھی نہیں۔ (تلخیص صفحہ ۱۰۹)

امام ترمذی نے اگرچہ ایسی روایت کی صحت کو تسلیم نہیں کیا مگر علامہ عینی نے شرح بخاری میں بعض روایتوں کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ نے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو کے بعد کپڑے سے پونچھا کرتے

تھے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۱۰۹)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت حسن، حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ابن سیرین، علقمہ اسود، مسروق، ضحاک نے اسے درست قرار دیا ہے۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۳۷۱)

حضرت امام مالک سفیان، ثوری، امام احمد، اسحاق یہ حضرات اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں۔

(عمدۃ القاری جلد۳ صفحہ ۱۹۵)

ملاعلی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان، حضرت انس کپڑا استعمال کرتے تھے، انکا فعل دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی حدیث اصل میں ہے مزید حدیث ضعیف ہی سہی مگر رائے اور قیاس اولیٰ ہے۔

(مرقات جدید صفحہ ۱۲۸)

معارف السنن میں ہے کہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں، احناف میں صاحب منیۃ المصلی نے اسے مستحب کہا ہے۔ (معارف صفحہ ۲۰۳)

امام ترمذی نے کراہت کا سبب یہ بتایا ہے کہ وضو کا پانی وزن کیا جائے گا اسی لئے ابن مسیب زہری اس کی کراہت کے قائل ہیں۔ (ترمذی)

علامہ ہیثمی نے بیان کیا کہ حدیث کی دلالت اس پر ہوتی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پونچھتے تھے۔

(تحفۃ الاحوذی صفحہ ۵۸)

ممکن ہے کہ جن روایتوں میں پونچھنے کا ذکر ہے وہ موسم سرما کی بات ہو اور جن روایتوں میں نفی ہے وہ موسم گرما کی بات ہو، تاہم پونچھنے کی اجازت کے جمہور علماء قائل ہیں۔ صاحب درمختار نے کپڑے سے پونچھنا آداب وضو میں ذکر کیا ہے۔ (صفحہ ۳۷۱)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ہلکے طور پر پونچھے تاکہ وضو کا اثر باقی رہے۔ (صفحہ ۱۳۱)

اسی طرح شرح احیاء میں ہے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۳۷۱)

وضو کی سنتوں کا مفصل بیان

نیت کرنا۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۲)

اولاً دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھونا۔

آغاز وضو میں خدا کا نام بسم اللہ پڑھنا۔ (طحطاوی، فتح القدیر، کبری)

مسواک کرنا۔ مسواک نہ ہونے پر انگلیوں سے دانت صاف کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۳۸، بحرالرائق صفحہ ۲۱)

۳ مرتبہ کلی کرنا، ہر مرتبہ نیا پانی لینا۔ (طحطاوی صفحہ)

۳ مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا، ہر مرتبہ نیا پانی لینا۔ (بحرالرائق صفحہ ۲۲، السعایہ صفحہ ۱۶۳)

کلی اور ناک میں روزہ دار نہ ہونے کی صورت میں مبالغہ کرنا۔ یعنی غرارہ کرنا دائیں بائیں اور حلق تک پانی بھرنا اور ناک میں پانی خیشوم بانسہ تک پہنچانا۔ (بحرالرائق جلد ۱ صفحہ ۲۲)

گھنی داڑھی ہو تو خلال کرنا۔ (طحطاوی)

نیچے کی طرف سے اوپر کی جانب لاتے ہوئے خلال کرنا۔ (طحطاوی)

ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۳۹)

ہاتھ کی انگلیوں میں تشبیک کی طرح خلال کرنا۔ (بحرالرائق صفحہ ۲۳)

تین مرتبہ دھونا۔

پورے سر کا مسح کرنا، اور ایک مرتبہ کرنا۔ (السعایہ صفحہ ۱۶۳)

نئے پانی سے مسح کرنا۔

دونوں کانوں کا مسح کرنا۔

اعضاء کو پانی ڈال کر رگڑنا اور ملنا خصوصاً موسم سرما میں اور جس کے اعضاء کسی مرض سے خشک رہتے ہوں۔ (طحطاوی صفحہ ۴۰، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۶، کبیری صفحہ ۲۷، السعایہ صفحہ ۱۶۳)

پے در پے ملے اعضاء کو دھونا، تاخیر نہ کرنا کہ خشک ہو جائے۔ (طحطاوی صفحہ ۴۰، کبریٰ صفحہ ۲۸، بحرالرائق صفحہ ۲۸)

ترتیب سے دھونا۔ (بحرالرائق صفحہ ۲۸)

(یعنی اولاً ہاتھ پھر کلی پھر ناک پھر چہرہ پھر داڑھی کا خلال کرنا پھر ہاتھ دھونا انگلیوں کا خلال کرنا سر کا مسح کرنا کانوں گردن کا مسح کرنا، پیروں کا دھونا اور خلال کرنا۔

پہلے دائیں عضو کو دھونا۔ (طحطاوی شامی، فتح القدیر صفحہ ۳۶)

ہاتھ کے دھونے میں انگلیوں کے سرے سے دھونا شروع کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۴۱)

چہرے کے دھونے میں پیشانی کی طرف سے پانی بہانا اور شروع کرنا۔

پیروں کو پیر کی انگلیوں کے سرے سے دھونا اور شروع کرنا۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۶)

مسح کی ابتداء پیشانی سے کرنا۔ (بحرالرائق صفحہ ۳)

دونوں ہاتھوں سے پورے سر کا مسح کرنا۔ (حدیث)

پہلے دونوں ہاتھوں کو آگے سے پیچھے پھر پیچھے سے آگے لے جانا۔ (حدیث)

گردن کا مسح کرنا۔ ہتھیلی کی پشت کی طرف سے گردن کا مسح کرنا۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۶)

پورے سر کا مسح ایک ہی پانی سے کرنا۔ (کبیری صفحہ ۲۴)

سر اور کانوں کا مسح ایک ہی پانی سے کرنا۔ (کبیری صفحہ ۲۴)

کان کے باہری حصہ کا مسح انگوٹھے کے اندرونی طرف سے کرنا۔ (کبیری صفحہ ۲۴)

سر کے مسح کا تین انگلیوں چھوٹی انگلی اس کے بغل والی اور بیچ کی انگلی سے کرنا اور انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو باقی رکھنا پھر دونوں ہتھیلی کو سر کے دونوں کناروں سے گزارتے یعنی مسح کرتے ہوئے واپس لانا اس طرح پورے سر کا مسح کرنا۔ (کبیری صفحہ ۲۴)

بحر الرائق میں ہے کہ انگلیوں کو اور ہتھیلی کو سر کے شروع پیشانی کے پاس سے لاتے ہوئے مسح کرے۔ (صفحہ ۲۷)

آنکھوں کی دونوں پلکوں میں اور دونوں کناروں میں چہرے کے دھونے کے درمیان پانی کا پہنچانا واجب ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۳۵)

وضو کے مستحبات اور آداب اور باعث فضیلت امور کا بیان

① نماز کے اوقات سے پہلے وضو کرنا، ہاں مگر معذورین کے لئے نہیں۔ (طحطاوی صفحہ ۴۲، بحر الرائق: صفحہ ۲۹)

② کسی اونچی جگہ پر وضو کرنا۔

ناپاک مقام پر وضو نہ کرنا (شامی صفحہ)۔ آج کل لوگ فلش پاخانہ میں وضو کر لیتے ہیں یہ بہتر نہیں اس سے وضو کے پانی کا احترام، پانی کے پاخانہ میں جانے کی وجہ سے باقی نہیں رہتا ہے، مزید نظافت طبعی کے بھی خلاف ہے، ہاں مگر جگہ کی قلت کی وجہ سے دوسری جگہ سہولت نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ ایسی صورت میں فلش بالکل صاف شفاف ہوتا کہ گھن اور کراہیت نہ ہو۔ (بحر الرائق صفحہ ۲۰)

③ قبلہ رخ متوجہ ہو کر وضو کرنا۔ (شامی صفحہ، طحطاوی علی المراقی صفحہ ۴۲، بحر الرائق صفحہ ۲۹)

④ وضو کے برتن کو بائیں جانب رکھنا مثلاً لوٹا آفتابہ وغیرہ۔ (طحطاوی صفحہ)

⑤ وضو کے پانی کو دائیں جانب رکھنا جب کہ ہاتھ ڈال ڈال کر وضو کر رہا ہو۔

⑥ وضو کرتے ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا اور دیگر آغاز وضو کی دعا پڑھنا۔

⑦ شروع کرتے ہی نیت کرنا، اطالۃ غرہ کرنا یعنی مقدار فرض سے کچھ زائد عضو دھونا۔ (فتح صفحہ ۳۶)

⑧ ہر عضو کے دھوتے وقت بسم اللہ کہنا۔

⑨ مٹی کے لوٹے سے وضو کرنا اولیٰ بہتر ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۴۴، بحر الرائق صفحہ ۲۹)

⑩ ڈھیلی اور کشادہ انگوٹھی کو حرکت دینا۔

⓫ منہ اور ناک میں دائیں ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ (طحطاوی صفحہ۴۲)

⓬ کان کے مسح میں کان کے سوراخ میں چھوٹی انگلی کو ڈالنا۔

⓭ باقی ماندہ وضو کا پانی پینا۔ (شامی)

⓮ کپڑا یا رومال سے ہلکے پونچھ لینا۔ (شامی، طحطاوی علی المراقی)

⓯ تشہد اور دعاء ماثورہ ختم وضوء کے بعد پڑھنا۔ وقت ہو تو تحیۃ الوضوء ادا کرنا۔ (بحر الرائق صفحہ۳۰)

وضو کے ممنوعات کا بیان

مناسب مقدار سے پانی کا زائد صرف کرنا اور بہانا۔ (فتح القدیر صفحہ۳۶، شامی صفحہ۱۳۲)

پانی کا بخل اور ضروری مقدار سے کم خرچ کرنا۔

وضو کے درمیان باہم دنیاوی گفتگو کرنا۔ (فتح القدیر صفحہ۳۶، طحطاوی صفحہ۴۵)

تین سے زائد مقدار میں دھونا۔ (فتح القدیر صفحہ۳۶، بحر الرائق صفحہ۳۰)

ناک کے صاف کرنے میں دائیں ہاتھ کا استعمال کرنا۔ (فتح القدیر صفحہ۳۶)

دوام کے ساتھ پورے مسح کو چھوڑ کر بعض سر کا مسح کرنا۔ (فتح القدیر صفحہ:۳۶)

چہرے پر پانی کو زور سے مارنا (کہ اس کی چھینٹیں دوسروں تک پہنچیں)۔ (شامی صفحہ۱۳۲، بحر الرائق صفحہ۳۰)

غصب کردہ پانی سے وضو کرنا۔ (شامی)

ہاتھ اور منہ وغیرہ میں لگے ہوئے پانی کو جھاڑنا۔ (شامی درمختار صفحہ۱۳۱)

بغیر عذر اور ضرورت کے دوسرے سے اعضاء وضو پر پانی بہانا۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ۴۵)

پانی میں پھونک مارنا۔ (کبریٰ صفحہ۴۰)

تین مرتبہ نئے پانی سے مسح کرنا۔ (کبریٰ صفحہ۴۰)

کلی یا ناک سے نکلے پانی وغیرہ کو حوض میں ڈالنا۔ (کبیری صفحہ۳۲)

وضو کرتے ہوئے منہ اور دونوں آنکھوں کو مبالغہ کے ساتھ بند رکھنا۔ (کبیری صفحہ۴۰)

دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا۔ (طحطاوی صفحہ۴۳، بحر صفحہ۳۰)

گلے کا مسح کرنا۔ (طحطاوی صفحہ۴۱)

دوسرے عضو کو اتنی تاخیر سے دھونا کہ اس کے پہلے کا دھویا ہوا عضو خشک ہو جائے۔ (بحر الرائق صفحہ۲۸)

غضب الٰہی اور غضب خداوندی کی جگہوں کے پانی سے یا مٹی سے تیمم کرنا مکروہ ہے، جیسے بئر ثمود سے۔
(الشامی صفحہ۱۳۱)

وضو کے بعد کیا دعا پڑھے اور اس کا ثواب

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ عقبہ ابن عامر کی روایت ابوداؤد میں ہے کہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر پڑھے۔ اسی طرح بزار اور مسند احمد کی روایت میں ہے۔ (المنہل جلد۲ صفحہ ۱۶۲، اتحاف السادہ صفحہ ۳۶۸)

"اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

(ابوداؤد: صفحہ ۲۳، مسلم صفحہ، ابن ماجہ صفحہ ۳۳)

مسند احمد سنن ابن ماجہ، ابن سنی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر تین بار یہ پڑھے تو جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

(ابن ماجہ صفحہ ۳۳، ابن سنی صفحہ، اذکار صفحہ ۳۴)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو وضو کرے اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد یہ دعا پڑھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں چاہے وہ جس دروازے سے داخل ہو جائے۔

(حضرت ثوبان، حضرت علی، حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ روایت منقول ہے)۔ (کشف صفحہ ۱۴۰)

"اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ" (ترمذی صفحہ، ابن سنی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو "لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدا عبدہ ورسولہ" کی گواہی دے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (بیہقی صفحہ ۴۴)

وضو کے درمیان کے گناہ معاف

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو باتیں نہ کرے اور یہ پڑھے اس کے وضو کے درمیان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں: "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شَرِيْكَ لهٗ واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ" (ترغیب جلد صفحہ ۱۷۲)

اسی طرح یہ فضیلت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت دارقطنی میں ہے۔

(کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۹۷، کشف النقاب صفحہ ۱۵، دارقطنی صفحہ)

بعض روایات میں آسمان کی طرف منہ کر کے پڑھنا منقول ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۱ صفحہ ۲۶۷)

اسی طرح شرح احیاء میں اور حافظ نے تلخیص میں ذکر کیا ہے کہ قبلہ رخ ہو کر پڑھے۔ (تلخیص جلد ۱ صفحہ ۱۱۲)

گناہ معاف گویا آج ہی پیدا ہوا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ تین مرتبہ پڑھے، وہ اٹھے گا نہیں کہ اس سے گناہ مٹ جائیں گے اور ایسا ہو جائے گا جیسے اس کی ماں نے آج ہی جنا۔ "اشهد ان لا اله الله" (کنز جلد ۹ صفحہ ۲۹۸، ابن سنی صفحہ ۱۵)

عرش الٰہی میں محفوظ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ پڑھے گا اسے مہر لگا کر عرش الٰہی میں محفوظ کر دیا جائے گا اور قیامت کے دن ہی اسے لایا جائے گا۔

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ"

(مصنف عبدالرزاق صفحہ ۱۸۶، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۷۲، ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳، مجمع جلد ۱ صفحہ ۲۴۴)

ان مذکورہ دعاؤں میں سے کسی کو بھی پڑھ لینا سنت ہے، البتہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو پہلی روایت ہے زیادہ مستند ہے۔

وضو کے درمیان یا بعد کی ایک دعا

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے میں نے یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ رِزْقِيْ"

(اذکار نووی صفحہ ۳۵، ابن سنی صفحہ ۱۴، اتحاف المہرہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۳)

ترجمہ: "اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما ہمارے گھر کو کشادہ بنا۔ ہمارے رزق میں برکت عطا فرما۔"

فائدہ: اس دعا کو بعضوں نے وضو کے درمیان جیسا کہ ابن سنی نے اور بعضوں نے وضو کے بعد کی دعاؤں میں نقل کیا ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے۔ اور بعضوں نے اسے وضو کے بعد نماز کی دعا میں ذکر کیا ہے جیسا کہ اتحاف المہرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۴۳۔ علامہ نووی نے وضو کے درمیان اور وضو کے بعد دونوں احتمال ذکر کیا ہے۔

وضو کے متعلق ایک جامع دعا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے ثواب دعا کو سکھاتے ہوئے فرمایا، جب وضو شروع کرو تو یہ پڑھو: "بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى الْإِسْلَامِ" اور جب تم اپنے ستر کے مقام کو دھوتو یہ پڑھو: "اَللّٰهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِيْ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ إِذَا ابْتَلَيْتَهُمْ صَبَرُوْا وَإِذَا أَعْطَيْتَهُمْ شَكَرُوْا." اور جب کلی کرو یہ پڑھو: "اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلَى تِلَاوَةِ ذِكْرِكَ"

اور ناک صاف کروتو یہ پڑھو: "اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنِيْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ" اور چہرہ دھوتو یہ پڑھو: "اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِيْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ" اور دایاں ہاتھ دھوتو یہ پڑھو: "اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِيَمِيْنِيْ وَحَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا" اور بائیں ہاتھ کو دھوتو یہ پڑھو: "اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ كِتَابِيْ بِشِمَالِيْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ" اور سر کا مسح کروتو یہ پڑھو: "اَللّٰهُمَّ غَشِّنِيْ بِرَحْمَتِكَ" اور کان کا مسح کرو یہ پڑھو: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِمَّنْ يَّسْتَمِعُ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُ أَحْسَنَهٗ" اور جب پیر دھوتو یہ پڑھو: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ" پھر آسمان کی طرف اٹھا کر کہو:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَفَعَهَا بِغَيْرِ عَمَدٍ" فرشتے تمہارے سرہانے پڑھی ہوئی دعاؤں کو لکھیں گے اور اس پر مہر لگا کر آسمان پر لے جائیں گے اور عرش کے نیچے رکھ دیں گے قیامت تک اس بند مہر کو کوئی نہ کھولے گا۔

(کشف النقاب صفحہ ۱۸، معارف السنن، اذکار صفحہ ۳۵)

فائدہ: گو یہ دعائیں مستند طور پر سنت سے ثابت نہیں ہیں ان کو ضعیف و منکر کہا گیا ہے حتیٰ کہ موضوع تک، مگر متعدد طرق سے متعدد مآخذ کتب حدیث وفقہ میں موجود ہیں ان کا پڑھنا درست ہی نہیں اولیٰ و بہتر ہے۔ علامہ نووی نے ان دعاؤں کو اسلاف سے منقول کہا ہے، مزید تحقیق عاجز کی کتاب الدعاء المسنون میں ملاحظہ کیجئے۔

وضو کے بعد درود شریف پڑھنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب تم وضو سے فارغ ہوتو "اشهد ان لا اله الا الله وان محمد عبده ورسوله"، پڑھو پھر مجھ پر درود بھیجو ایسا کرو گے تو رحمت کے دروازے کھل جائیں گے۔

(القول البدیع صفحہ ۱۲۶، ابوالشیخ، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۲۹۶)

فائدہ: وضو کے بعد درود پڑھنے کا ذکر روایتوں سے ثابت ہے اہل علم وفضل نے درود کے مقامات میں وضو

کے بعد کو شامل کیا ہے۔ شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ وضو کے بعد درود شریف پڑھے۔

(اتحاف السادۃ جلد۲صفحہ۳۶۹)

علامہ نووی نے بھی کتاب الاذکار میں وضو کے بعد درود پڑھنا لکھا ہے۔ (صفحہ ۳۵)

علامہ شمس الدین سخاوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بھی وضو کے بعد درود شریف پڑھنا اسی مذکورہ حدیث سے استناد کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ابن قیم نے جلاء الافہام میں وضو کے بعد درود شریف کا پڑھنا ذکر کیا ہے۔ (جلاء صفحہ ۲۳۷)

خیال رہے کہ روایتوں میں کوئی متعدد درود کا ذکر نہیں اس لئے جونسا بھی درود پڑھ لیا جائے گا ثواب اور اس کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ مختصر درود چاہے تو یہ پڑھ لیا جائے: "**صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و علٰی آلہ واصحابہ وبارك وسلم صلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد وعلٰی آلہ واصحابہ وذریاتہ اجمعین.**"

وضو کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنا

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو وضو کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا خدائے پاک اسے چالیس عالم کا ثواب دے گا۔ اور چالیس درجہ بلند کرے گا اور چالیس حور سے اس کی شادی ہوگی۔

(کنز العمال جلد۹صفحہ ۴۶۵، الفردوس عن الدیلمی)

وضو کے بعد سورہ انا انزلنا پڑھنا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جس نے وضو سے فارغ ہونے کے بعد سورۃ انا انزلنا ایک مرتبہ پڑھا وہ صدیقین میں داخل ہوگا۔ اور جو دو مرتبہ پڑھے گا اس کا نام شہداء کے دفتر میں لکھا جائے گا، اور جو تین مرتبہ پڑھے گا اس کا حشر حضرات انبیاء کرام کے ساتھ ہوگا۔

(کنز العمال جلد۹صفحہ ۲۹۹، اعلاء السنن جلد ۱صفحہ ۵، طحطاوی صفحہ ۴۴)

فَائِدَہ: اسی طرح علامہ حلبی نے کبیری شرح منیہ میں لکھا ہے کہ وضو کے بعد سورۃ انا انزلنا ۱، ۲، ۳ پڑھے، اسلاف سے یہ منقول ہے اور اس سلسلے میں جو اثر ہے وہ باب الخصائل میں داخل ہونے کی وجہ سے عمل میں کوئی حرج نہیں۔ اور آثار میں یہ بھی ہے کہ جو اسے وضو کے بعد پڑھے گا اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (حلبی صفحہ ۳۶)

خیال رہے کہ یہ مذکورہ روایت جسے بعضوں نے حدیث سمجھ کر اسے پڑھنا سنت یا مستحب قرار دیا ہے درست نہیں۔ اس کے حدیث ہونے کی کوئی اصل نہیں۔ ضعیف ہونا تو دور کی بات ہے۔ چنانچہ اہل فن نے اس کے لااصل ہونے کی تصریح کی ہے۔ ملا علی القاری لکھتے ہیں: "**وکذا مسئلۃ قرائۃ سورۃ انا أنزلنا عقیب**

الوضوء لا اصل له. وهو مفوت سنته" (موضوعات صفحہ۷۳)

اسی طرح کشف الخفاء میں ہے۔ "لا اصل له" (جلد۲صفحہ۲۷۰)

اسی طرح علامہ سخاوی مقاصد حسنہ میں تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "لا اصل له" اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ (صفحہ۴۲۴)

لہٰذا ازروئے تحقیق اس سورۃ کا پڑھنا نہ سنت ہوگا نہ مستحب۔ علامہ کبیری نے اسے ضعیف سمجھ کر باب الفضائل میں معتبر ہونا نقل کیا ہے۔ یہ حدیث ہی نہیں تو صحیح اور ضعیف کا کیا سوال ہوگا۔ امام ابواللیث نے اسے ذکر کیا ہے: یہ اسلاف میں سے کسی کا قول ہے۔ فقہا کا کسی قول کو نقل کر دینا حدیث ہونے کے لئے کافی نہیں تاوقتیکہ اس کے ماخذ اور صحت کی تحقیق نہ ہو جائے، لہٰذا وضوء کی سُنّیت یا استحباب سے خارج رہے گا۔ جن لوگوں نے اسے سنت یا مستحب کسی فقیہ پر استناد کرتے ہوئے لکھا یا کہا ہے ازروئے تحقیق صحیح نہیں۔ خوب سمجھ لیا جائے۔ "لكل فن رجال."

حدیث یا سنت یا فضیلت مذکورہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے تو پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی ہاں اس کا لحاظ کئے بغیر کہ سلف سے منقول ہے مطلقاً پڑھنے کی اجازت ہوسکتی ہے، مگر اذکار مسنونہ کا لحاظ کرنا بہتر ہے۔

اعضاء وضو کی دعاؤں کی تحقیق

اعضاء وضوء کے دھونے کے وقت جو دعائیں ذکر کی گئی ہیں وہ احادیث صحیح سے ثابت نہیں ہیں۔ بیشتر صوفیاء کبار، فقہاء عظام سے منقول ہیں، علامہ نووی لکھتے ہیں:

"اما الدعا على الاعضاء فلم يجيء فيه شيء عن النبي صلى الله عليه وسلم جاءت عن السلف" (صفحہ۱۸۵)

اسی طرح حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے تلخیص الخبیر میں علامہ زبیدی نے اتحاف السادہ میں لکھا ہے۔

"اما الدعاء على الاعضاء الوضوء فلم يجيء فيه شيء عن النبي صلى الله عليه وسلم وقال في الروضة لا اصل له" (اتحاف السادۃ جلد۲صفحہ۳۵۲)

اسی سلسلے کی دعائیں عموماً تین راویوں سے مروی ہیں:

① حضرت علی۔ ② حضرت انس۔ ③ براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُم سے۔

ان تمام روایتوں پر حافظ نے تلخیص میں نہایت ہی محققانہ کلام پیش کیا ہے۔ روایت علی کے متعلق لکھتے ہیں:

"عن علي من طرق ضعيفة جدا او ردها المستغفري في الدعوات وابن عساكر في اماليه ...... واسناده من لا يعرف"

روایت انس کے متعلق لکھتے ہیں۔ "رواہ ابن حبان فی الضعفاء وفیہ عباد بن صھیب وھو متروك."

حدیث براء کے متعلق کہتے ہیں "اسنادہ واہٍ" اسی طرح علامہ طحطاوی نے ابن امیر الحاج کے حوالہ سے کلام کرتے ہوئے لکھا ہے: "انها ضعيفة ولم يثبت منها شيء عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لا من قوله ولا من فعله وطرقه كلها لا تخلوا عن متهم بوضع" پھر محاکمہ کرتے ہوئے قول فیصل لکھتے ہیں: "ونسبة هذه الادعية الى السلف الصالح اولى من نسبتها الى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم" (صفحہ ۲۰)

اس کے برخلاف صاحب درمختار نے اس کا کچھ اعتبار کیا ہے۔ "والدعاء الوارد عند كل و ضوء وقد رواه ابن حبان وغيره عنه عليه السلام من طرق. وقال محقق الشافعي الرملي فيعمل به فضائل الاعمال. وان انكره النووي" یہی رائے قریب شرح احیاء کی معلوم ہوتی ہے۔ "وقد تعقبه صاحب المهمات فقال ليس كذلك بل روى من طرق." (صفحہ ۳۵۲)

ویسے اس کی تخریج متعدد اہل فن نے کی ہے، چنانچہ محدث زرکشی نے تخریج احادیث شرح کبیرین، محلی نے شرح منہاج میں۔ شیخ الاسلام زکریا نے شرح روض میں، ابن فرید نے شرح عباب میں کیا ہے، اور فقہاء نے کتب فقہ میں ذکر کیا ہے۔ صوفیاء میں علامہ مکی نے قوت القلوب میں، امام غزالی نے احیاء میں، شیخ شہاب نے عوارف میں، قول محقق یہ ہے کہ اصول حدیث روایت کے اعتبار سے آپ سے سنداً ثابت نہیں۔ ہاں اسلاف کے اقوال میں ہے تاہم اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ من حیث الدعاء نقلاً عن الاسلاف ثواب ہی ہے۔

چمڑے کے موزوں پر مسح کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان

آپ ﷺ چمڑے کے موزوں پر مسح فرماتے

سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ چمڑے کے موزے پر مسح فرماتے۔
(بخاری صفحہ ۳۳)

عمر بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ چمڑے کے موزے پر مسح فرماتے ہوئے میں نے دیکھا۔ (بخاری صفحہ ۳۳)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا آپ اترے، پاخانہ کیا، واپس آئے تو میں نے پانی آپ پر انڈیلا جو میرے پاس برتن میں تھا آپ نے وضو کیا اور موزے پر مسح کیا۔ (مسلم جلد اصفحہ ۱۳۳)

فائدہ: تواتر کے درجہ میں آپ ﷺ سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ کرام کو موزے پر مسح کرتے دیکھا۔ (السعایہ صفحہ ۵۶۱)

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے مسح اس وقت تک نہیں کیا جب تک کہ روز روشن کی طرح احادیث نہیں معلوم ہوگئیں۔ (السعایہ صفحہ ۵۶۲)

وضو کے بعد موزے پہننے کی صورت میں مسح کرنا

مغیرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا، میں جھکا کہ آپ کا موزہ کھول دوں (تا کہ آپ وضو فرمائیں) آپ نے فرمایا چھوڑ دو میں نے پا کی (وضو کے بعد) ان دونوں کو پہنا تھا، اور آپ نے مسح کیا۔ (بخاری صفحہ ۳۳، مجمع جلد اصفحہ ۲۵۵)

صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم موزہ پر اس وقت مسح کریں جب کہ موزہ طہارت (وضو) کی حالت میں پہنیں۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۰۳، ابن خزیمہ جلد اصفحہ ۹۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وضو کے بعد اگر موزے پہنے ہیں تب ہی مسح کرنا جائز ہے۔ اگر بلا وضو کئے صرف

موزے پہن لئے ہیں تو حدث کے بعد وضو کرنے کی صورت میں مسح کرنا درست نہیں ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے سیاہ رنگ کے چمڑے کے تھے

بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ان کے والد سے ہے کہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بادشاہ) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سیاہ موزے (ہدیۃً) دیئے تھے جو سادے تھے آپ نے ان کو پہنا اور وضو فرماتے تھے۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۲، ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۷۷، ابن ماجہ صفحہ ۴۲، ترمذی صفحہ ۱۰۹)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ دحیہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو موزے ہدیۃً دیئے تھے، آپ نے انہیں پہنا۔ عامر کی ایک روایت میں ہے کہ ایک جبہ بھی دیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پہنا یہاں تک کہ پھٹ گئے۔ (ترمذی صفحہ ۳۰۶، شمائل صفحہ ۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کا قبول کرنا اور اس کا استعمال کرنا سنت ہے۔ اور یہ کہ غیر مسلم کا بھی ہدیہ قبول کر کے عبادت میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ نجاشی نے جس زمانے میں ہدیہ دیا تھا، اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ آپ سفر حضر میں خف کا استعمال فرماتے اور آپ کے پاس متعدد خف تھے۔ (شرح مواہب جلد ۵ صفحہ ۴۶)

سیاہ رنگ کے موزے مسنون اور بہتر ہیں

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ کے پیر میں دو سیاہ موزے تھے۔ ہم ان کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے تو آپ نے فرمایا: عنقریب موزے بکثرت ہو جائیں گے۔

(مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۳۵، اتحاف المہرہ صفحہ ۵۰۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ تم پر سیاہ موزے لازم ہیں۔ ایسے ہی موزے پہنو ان پر مسح بہتر ہے۔ (کشف النقاب صفحہ ۳۹۱)

فائدہ: مطلب یہ کہ دیگر رنگوں مثلاً سرخ رنگ کے مقابلے میں سیاہ رنگ اچھا ہے۔

زخم کی پٹی پر مسح کرنا

ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد میں ابن قمیئہ نے آپ کو تیر مارا تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ جب وضو فرماتے تو پٹی پر مسح فرماتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۶۴، سیرۃ الشامی جلد ۸ صفحہ ۵۷)

فائدہ: زخم کی پٹی پر بھی مسح کرنا درست ہے۔ اور مسح پٹی کے پورے حصے پر کیا جائے گا۔

سفر میں موزوں پر مسح کرنا

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا، آپ بیت

الخلاء تشریف لے گئے، واپس تشریف لانے پر میں نے آپ پر پانی ڈالا آپ تنگ آستین والا رومی جبہ پہنے ہوئے تھے۔آپ نے ہاتھ باہر نکالنا چاہا تو مشکل معلوم ہوا، تو جبہ کے اندر سے ہاتھ نکالا، چہرہ ہاتھ دھویا سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔(نسائی صفحہ ۳۲)

حضرت عوسجہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا تو آپ موزوں پر مسح فرمایا کرتے تھے۔(مجمع الزوائد صفحہ ۲۵۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم لوگ سفر میں موزوں پر مسح کیا کریں۔(مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۱۸، کشف صفحہ ۳۵۳)

فائدہ: بکثرت روایتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔ پیر دھونے کی پریشانی سے خصوصاً سردی میں مسح کرنا بہتر ہے۔

مسافر اور مقیم کی مدت مسح

حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ مقیم ایک دن ایک رات اور مسافر تین دن اور تین رات مسح کیا کریں۔(نسائی صفحہ ۳۲)

خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسح مسافر کے لئے تین دن اور مقیم کے لئے ایک دن ہے۔(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۱)

صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو آپ نے ایک جہاد میں بھیجا تو فرمایا مسافر تو تین دن تین رات مسح کرے اور مقیم ایک دن ایک رات مسح کرے۔(طحطاوی جلد ۲ صفحہ ۴۹)

فائدہ: چمڑے کے موزے پر مقیم کے لئے چوبیس گھنٹہ اور مسافر کے لئے تین دن و تین رات مسح کی اجازت ہے، مدت جب پوری ہو جائے اور وضو باقی ہو تو صرف موزے کھول کر پیر کو دھونا کافی ہے۔ ہاں اگر وضو بھی ٹوٹ جائے تو پھر مکمل وضو کرے اور پھر دھو کر موزے پہن لے۔ خیال رہے کہ مدت مسح کی ابتداء احناف کے یہاں حدث کے بعد سے ہے۔ ”کذا فی الشامی“

موزوں کے اوپری جانب مسح فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ظاہر قدم پر مسح فرما رہے تھے۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ میں تو سمجھتا تھا کہ قدم کا نچلا حصہ مسح کے زیادہ لائق ہے یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اوپری حصہ پر مسح فرما رہے ہیں۔(ابوداؤد صفحہ ۲۲)

مغیرہ ابن شعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ میں نے غزوہ تبوک میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ موزوں کے اوپری اور نچلے دونوں حصوں پر مسح کیا۔ حضرت مغیرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک دوسری روایت میں موزوں کے اوپری حصہ پر مسح کا ذکر ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۲، کنز العمال صفحہ ٦١٤)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مسح موزے کے اوپر (پیر کے اوپری طرف) انگلیوں کو کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (السعایہ صفحہ ۵۷۱)

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ موزے کے اوپر کی جانب مسح کا حکم دیتے تھے۔ جب کہ ان دونوں کو پاکی حالت میں پہنا ہو۔ (اتحاف المہرہ صفحہ ۵۲۰)

فَائِدَہ: بیشتر روایتوں میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ موزوں کے اوپری حصے پر قدم کے اوپر مسح فرمایا کرتے تھے۔ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے کہ عقل ہی پر دین کا مدار ہوتا تو پیر کے نیچے حصہ پر مسح کیا جاتا کہ گرد غبار اور گندگی کا وہی حصہ ہونا ہے لیکن دین کا مدار نقل پر ہے۔ حضرات انبیاء کرام سے جو طریقہ منقول ہو اسی پر خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اوپری حصہ پر مسح فرمارہے ہیں تو میں نے بھی اسی کو اختیار کیا۔

مسح کا مسنون طریقہ

دائیں انگلیوں کو دائیں موزے کے اگلے سرے پر۔ بائیں انگلیوں کو بائیں موزے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی طرف کھینچے۔ مسنون یہ ہے کہ انگلیوں کے اندرون سے مسح کرے ٹخنے سے کچھ اوپر تک مسح کرے۔

(شامی صفحہ ۲٦۲)

موزوں پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ

مغیرہ ابن شعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ پیشاب کر کے تشریف لائے وضو کیا۔ اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں موزے پر رکھا۔ اور بائیں ہاتھ کو بائیں موزے پر رکھا اور اس کے اوپر ہاتھ پھیرا، میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی انگلیاں موزے کے اوپر تھیں۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۷، مطالب عالیہ صفحہ ۳۴، السعایہ صفحہ ۵۷۱، اتحاف المہرہ صفحہ ۵۱٦)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو وضو کر رہا تھا اور موزے کو دھو رہا تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان سے فرمایا: اس طرح (مسح) ہے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے انگلیوں کو قدم پر رکھ کر پنڈلیوں کی طرف کھینچا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۱)

حضرت بصری سے منقول ہے کہ مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ موزے پر ہاتھ کھینچتے ہوئے (اوپر کی طرف)

مسح کرے۔ (السعایہ صفحہ ۵۷۱، اتحاف المہرہ صفحہ ۵۱۴)

زہری سے پوچھا گیا کہ مسح علی الخفین کس طرح ہے؟ تو انہوں نے ہاتھ سے کر کے دکھایا۔ اپنی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قدم سے پنڈلی کی طرف لے گئے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۵)

فائدہ: مسح کا مسنون اور ماثور طریقہ یہ ہے کہ پانی سے تر انگلیوں کو پیر کے اوپر موزے پر رکھتے ہوئے پنڈلی کی جانب لے آئے۔ کہ انگلیوں کے تری کے نشانات موزے پر نمایاں ہو جائیں۔

مسح ایک ہی مرتبہ سنت ہے

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے موزوں کے اوپر ایک مرتبہ مسح کیا۔ (مطالب عالیہ ۳۴)

حسن بصری فرماتے ہیں کہ موزوں پر مسح ایک ہی مرتبہ کرنا ہے۔

شعبی نے کہا موزوں پر مسح ایک ہی مرتبہ کرنا ہے۔

حضرت ایوب فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موزوں کے اوپر ایک مرتبہ مسح کیا۔ راوی نے کہا میں نے موزے کے اوپر انگلیوں کے (تری) نشانات کو دیکھا۔ (مصنف ابن الرزاق صفحہ ۲۱۸)

انگلیوں کو کشادہ کرتے ہوئے مسح کرے:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے (موزہ پر مسح کرتے وقت) ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ رکھتے ہوئے مسح کیا۔ (اتحاف المہرہ صفحہ ۵۱۷)

اگر مدت مسح کے اندر موزے کھل جائیں تو

ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ اگر موزہ نکال دیا تو پھر پیر کو دھونا پڑے گا۔ (عبدالرزاق صفحہ ۲۹۰)

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت تک مسح کرتے تھے جب تک موزے کھول نہ لیتے۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۱۹۷)

منصور نے حضرت ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ جب موزے کو اتار دیا جائے گا تو وضو کا اعادہ ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۲۱۰)

فائدہ: مطلب یہ کہ وضو نہ ٹوٹے، وضو کے باقی رہنے کی صورت میں اگر صرف موزہ اتار دے تو پیر دھو کر موزہ پہن لیا جائے اس سے وضو نہ ٹوٹے گا صرف مسح ختم ہوگا۔ (کذافی الشامی صفحہ ۲۸۶)

غسل جنابت میں موزے کھول دیئے جائیں گے

صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ہم لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ ہم سفر میں تین دن تک موزے نہ کھولیں ہاں مگر یہ کہ غسل جنابت میں۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۹۹، سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے اور موزے پہنے ہو تو اس پر مسح کرے۔ اور اسے پہنے حالت میں نماز پڑھے اور اسے نہ کھولے ہاں مگر یہ کہ جنابت کی حالت آ جائے۔

(کنز العمال صفحہ ۶۰۳)

فائدہ: حدث اصغر وضو ٹوٹ جانے کی شکل میں تو وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کیا جائے گا۔ لیکن اگر حدث اکبر ہو جائے نہانے کی حاجت ہو جائے تو موزے کھول کر تمام اعضاء کو اور پیر کو بھی دھویا جائے گا۔

مدت مسح کے اندر موزے کھول کر پیر دھونا منع ہے

ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ جس نے مسح کو چھوڑ دیا اس نے سنت سے انکار کیا اور یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (کنز صفحہ ۶۱۹)

مطلب یہ ہے کہ مسح کو کافی سمجھے غسل کو ضروی نہ سمجھے۔

دبیز سوتی موزوں پر مسح کرنا

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جورب پر مسح کیا ہے۔

(ترمذی صفحہ ۱۵)

حضرت مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بالوں سے بنے ہوئے موزوں پر مسح فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵)

عقبہ بن معیط سے روایت ہے کہ وہ بالوں سے بنے ہوئے موزوں پر مسح کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۸)

فائدہ: یعنی بالوں سے بنے جورب موزے پر مسح کرتے تھے جو سخت ہوتے تھے۔

حضرت سعید بن مسیّب اور حضرت بصری (جو جلیل القدر تابعین ہیں) سے منقول ہے کہ جوربین دبیز سوتی موزے پر اس وقت مسح کیا جائے گا جب کہ وہ سخت ہوں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۸)

فائدہ: جورب سوت کے یا اون کے موزوں کو کہتے ہیں۔ عموماً عرب کے یہاں ایسے موزے مجلد یا منعل ہوتے تھے۔ جورب مجلدہ موزہ ہے جس کے دونوں طرف چمڑا چڑھا ہوا ہو۔ جورب منعل وہ موزہ ہے جس کے صرف نچلے حصہ میں چمڑا چڑھا ہو۔ جورب مجلد اور جورب منعل پر تمام ائمہ کے نزدیک بلاشبہ وکراہیت مسح جائز ہے۔ البتہ جورب میں اگر چمڑا چڑھا ہوا نہ ہو اس پر مسح اس وقت جائز ہے جب کہ وہ ثخین یعنی نہایت ہی دبیز ہوں اور اس کے لئے تین شرطیں ہیں:

❶ پتلے اور باریک نہ ہوں جیسے کہ عموماً سوتی اور اونی کپڑے کے ہوتے ہیں بلکہ اتنے موٹے سخت اور دبیز ہوں کہ پانی اگر ڈالا جائے تو پیر تک نہ پہنچے اور نہ پیر بھیگے۔

❷ اتنے سخت ہوں کہ بغیر باندھے وہ پیر میں رک جاتے ہوں۔

❸ تتابع مشی ممکن ہو یعنی قریب ایک میل چلنا ممکن ہو۔ (شامی جلد۱ صفحہ ۲۶۹)

جورب منعل پر مسح کرنا

راشد بن نجیح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا کہ وہ پاخانہ گئے۔ ان کے اوپر دو ایسے موزے تھے جن کے نیچے تو چمڑا لگا تھا اور اس کے اوپر خز۔ ریشم تھا۔ انہوں نے اس پر مسح کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵)

فَائِدَہ: سوتی موزے پر اگر نعل کی طرح چمڑا لگا ہو تو جورب منعل کہا جاتا ہے۔ اس پر مسح جائز ہے ظاہر ہے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا ہوگا تب ہی تو مسح کیا۔

ہر جورب یا رائج سوتی پتلے موزہ پر مسح جائز نہیں

حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جورب و نعل پر مسح فرماتے تھے۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵)

حضرت راشد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو ایسا جورب پہنے دیکھا جس کے نیچے چمڑا لگا ہوا تھا اور اس کے اوپری حصہ پر ریشم تھا (یعنی جورب منعل تھا) اس پر مسح کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵)

حضرت سعید بن مسیّب اور حضرت حسن بصری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے نقل ہے کہ وہ سخت دبیز جورب پر مسح فرماتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۸)

محدث بیہقی کہتے کہ استاذ ابوالولید فرماتے تھے کہ جورب و نعل پر مسح (جس کا ذکر حدیث میں ہے) سے مراد جورب منعل ہے صرف جورب، یا صرف نعل مراد نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵، معارف السنن صفحہ ۳۵۰)

علامہ بنوری نے ذکر کیا ہے کہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور حضرات صاحبین اور ایک روایت میں امام صاحب (جو ان کا آخری قول ہے) اس جورب کو ثخنین جو خف کے حکم میں مانا ہے، اور مالکیہ تو جورب پر چمڑا چڑھا ہو تب بھی مسح جائز نہیں مانتے ہیں۔ (معارف السنن جلد۱ صفحہ ۳۵۰)

فَائِدَہ: ہر جورب یعنی سوتی موزے پر مسح درست نہیں، یا تو جورب مجلد پورے پر چمڑہ چڑھایا گیا ہو یا صرف نعل کی طرح چمڑا چڑھایا گیا ہو، جیسا محدث بیہقی نے استاذ ابوالولید کا قول نقل کیا ہے۔ لہٰذا خالی جورب، سوتی موزے پر جائز نہیں، یا پھر وہ ثخین دبیز ہوں جس کی علامت یہ ہے کہ پانی نہ رسے اور بغیر باندھے ٹک جائے

جیسا کہ تخنین ہونے کی تصریح جلیل القدر تابعین حضرت ابن مسیّب اور حسن بصری سے منقول ہے، لہٰذا آج کل کے رائج سوتی یا نائلون کے موزے پر مسح ہرگز درست نہیں۔ اسی پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ معارف السنن میں ہے۔ "ولذلك اتفوا على عدم جوازه على الرقيقين يشفان" (جلدا صفحہ ۳۴۶)

معلوم ہوا کہ آج کل کے رائج سوتی اور نائلون کے موزے پر مسح کرنا ائمہ اربعہ جمہور علماء کے خلاف ہے لہٰذا بعض لوگ جو علمی تحقیق سے واقف نہیں اپنے اجتہاد سے ایسے موزے پر مسح جائز کہتے ہیں، صحیح نہیں ہے۔

جرموق۔ موزے کے خول پر مسح کرتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جرموق پر مسح کیا۔

(سنن کبریٰ جلدا صفحہ ۲۸۹)

یزید بن ابی زیاد کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم (نخعی) کو جرموق جو چمڑے کا تھا اس پر مسح کرتے دیکھا۔

(ابن ابی شیبہ جلدا صفحہ ۱۹۰)

جرموق: موزے کی حفاظت کے لئے جو پہنا جاتا ہے اسے جرموق کہتے ہیں اس کے نیچے بھی چونکہ خف چمڑے کا موزہ ہوتا ہے اس لئے اس پر مسح جائز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے۔ یہ عموماً چمڑے کا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم نخعی کے متعلق روایتوں میں آتا ہے۔ جرموق اگر چمڑے کا ہو تو اس پر مسح جائز ہے۔ اگر سوتی یا اونی ہو تو اس پر اس وقت تک مسح درست نہیں جب تک کہ چمڑے پر تری نہ پہنچ جائے۔ (نسائی جلدا صفحہ ۲۶۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم موقین: چمڑے کے لفافے پر مسح فرماتے

ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے تو میں نے چمڑے کے موزے پر مسح کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ تشریف لے جاتے واپس آتے تو میں وضو کا پانی پیش کرتا آپ وضو فرماتے اور موقین پر مسح فرماتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موقین پر مسح فرماتے تھے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۹)

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موقین پر مسح فرماتے دیکھا۔

(نصب الرایہ صفحہ ۱۸۴)

موق: یہ بھی جرموق کی طرح چمڑے کا خول ہوتا ہے جو موزے کی حفاظت اور گرد وغبار سے بچانے یا جلد نہ پھٹنے کے لئے موزے کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ اس پر بھی مسح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کی وجہ سے جائز

ہے۔ (شامی جلد۱صفحہ۲۶۸،مصری)

موزے پہننے سے قبل جھاڑ لینا سنت ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو خدا اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ موزے کو پہننے سے قبل جھاڑے۔ (مجمع صفحہ۱۴۳)

فائدہ: موزہ اسی طرح جوتا وغیرہ پہننے سے قبل جھاڑ لینا چاہئے، بسا اوقات حشرات الارض کیڑے گھس جاتے ہیں۔ بسا اوقات اس کے اندرونی حصہ میں موذی کیڑے گھسے ہوتے ہیں اور بلا جھاڑے پہننے کے بعد وہ ڈس نہ لیں چنانچہ آپ کے موزے کے متعلق ایک تعجب خیز واقعہ ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہننے کے لئے موزہ منگوایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موزہ پہنا دوسرا پہننے کے لئے ارادہ ہی کیا تھا کہ اسے ایک کوا اٹھا لے گیا اس نے اوپر سے جو پھینکا تو اس سے ایک سانپ گرا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھنے والا ہو، بغیر جھاڑے موزہ نہ پہنے۔ (مجمع الزوائد صفحہ۱۴۳)

یہ تو اللہ کی غیبی مدد و نصرت ہوئی۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور ضرر سے بچانے کے لئے کوے کو حکم دیا کہ اسے اٹھا کر گرا دے تا کہ اس میں بیٹھا ہوا سانپ ظاہر ہو جائے اور نکل جائے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر کو بھی بچھانے سے قبل جھاڑنے کا حکم دیا۔ تا کہ بند بستر میں کوئی کیڑا وغیرہ گھسا ہو تو نکل جائے دیکھئے کس قدر ہماری شریعت نے احتیاط کا حکم دیا۔ اور ادب سکھایا کہ ضرر اور تکلیف اسے پیش نہ آئے۔ اب ان ادب اور طریقوں کو کوئی چھوڑ کر خود ہی تکلیف اور اس کے اسباب کو اختیار کرے تو اس کا کیا علاج؟

تیمّم کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ طریقوں کا بیان

تیمّم اس امت کی خصوصیت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزوں سے نوازا گیا ہے جن سے مجھ سے قبل کسی نبی کو نہیں نوازا گیا۔

❶ ایک ماہ کی مسافت سے رعب۔

❷ پوری زمین کو نماز اور پاکی حاصل کرنے کی جگہ پس جہاں بھی نماز کا وقت آجائے پڑھ لے (مسجد بھی ضروری نہیں)۔

❸ غنیمت کا مال ہمارے لئے حلال کیا گیا اس سے قبل کسی کے لئے حلال نہیں تھا۔

❹ مجھے شفاعت (امت کے حق میں) سے نوازا گیا۔

❺ مجھ سے قبل انبیاء کرام اپنی قوم کے لئے مخصوص ہوا کرتے تھے میں تمام انسانوں کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ (بخاری صفحہ ۴۸، سنن کبریٰ صفحہ ۲۱۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھے تین چیزوں پر فضیلت دی گئی ہے (یعنی خصوصیت سے نوازا گیا ہے جس سے اور انبیاء کرام نہیں نوازے گئے) ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کے مانند ہیں پوری زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے دی گئی اور مٹی کو ہمارے لئے پاکی کا ذریعہ بنایا۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۲۱۳)

فائدہ: معلوم ہوا کہ تیمّم کے ذریعہ پاکی اور طہارت کا اصول اس امت کی خصوصیت میں سے ہے ہم میں سے پہلی امت کے لئے صرف پانی ہی سے طہارت حاصل ہوتی تھی کس قدر اللہ کا فضل اور اس کی جانب سے سہولت ہے پانی نہ ملے یا نقصان دہ ہو تو مٹی سے تیمّم حاصل کر کے دوگانہ بجالائے۔

پانی نہ ملنے پر تیمّم کی اجازت

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لئے مٹی کو پاکی کا ذریعہ بنایا

گیا ہے جب کہ پانی نہ ملے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۳۰)

فائدہ: یا پانی تو ملے مگر ضرر اور نقصان کا باعث ہو۔

تیمّم مٹی سے فرماتے

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک زمین پر مارا اور چہرے اور ہاتھ پر مسح فرمایا یعنی ان دونوں پر ہاتھ پھیرا۔ (بخاری صفحہ ۴۹)

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تیمّم کے لئے) خالص مٹی لازم ہے وہ کافی ہے۔ (نسائی صفحہ ۶۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر نکلے استنجاء کیا پھر مٹی سے تیمّم فرمایا میں نے عرض کیا پانی قریب میں مل جائے گا آپ نے فرمایا کیا معلوم کہ نہ پہنچ سکوں (یعنی شائد وقت ختم ہو جائے، پھر ملے یا جاؤں اور نہ ملے)۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۴۷، مجمع الزوائد صفحہ ۲۶۳)

مٹی سے پاکی بھی مسلمان کا وضوء ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاک مٹی (سے تیمّم کرنا) مسلمان کا وضوء ہے اگرچہ دس سال پانی نہ ملے۔ (ابن ابی شیبہ، نسائی صفحہ ۶۱، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴)

ابن سیرین کے واسطے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مٹی (اس سے پاکی) مسلمان کا وضو ہے اگرچہ دس سال پانی نہ ملے اور جب مل جائے تو خدا سے ڈرے (پانی سے بخل کر کے تیمّم کرتا رہے وضو نہ کرے) اور اپنے جسم میں اسے استعمال کرے پس اسی میں خیر ہے۔ (مجمع صفحہ ۲۶۱)

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہم پانی نہ پائیں تو مٹی کو ہمارے لئے پاکی کا ذریعہ بنایا ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۵۷)

تیمّم میں دو مرتبہ ہاتھ مارنا ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیمّم میں دو مرتبہ (مٹی پر مار کر مسح کرنا ہے) ایک مرتبہ چہرے کے لئے دوسرا ہاتھ کہنیوں تک ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۶۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیمّم میں دو مرتبہ ہاتھ (مٹی پر) مار کر مسح کرنا ہے ایک پورے چہرے کے لئے دوسرا دونوں ہاتھ دونوں کہنیوں تک۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۶۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیمّم ایک ضرب چہرے کے لئے ہے

اور ایک ضرب ہاتھ کے لئے کہنیوں تک ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۰۷)

تیمّم کس طرح کریں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مٹی سے تیمّم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارے پھر ان دونوں ہاتھوں کو پورے چہرے پر پھیرے پھر دوسری مرتبہ ہاتھ مٹی پر مارے پھر دونوں ہتھیلیوں کو دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک پھیرے۔ (مجمع صفحہ ۲۶۲)

فَائِدَہ: تیمّم کرنے کا یہی طریقہ ہے جس کے احناف قائل ہیں اگر ہاتھ پر گرد لگی ہو تو اسے جھاڑ لے۔

اگر ہاتھ میں مٹی کا غبار لگ جائے تو جھاڑے

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تیمّم کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ یہ طریقہ (تیمّم) کا تمہارے لئے کافی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک کو مٹی پر مارا اور فرمایا اس طرح اور (ہاتھوں کی مٹی کو) پھونک مارا پھر چہرے اور ہاتھ کو کہنیوں تک مسح کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۱۴)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ مٹی یا غبار کا منہ میں ملنا تیمّم کا مقصد نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض سمجھتے ہیں بلکہ ہاتھ میں لگا معلوم ہو تو جھاڑ لے۔

مسح کرنے سے قبل ہاتھ سے مٹی کا جھاڑنا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیمّم کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے لئے کافی ہے کہ اس طرح کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارا، پھر (ہاتھ میں لگی) مٹی کو جھاڑا، پھر منہ سے دونوں ہاتھوں کو پھونکا (تاکہ مٹی اڑ جائے) اور چہرے اور ہاتھ کا مسح کیا۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۳۵)

سالم ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ ہم لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیمّم کرتے تھے۔ اپنے ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارتے تھے۔ پھر اپنے ہاتھوں کو جھاڑتے تھے پھر اپنے چہروں پر مسح کرتے تھے پھر دوسری مرتبہ پاک مٹی پر ہاتھ مارتے تھے اور اپنے ہاتھوں کو جھاڑتے تھے اور ہاتھوں کا مسح کہنیوں تک ہاتھ کے اوپر نیچے سب پر مسح کرتے تھے یعنی مکمل ہاتھ کا کوئی حصہ باقی نہ رہتا۔ (دار قطنی جلد ا صفحہ ۱۸۱)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ گرد و غبار کا منہ پر پوتنا تیمّم کا مقصد نہیں ہے۔ لہٰذا مٹی پر ہاتھ رکھنے سے مٹی کا غبار لگ جائے تو اسے جھاڑے، یہ مسنون ہے تاکہ چہرہ غبار سے بدنما نہ ہو جائے اسی وجہ سے محدثین نے باب قائم کیا ہے۔

"نفض اليدين من التراب عند التيمم اذا بقي في يده غبار" (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۱۴)

جس کا مطلب واضح ہے کہ غبار ہو تو اسے جھاڑ دے۔

تیمّم میں پہلے چہرے کا پھر ہاتھ کا مسح کرے

فَائِدَة: سنت یہ ہے کہ پہلے چہرے کا مسح کرے پھر دونوں ہاتھوں میں دائیں کا مسح کرے۔ اسی وجہ سے ارباب حدیث نے باب قائم کیا ہے "البداية بالوجه ثم اليدين" (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۱۶)

شدت ٹھنڈک کی وجہ سے ٹھنڈے پانی سے غسل باعث ضرر ہو تو تیمّم

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ لشکر کے امیر تھے ان کو جنابت لاحق ہوگئی۔ انہوں نے غسل نہیں کیا اور کہا اگر میں غسل کروں گا تو مر جاؤں گا۔ (تو انہوں نے تیمّم کیا) اور نماز پڑھ لی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو واقعہ بیان کیا اور عذر ظاہر کیا آپ نے صحیح قرار دیا اور خاموش رہے۔ (مجمع صفحہ ۲۶۳)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ غزوہ ذات السلاسل کے موقعہ پر ایک شدید ٹھنڈی رات میں احتلام ہوگیا۔ میں نے خوف کیا کہ اگر غسل کروں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ میں نے تیمّم کرلیا اور اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا دی۔ پھر اس کا تذکرہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا اے عمرو تم نے جنابت کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی۔ میں نے غسل نہ کرنے کی وجہ آپ سے بیان کی اور یہ کہا میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنے کو قتل مت کرو! اللہ تم پر مہربان ہے۔ "ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيما" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے اور کچھ نہیں فرمایا (یعنی تصویب فرمائی)۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۲۵، مسند طیالسی صفحہ ۶۵)

سفیان ثوری کا قول ہے کہ (حضرات صحابہ و تابعین کا) اجماع ہے کہ آدمی کسی ٹھنڈے علاقے میں ہو اور غسل کی حاجت ہو جائے اور اسے ٹھنڈے پانی سے موت کا اندیشہ ہو تو وہ تیمّم کرے۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۲۲۶)

فَائِدَة: خیال رہے شدت سرما کی وجہ سے ٹھنڈے پانی سے غسل نقصان دیتا ہو تو ایسی صورت میں گرم کرے اگر پانی گرم کرنے میں پیسے خرچ ہوں تب بھی گرم کرے یا گرم پانی دستیاب کرے اگر گرم پانی نہ مل سکے اور نہ ملنے کی امید ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے بعد میں نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں اگر گرم پانی بھی نقصان دیتا ہو مثلاً زخم ہو تو بھی تیمّم کرسکتا ہے۔

غسل کے لئے پانی نہ ملے تو تیمّم کرے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے آپ نے نماز پڑھائی

ایک شخص الگ کونے میں علیحدہ بیٹھا رہا (اور نماز میں شرکت نہیں کی) آپ نے پوچھا نماز کیوں نہیں پڑھی کہا میں ناپاک ہوگیا تھا اور (غسل کا) پانی نہیں ملا آپ نے فرمایا (مٹی سے) تیمّم کافی تھا۔ (ابن ابی شیبہ ۱۵۶، سنن کبریٰ ۲۱۶)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا ہم لوگ صحرا میں ہوتے ہیں، دو دو تین تین ماہ پانی سے دور رہتے ہیں اور ہمارے میں جنبی اور حائضہ بھی ہوتی ہیں آپ نے فرمایا تم مٹی پر (سے تیمّم کرنا) لازم ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۱۷)

فَائِدَہ: تیمّم وضو اور غسل دونوں کا بدل ہے وضو اور غسل کے لئے پانی دستیاب نہ ہو۔ انتظار سے نماز کا وقت جاتا رہے گا تو تیمّم سے نماز پڑھے لے۔

جنبی کو غسل نقصان دے تو تیمّم کرے

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سفر میں نکلے ہمارے ایک ساتھی کو سر میں پتھر لگا جس سے زخمی ہوگیا (اور سر میں بڑا زخم ہوگیا) اسے احتلام ہوگیا اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا میرے لئے تیمّم کی اجازت ہے لوگوں نے کہا نہیں تمہارے لئے تیمّم کی اجازت نہیں ہے۔ تم پانی پر قادر ہو چنانچہ اس نے غسل کیا پس وہ مر گیا (غسل نے زخم کو نقصان پہنچایا) جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کا واقعہ بتایا آپ نے (رنج ظاہر کرتے ہوئے فرمایا) ان کا برا ہو انہوں نے تو اسے مار ڈالا۔ جب ان کو نہیں معلوم تھا تو انہوں نے کیوں نہیں معلوم کیا۔ جہالت اور ناواقفیت کا علاج تو سوال ہے ان کے لئے کافی تھا کہ وہ تیمّم کر لیتے اور یا زخم پر کپڑے کی پٹی باندھ لیتے پھر اس پر مسح کرتے اور باقی جسم پر پانی بہاتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۴۹، ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۵۵)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مرفوعاً روایت ہے کہ "ان كنتم مرضى او على سفر" کی تفسیر میں آپ نے فرمایا آدمی کو خدا کے راستہ میں کوئی چوٹ، زخم وغیرہ لگ جائے اور اسے غسل کی حاجت ہو اور وہ غسل کرنے سے خوف کرتا ہو کہ اسے موت نہ آجائے (ایسی بیماری مثلاً ٹیٹنس زخم میں ہو جائے) تو وہ تیمّم کرے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۱۳۸، طیالسی، تلخیص صفحہ ۱۵۵)

زخم، فریکچر کی پٹی پر مسح کی اجازت ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم لوگ سفر میں نکلے ہماری جماعت کے ایک صاحب کو پتھر لگا سر زخمی ہوگیا پھر اسے غسل کی حاجت ہوئی ساتھیوں سے پوچھا کیا ہمیں تیمّم کی اجازت ہے انہوں نے جواب دیا نہیں ہم کوئی اجازت (تیمّم کی) تمہارے لئے نہیں پاتے (یعنی اپنی رائے سے جواب دیا) چنانچہ انہوں نے غسل کیا، تو ان کی موت ہوگئی پھر جب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس آئے تو یہ واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا انہوں نے

اسے مار ڈالا، خدا اسے بھی مار ڈالے (یعنی غسل کروا کر حالانکہ عذر کی وجہ سے تیمّم جائز تھا) کیوں نہ انہوں نے پوچھ لیا جب نہیں جانتے تھے جہالت کا علاج تو سوال معلوم کرنا ہے، ان کے لئے کافی تھا کہ وہ تیمّم کر لیتے اور زخم پر کپڑے کی پٹی باندھ لیتے پھر اس پر مسح کرتے اور پورے جسم پر پانی بہا دیتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۲۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جس کے زخم پر کوئی پٹی بندھی ہو وہ وضو کرے اور پٹی پر مسح کرے اور پٹی کے اردگرد پانی استعمال کرے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۲۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ معرکہ احد میں ابن قمیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر مارا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وضو فرماتے ہوئے پٹی پر مسح فرما رہے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۶۴)

پانی نہ ملنے پر کب تیمّم کرے

حضرت عطا فرماتے ہیں کہ جب تم سفر میں نہ ہو (یہ کوئی ضروری نہیں خواہ کہیں ہو) اور نماز کا وقت آ جائے، اور تمہارے پاس وقت ہو تو پانی کا انتظار کرو، پھر اگر نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو (وقت گزر کر قضا ہو جانے کا) تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۶۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، پانی نہ ملے تو تیمّم کو آخر وقت تک مؤخر کرے۔

(ابن عبد الرزاق صفحہ ۲۴۴)

فائدہ: حارث نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ پانی کو تلاش کرو، یہاں تک کہ آخر وقت ہو جائے (اور نماز کے قضا ہونے کا گمان ہونے لگے) تو تیمّم کرو اور نماز پڑھ لو۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۳۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایسے مقام پر ہو جہاں پانی کے ملنے اور دستیاب ہونے کی امید ہو تو شروع وقت ہی میں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کر کے نماز نہ پڑھے بلکہ نماز کے آخر وقت سے قبل انتظار کرے مل جائے تو ٹھیک ورنہ تیمّم کر کے نماز پڑھ لے، نماز کو پانی کے لئے قضا نہ کرے۔ ابن نجیم نے بحر الرائق میں ذکر کیا ہے کہ اگر امید پانی کی نہ ہو تو وقت مستحب میں پڑھ لیا جائے ورنہ اخیر وقت تک یعنی اس سے قبل تک انتظار کرے۔

(بحر الرائق جلد ا صفحہ ۱۶۳، الشامی صفحہ ۲۴۹)

پانی کم ہو یا ضرورت سے زائد نہ ہو تو تیمّم کی اجازت ہے

زاذان نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ کوئی شخص جب صحراء میں (دوران سفر) جنبی ہو جائے اور اس کے پاس تھوڑا پانی ہو تو وہ اپنی ضرورت کے لئے رکھے اور مٹی سے تیمّم کرے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۰۵)

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب تم سفر کی حالت میں جنبی ہو جاؤ یا بے وضو ہو جاؤ اور خوف کرو کہ میں اگر وضو کروں گا تو پیاس سے مر جاؤں گا تو مت وضو کرو۔ (اور نہ غسل کرو

جب پانی کم ہو) اپنے لئے روک کر رکھو اور تیمّم کرو۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۲۴)

پانی مریض کو نقصان دے تو تیمّم کی اجازت

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مرفوعاً روایت ہے کہ "ان کنتم مرضی او علی سفر" کی تفسیر یہ ہے کہ آدمی کو جب زخم ہو جائے (مثلاً) جہاد کے موقع پر یا کٹے جلنے سے زخم ہو جائے یا چیچک نکل آئے اور غسل سے ہلاکت کا خوف کرتا ہو تو اس کے لئے تیمّم جائز ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۲۴)

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ چیچک اور اسی جیسے مریض (سخت بخار ہو اور ٹھنڈے پانی سے وضو نقصان دیتا ہو) کو اجازت ہے کہ وضو نہ کرے تیمّم کرے، پھر یہ آیت تلاوت کی "ان کنتم مرضی او علی سفر"

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۲۲)

سعید ابن جبیر نے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے نقل کیا ہے جب کہ شدید مریض ہو پانی وضو اور غسل میں نقصان دیتا ہو اسے اجازت ہے کہ وضو نہ کرے مٹی سے تیمّم کرے۔ (ابن عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۲۲۴)

سعید بن جبیر اور مجاہد کہتے ہیں کہ مریض کو اگر جنابت پیش آ جائے اور وہ (غسل کرنے میں) اپنے اوپر ہلاکت کا خوف کرے تو وہ مسافر کی طرح ہے جو پانی نہ پائے وہ تیمّم کرے۔ (السعایہ صفحہ ۴۸۳، ابن ابی شیبہ)

فَائِدَہ: مثلاً شدید بخار ہو، یا پورے جسم پر زخم ہو تو ایسی صورت میں تیمّم کی اجازت ہے مزید اس کے لئے مسائل کتب فقہ میں دیکھے جا سکتے ہیں یا کسی جید عالم سے معلوم کیا جا سکتا ہے محض سستی یا معمولی تکلیف سے بچنے کے لئے تیمّم کی اجازت نہ ہوگی بعض صاحب فراش مریض کو دیکھا گیا ہے کہ وضو کرنے میں پریشان اور دقت کی وجہ سے تیمّم کر لیتے ہیں سو یہ درست نہیں۔ اہل علم سے رجوع کرنے کے بعد عمل کرنا چاہئے۔

غسل کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ وتعلیمات کا بیان

غسل کرتے وقت اولاً وضو کرنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو اولاً اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے۔ پھر نماز کی طرح وضو فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۳۹)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (جب وضو فرماتے نماز کی طرح وضو فرماتے۔ ہاں پیروں کو نہ دھوتے۔ (بخاری صفحہ ۳۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (غسل کے موقعہ پر اولاً) نماز کی طرح وضو فرماتے، پھر اپنے بدن پر تین مرتبہ پانی بہاتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲)

فائدہ: غسل کی ابتداء میں ہاتھ دھونے کے بعد وضو کرنا مسنون ہے۔ بعض روایتوں میں جیسا کہ ابوداؤد عن ہشام بن عروہ عن عائشہ کی روایت میں ہے کہ جنابت کی حالت میں اولاً بدن پر لگی نجاست کو دھوتے، پھر وضو فرماتے۔ اور بخاری کی روایت میں ہے کہ اس وضو غسل میں آپ پیروں کو بعد میں دھوتے۔ یعنی غسل کے آخر میں۔ چونکہ غسل کے موقعہ پر پانی جمع ہو جاتا تھا۔

علامہ عینی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ غسل کی جگہ پر پانی جمع ہو جاتا ہو تو پیروں کو بعد میں دھوئے ورنہ تو شروع ہی میں وضو کے ساتھ دھو ڈالے۔

علامہ عینی نے متعدد احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ترتیب بیان کیا ہے غسل کے وقت اولاً دونوں ہاتھوں کو دھوتے۔ پھر جنابت کی حالت کے غسل میں مخصوص مقام کو دھوتے، ہاتھ مٹی سے رگڑ کر دھوتے، (کہ اس عہد میں صابون رائج نہ تھا اب مٹی کی جگہ صابون یا پاؤڈر استعمال کرے تا کہ ہاتھ کی نجاست سے برتن ناپاک نہ ہو) پھر وضو فرماتے۔ پھر بدن پر پانی بہاتے۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۹۴)

امام بخاری نے باب الوضوء قبل الغسل قائم کر کے اس طریقہ غسل کے مسنون، ومستحب ہونے کو بیان کیا

ہے اس لئے پانی بہانے سے قبل وضو کا کرنا مستحب ہے۔

ابن عبدالبر مالکی نے اس کے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ (الاستذکار جلد۳ صفحہ۶۰)

غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غسل میں) کلی کیا ناک میں پانی ڈالا، چہرہ دھویا، اور اپنے ہاتھوں کو دھویا پھر سر پر اور پورے بدن پر پانی بہایا۔ (ابوداؤد صفحہ۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (غسل میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرح وضو فرماتے (اور وضو میں کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا بھی ہے) پھر اپنے بدن پر تین مرتبہ بہاتے۔ اور ہم لوگ (ازواج مطہرات) چوٹیوں کی وجہ سے پانچ مرتبہ پانی بہاتے۔ (ابوداؤد صفحہ۳۲، دار قطنی صفحہ۱۱۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ غسل میں وضو فرماتے، اور ظاہر ہے کہ وضو میں کلی اور ناک میں پانی ڈالا جاتا ہے محمد بن سیرین سے مرسلاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابت میں تین مرتبہ سنت ناک میں پانی ڈالنا فرمایا ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۶۷)

خالد بن الحذاء نے ابن سیرین کے واسطے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جنابت کے غسل میں تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا جائے۔ (دار قطنی صفحہ۱۱۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب غسل کرو تو تین مرتبہ کلی کرو یہ ابلغ ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو تین مرتبہ کلی تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ جب جنبی غسل کرے اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے تو پھر دوبارہ وضو کرتے ہوئے کلی کرے۔ ناک میں پانی ڈالے۔ حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ جنبی (غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے تو) کلی کرے ناک میں پانی ڈالے اور نماز دوبارہ پڑھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ۱۹۶، دار قطنی صفحہ۱۱۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا غسل کے فرائض میں سے ہے۔ اگر روزہ نہ ہو تو پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے۔ اسی وجہ سے احناف کے یہاں غسل واجب میں تین فرائض ہیں منہ میں پانی ڈالنا، ناک میں پانی ڈالنا اور تمام بدن پر ایک بار پانی بہنا کہ بال برابر بھی جگہ باقی نہ رہے۔ (فتح القدیر)

غسل جنابت میں اہتمام سے ناک میں پانی ڈالنے صاف کرنے کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے وضو کو اہتمام کے ساتھ کامل طور پر ادا کیا کرو تمہارے محافظ فرشتے (کراماً کاتبین اور کوئی محافظ) تم سے محبت کریں گے اور تمہاری عمر میں اس سے برکت ہوگی اے انس غسل جنابت میں ناک کے پانی ڈالنے اور صفائی میں اہتمام کرو تو تم اپنے غسل خانہ سے اس حال میں نکلو گے کہ تم پر کوئی گناہ اور خطا نہ ہوگا۔ معاف ہو گئے ہوں گے۔

(مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۲۷)

فائدہ: وضو اور غسل دونوں میں ناک صاف کرنے کا حکم ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ناک کے اندر شیطان رات گزارتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نیند سے بیدار ہو تو وضو کرو، اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر صاف کرو اس لئے کہ شیطان ناک کے اندر رات گزارتا ہے۔ (بخاری صفحہ ۴۶۵)

علامہ طاہر پٹنی نے ذکر کیا ہے کہ وہ اس طرح قلب تک پہنچ جاتا ہے (یعنی دل پر شیطانی اثرات ڈالنے میں اسے آسانی ہوتی ہے۔ (حاشیہ بخاری جلد ا صفحہ ۴۵)

علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ ناک میں پانی ڈالنا اور صاف کرنا شیطانی اثرات کو دور کرنے کے لئے ہے۔

؟ (عمدۃ القاری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے تو ناک میں پانی ڈالتے اور صاف فرماتے، چنانچہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے میں نے غسل جنابت کے لئے پانی رکھا تو آپ نے بائیں سے دائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر دھویا ہتھیلی کو تین مرتبہ دھویا پھر مقام قصوص پر پانی ڈالا اور دھویا پھر ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر صاف کیا پھر کلی کی ناک میں پانی ڈالا چہرہ اور ہاتھ بازو دھویا پھر پورے بدن پر پانی بہایا، پھر ہٹ کر پیر دھویا۔

(سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۷۷، ابوداؤد صفحہ ۳۲)

احناف کے نزدیک غسل میں کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا فرائض غسل میں سے ہے۔ (فتح القدیر، کبیری صفحہ ۴۶)

غسل کے شروع میں بسم اللہ سے جناتوں سے پردہ ہو جاتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جناتوں کی نگاہ اور انسانوں کے ستر عورت کے درمیان اس وقت پردہ ہو جاتا ہے جب وہ کپڑے اتارتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے۔

(طبرانی اوسط کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۳۸۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح غسل فرماتے تھے

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو اولاً اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر نماز کی طرح وضو فرماتے پھر ہاتھ میں پانی لے کر بالوں کی جڑوں کا خلال فرماتے پھر تین مرتبہ سر پر پانی بہاتے پھر پورے جسم پر پانی بہاتے۔

(نسائی صفحہ ۴۸، بخاری صفحہ ۳۹، موطا امام مالک، استذکار جلد ۳ صفحہ ۵۸)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں غسل جنابت کے لئے پانی آپ کے پاس رکھ دیتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولاً ہتھیلی کو دو یا تین مرتبہ دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے پانی بہا کر بائیں ہاتھ سے مقام مخصوص کو دھوتے اچھی طرح رگڑ رگڑ کر دھوتے پھر نماز کی طرح وضو فرماتے پھر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے دونوں ہاتھوں سے سر ملتے (اچھی طرح بالوں میں پانی پہنچاتے پھر تمام جسم پر پانی بہاتے) پھر غسل کی جگہ سے ہٹ کر پیر دھوتے۔

(نسائی صفحہ ۵۰، بخاری صفحہ ۴۰)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھ دیتی آپ (اولاً) اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے دو یا تین مرتبہ۔ پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور مقام مخصوص کو دھوتے پھر (بائیں) ہاتھ زمین پر رگڑ کر دھوتے پھر منہ میں ڈال کر کلی کرتے۔ ناک میں پانی ڈالتے چہرہ اور ہاتھ دھوتے پھر سر کو تین مرتبہ دھوتے پھر پورے بدن پر پانی بہاتے پھر غسل کے مقام سے ہٹ کر پیر دھوتے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۴۰)

فائدہ: بکثرت صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے طریقہ اور کیفیت کو معمولی فرق سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غسل میں اولاً آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر بائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے مقام مخصوص کو رگڑ کر دھوتے۔ پھر بائیں ہاتھ کو مٹی سے مل کر دھوتے پھر نماز کی طرح وضو فرماتے پھر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے اور بالوں کی جڑوں میں اہتمام سے پانی پہنچاتے اور بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے۔ اولاً سر کے دائیں طرف پانی ڈالتے پھر بائیں طرف پھر بیچ سر میں پانی ڈالتے پھر پورے بدن پر پانی بہاتے پھر غسل کی جگہ سے ہٹ کر پیر دھوتے یہ ہے سنت طریقہ غسل کا۔

غسل میں کم از کم تین مرتبہ پانی ڈالنا پورے بدن پر مسنون ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (غسل کے موقعہ پر) تین مرتبہ پانی بہاتے۔

(بخاری صفحہ ۳۹)

حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں اپنے سر پر تین مرتبہ پانی انڈیلتا ہوں۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۳۹)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا! ہم لوگ ٹھنڈے علاقے میں رہتے ہیں غسل جنابت کس طرح کریں گے آپ نے فرمایا بہر حال ہم تو اپنے سر پہ ۳ مرتبہ پانی بہاتے ہیں۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۶، ابن ماجہ صفحہ ۴۳، ترمذی)

فائدہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت طیبہ تھی آپ غسل میں سر پر اور تمام بدن پر پانی کم از کم خواہ کتنا ہی جاڑا کیوں نہ ہو تین مرتبہ پانی بہاتے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ مسنون غسل یہ ہے کہ پانی ۳ مرتبہ بہائے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے لہٰذا تین مرتبہ سر پر اسی طرح پورے بدن پر مستحب ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۰۱)

غسل میں پورے بدن پر ایک مرتبہ پانی بہانا

حضرت میمونہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا (غسل کی کیفیت بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں کہ) میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے غسل کا پانی رکھا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دونوں ہاتھوں کو دو یا تین مرتبہ دھویا، پھر بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر مقام مخصوص دھویا پھر مٹی سے ہاتھ رگڑ کر دھویا کلی کیا ناک میں پانی ڈالا چہرے ہاتھ کو دھویا پھر اپنے بدن پر پانی بہایا پھر جگہ سے ہٹ کر پیر مبارک دھویا۔ (بخاری صفحہ ۴۱)

فائدہ: اس حدیث پاک میں بدن پر صرف پانی بہانے کا ذکر ہے حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ اس سے کم از کم ایک مرتبہ ثابت ہو رہا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۳۶)

امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے صحیح بخاری میں "باب الغسل مرةً واحدةً" قائم کر کے اس حدیث کو پیش کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پورے بدن پر ایک مرتبہ بھی پھر اچھی طرح پانی بہا کر غسل کیا جا سکتا ہے مثلاً سخت سردی ہے یا مرض کی وجہ سے پانی کچھ نقصان دہ ہے یا پانی ہی کم ہے یا وقت تنگ ہے بہت جلدی ہے تو ایسا کرنا درست ہے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ غسل میں تعداد شرط نہیں ہے اصل یہ ہے کہ پورے بدن پر اچھی طرح پانی پہنچ جائے۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

غسل میں دائیں رخ کو پہلے دھونا مسنون ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے ہاتھوں سے تین مرتبہ سر میں پانی ڈالتے پھر دائیں جانب پانی ہاتھوں سے ڈالتے پھر بائیں جانب پانی ڈالتے پھر بیچ سر میں۔ (بخاری صفحہ ۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وضو اور غسل میں دائیں رخ کو اولاً اختیار فرماتے چنانچہ حافظ نے فتح

الباری میں اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ سر کے دائیں کو پہلے دھوتے۔ (صفحہ ۳۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ برتن ہاتھ میں لے کر اولاً دائیں سر پر پانی ڈالتے پھر بائیں سر پر۔ (ابن ابی خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۲۲، سنن کبریٰ صفحہ ۱۸۴، بخاری صفحہ ۱۱)

ایک روایت میں ہے کہ پہلے دائیں سر پھر بائیں سر پھر بیچ سر میں ڈالتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۸۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ غسل میں اولاً دائیں رخ پھر بائیں رخ پر پانی بہاتے علامہ عینی نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۲۰۴)

اسی طرح کوئی میل کچیل کو دور کرنے والی شی ءیا خوشبو کا استعمال کرے تو اولاً دائیں جانب پھر بائیں جانب لگائے، چنانچہ امام بخاری نے "الباب من بدء بالحلاب اوالطيب عند الغسل" سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میل کچیل دور کرنے کے لئے کسی خوشبو دار صابن کا استعمال بھی بہتر اور اولیٰ ہے تاکہ نظافت کے ساتھ خوشبو کا بھی استعمال ہو جائے۔

مسروق کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو دایاں رخ اولاً پسند تھا، سر جھاڑنے میں، جوتا پہننے میں اور غسل اور وضو کرنے میں۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۱۲۲)

محدث ابن خزیمہ نے "استحباب بدا الغسل بافاضة الماء على الميامن" قائم کر کے اسی کی وضاحت کی ہے کہ غسل میں دائیں حصہ کو اول دھونا مسنون ہے۔ اور یہ آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی۔

مقام غسل میں پانی جمع ہو جائے تو پیر بعد میں دھوئے

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ (مقام غسل سے) ہٹے اور اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ جب غسل سے فارغ ہوئے تو اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔ (بخاری صفحہ ۴۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۳، سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب غسل سے فارغ ہوئے تو دونوں پیروں کو دھویا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۴)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ غسل سے جب فارغ ہو جائے تو پیروں کو دھوئے۔

(ابن عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۲۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ غسل میں اولاً اپنے ہاتھوں کو دھوتے پھر نماز کی طرح وضو فرماتے (یعنی پیروں کو بھی دھوتے)۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۶۰)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب غسل فرماتے تو جب مقام غسل سے الگ ہوتے تو پیروں کو دھوتے۔ (کنز صفحہ ۵۴۶)

فائدہ: علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ پانی اگر غسل کے مقام پر جمع ہو جائے تو پیروں کو آخر میں دھوئے۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۹۳)

ہدایہ اور فتح القدیر میں بھی ہے کہ اس مکان سے ہٹ کر پیر دھوئے۔ (فتح القدیر صفحہ ۵۸)

کبریٰ میں ہے کہ غسل کے مقام پر پانی جمع ہو جاتا ہو تو پیروں کو بعد میں دھوئے۔ لہٰذا اگر کسی اونچے پتھر پر یا ایسے مقام جہاں پانی نہ جمع ہو جیسے آج کل کے غسل خانے تو پھر پیر کو وضو ہی کے وقت دھونا مستحب ہے موخر نہ کیا جائے۔ (کبیری صفحہ ۵۰)

شرح احیاء میں ہے کہ اگر وضو کے وقت پیر کو دھولیا تو پھر غسل کے آخر میں دھونے کی ضرورت نہیں۔ (اتحاف صفحہ ۳۷۹)

حافظ نے تلخیص میں بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل میں پیروں کو وضو ہی کے وقت دھو لیتے تھے (صفحہ ۱۵۱) اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں غسل سے فراغت پر پیر دھونے کا ذکر نہیں ہے اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں اس کا ذکر ہے دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں غسل کی جگہ پانی جمع نہ ہوگا اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں غسل کے مقام پر پانی جمع ہوگا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر بعد میں دھویا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس مقدار پانی سے وضو اور غسل فرماتے

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے۔ (ترمذی صفحہ ۱۰، بخاری صفحہ ۳۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس برتن سے وضو فرماتے تھے جس میں دو رطل پانی آتا تھا اور ایک صاع (برابر پانی) سے غسل فرماتے تھے۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ...)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع پانچ مد تک سے غسل فرماتے اور ایک مد سے وضو فرماتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فرق سے غسل کرتے اور فرق کی مقدار ابن عیینہ نے بیان کیا کہ تین صاع ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا ایک صاع سے اس پر ایک صاحب نے کہا ہم لوگوں کو کافی نہ ہوگا اس پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جن کو تم سے زیادہ بال تھے ان کو کافی ہو جاتا تھا تو تم کو کافی کیوں نہ ہوگا۔ (سنن کبریٰ جلدا صفحہ ۱۹۵)

ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن سے وضو کیا جس میں دو تہائی مد پانی تھا۔ (صفحہ ۹۵)

فائدہ: ان روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ آپ وضو اور غسل میں کم از کم مقدار پانی استعمال فرماتے تھے۔ اس سے کم میں کرنا بہتر نہیں چنانچہ امام بیہقی نے باب قائم کیا ہے کہ مستحب ہے کہ اس مقدار سے کم پانی وضو اور غسل میں اختیار نہ کرے۔ (جلدا صفحہ ۱۹۵)

امام بخاری کا قول سبل السلام میں ہے کہ اہل علم نے ایک مد سے زائد وضو میں پانی کے استعمال کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (سبل السلام صفحہ ۹۱، عمدہ صفحہ ۹۵)

امام ترمذی نے اس حدیث کی شرح میں بیان کیا کہ یہ مطلب نہیں کہ اس سے زائد پانی استعمال ہو تو ناجائز ہوگا اور اس سے کم ہو تو یہ درست نہیں بلکہ مقدار کفایت کا ذکر ہے۔ (ترمذی، عمدۃ القاری صفحہ ۹۶)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں بیان کیا پانی کا کم یا زائد استعمال احوال اور لوگوں کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۹۶)

خیال رہے کہ ایک صاع چار مد کے برابر ہوتا ہے اور ایک صاع موجودہ دور کے وزن کے اعتبار سے تین کلو ۳۰۰ گرام کے قریب ہوتا ہے نصف صاع ایک کلو ۶۵۰ گرام کے قریب ہوتا ہے۔

غسل جنابت میں تاخیر نہ کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنبی (جن کو غسل کرنا واجب ہو) کے پاس فرشتے نہیں حاضر ہوتے (یعنی رحمت کے) تاوقتیکہ غسل نہ کر لیں۔ (کنز العمال صفحہ ۳۷۸)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کافر کے جنازہ میں فرشتے بھلائی کے لئے حاضر نہیں ہوتے، (بلکہ زدوکوب کے لئے) اور جنبی کے پاس فرشتے حاضر نہیں ہوتے تاوقتیکہ غسل نہ کر لے یا وضو نہ کر لے۔ (طبرانی، کنز العمال صفحہ ۳۹۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس گھر میں فرشتے نہیں آتے جس میں کوئی ناپاک ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۰)

فائدہ: ناپاک اور جنابت کی حالت میں فرشتہ رحمت پاس نہیں آتے۔ اس لئے جنابت کے غسل کو جلد کر لینا

بہتر ہے اگر رات کے شروع یا وسط حصہ میں ناپاک ہو جائے تو غسل کرے یا وضو کر کے سو جائے اور آخر رات میں صبح صادق کے وقت غسل کرے۔ اس کی بھی گنجائش ہے۔ مگر صبح کو سورج نکلنے کے وقت یا سورج کے طلوع کے بعد اس قدر تاخیر سے نہانا ناجائز اور گناہ ہے۔ کہ تاخیر غسل کی وجہ سے فرض نماز قضا ہوگئی۔ اور نماز کا قضا ہونا گناہ کبیرہ ہے۔ علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ فرشتہ رحمت ان گھروں میں (یا ان کے پاس سے بھاگتے ہیں) جو غسل میں تاخیر کے عادی ہوتے ہیں کہ نماز جاتی رہتی ہے یا سستی اور غفلت سے پڑے رہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۲۴۲)

ظاہر ہے اگر مطلقاً تاخیر سے یہ بات ہوتی تو آپ غسل کے قبل نہ سوتے اور آخر رات تک تاخیر نہ فرماتے۔

غسل جنابت میں صبح صادق تک تاخیر کی گنجائش

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جنبی ہو جاتے تو (کبھی ایسا بھی ہوتا کہ) غسل نہ فرماتے یہاں تک کہ صبح صادق ہو جاتی۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کئے بغیر سو جاتے، ہاں مگر وضو فرما لیتے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۶۴)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جنابت کی حالت میں سویا جا سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں، جب وضو کرے۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ کبھی آپ شروع رات میں اور کبھی آخر رات میں غسل فرماتے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۶۴، ابوداؤد صفحہ ۲۹)

فائدہ: شروع رات یا وسط رات میں جنبی ہو جائے تو آخر رات تک غسل مؤخر کر سکتا ہے علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اتنی تاخیر کرنا کہ کوئی نماز کا وقت نکل جائے ناجائز اور گناہ ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۲۴۰)

غسل میں عورتوں کو چوٹیوں کا کھولنا ضروری نہیں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے سر کے بالوں کی چوٹیاں بہت سخت ہیں کیا غسل جنابت کے وقت ان کو کھولا کروں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں) یہ کافی ہے کہ اپنی ہتھیلیوں سے ان میں تین مرتبہ پانی پہنچا دو۔ (ترمذی صفحہ ۲۹، نسائی صفحہ ۴۸، مسلم، ابن خزیمہ صفحہ ۱۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق یہ بات پہنچی کہ وہ عورتوں کو غسل جنابت کے موقعہ پر چوٹیوں کے کھولنے کو کہتے ہیں تو حضرت عائشہ نے (ان پر رد کرتے ہوئے) کہا وہ

عورتوں کو مشقت میں ڈالتے ہیں، کیوں نہیں وہ سرہی منڈوانے کو کہہ دیتے ہیں۔

میں رسول پاک ﷺ کے ساتھ ایک ہی برتن کے پانی سے غسل کرتی تھیں (آپ نے چوٹیوں کو کھولنے کا حکم نہیں دیا) بس صرف تین ہتھیلی بھر پانی پہنچا دیتی تھی۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۱۲۳، استذکار صفحہ ۷۷)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے غسل جنابت کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا پانی کو اپنے سر پر بہالو اور سر کو رگڑلو یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۲۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا عورت غسل میں بالوں کی چوٹیاں کھولیں گی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعجب کرتے ہوئے کہا صرف تین مرتبہ پانی بہا دینا کافی ہے۔

(دارمی صفحہ ۲۶۲، سعایہ صفحہ ۳۹۹)

حضرت ابراہیم نخعی نے کہا جب بالوں کی جڑیں اور اس کے اطراف بھیگ جائیں تو چوٹیاں نہیں کھولے گی۔

(دارمی جلد ا صفحہ ۲۶۲)

فائدہ: خیال رہے کہ مردوں کو اگر چوٹی ہو تو کھول کر پانی پہنچانا واجب ہے۔ (سعایہ صفحہ ۳۹۹)

مگر عورت کو چوٹیاں کھول کر پانی پہنچانا واجب نہیں بشرطیکہ بالوں کی جڑوں اور اطراف میں پانی اچھی طرح پہنچ جائے، اگر چوٹیاں سخت اور بالوں کی جڑوں تک بندھی اور گتھی ہوئی ہوں تو پھر کھولنا ضروری ہے تاکہ جڑوں میں اور اطراف میں پانی پہنچ جائے، عموماً اہل ہند کی چوٹیاں سخت اور بالوں کی جڑوں تک کس کر بندھی ہوئی ہوتی ہیں ایسی صورت میں پانی کا پہنچانا مشکل ہے لہٰذا کھول کر پانی پہنچانا لازم ہے۔ عورتیں چوٹیوں کی وجہ سے تین سے زائد پانچ مرتبہ تک دھوسکتی ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲)

صبح کو غسل جنابت کیا ہوا جمعہ کے غسل کے لئے کافی ہوگا

نافع نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ جمعہ اور جنابت میں ایک غسل کرتے تھے۔

(سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۹۸، استذکار جلد ۳ صفحہ ۱۷)

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ صبح کو جس نے غسل جنابت کیا ہو یا جمعہ سے قبل کسی بھی وقت جنبی ہوا اور اس نے غسل کرلیا تو یہ غسل جمعہ کے لئے بھی کافی ہوگا یا جمعہ کا غسل جو مسنون ہے اسے الگ سے کرنا ہوگا، ابن عبدالبر المالکی نے حضرت ابن عمر کا اثر نقل کیا ہے کہ کافی ہوگا۔ یہی قول ابن عبدالبر المالکی نے شوافع، احناف لیث وغیرہ کا بیان کیا ہے۔ ابوبکر الاثرم نے حضرت امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ جس نے جمعہ کے دن جنابت کا غسل کیا اور اس کے ساتھ جمعہ کے غسل کی بھی نیت کرلی تو کیا یہ کافی ہوگا؟ امام صاحب نے جواب دیتے ہوئے فرمایا امید ہے کہ دونوں کیلئے کافی ہوجائے گا البتہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافی نہ ہوگا۔ (الاستذکار جلد ۳ صفحہ ۱۷)

محدث بیہقی نے سنن کبریٰ میں باب قائم کیا ہے "الاغتسال للجنابة والجمعة اذا نواهما معا" اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جمعہ کے لئے الگ سے غسل کرنے کی ضرورت نہیں خیال رہے کہ چونکہ "انما الاعمال بالنیات" ہے اگر جمعہ کے غسل کی نیت ہے تو ثواب پائے گا ورنہ غسل تو کافی ہو جائے گا چونکہ مقصد نظافت ہے وہ حاصل ہے اور نیت نہ ہونے کی وجہ سے ثواب غسل جمعہ نہ پائے گا۔

اگر جمعہ اور عید ایک دن جمع ہو جائے

شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے لکھا ہے اگر جمعہ ہی کے دن عید ہو جائے تو جمعہ اور عید کے لئے الگ الگ غسل مسنون نہیں ایک ہی غسل سے دونوں دنوں کی غسل کی سنت ادا ہو جائے گی۔ (اتحاف السادۃ)

جنابت کی حالت اگر غسل سے قبل سونا چاہے تو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں (غسل سے قبل) سونا چاہتے تھے تو مقام مخصوص کو دھو لیتے اور نماز کی طرح وضو فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۴۳، طحاوی صفحہ ۲۵)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم جنابت کی حالت میں (غسل سے قبل) سو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں جب وضو کر لو۔

(بخاری صفحہ ۴۳، طحاوی صفحہ ۷۶، دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۹۳، نسائی صفحہ ۵۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۳)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ وہ رات میں جنبی ہو جاتے ہیں تو کیا وہ (غسل سے قبل) سو سکتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وضو کر لیا کریں اور سو جایا کریں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرما لیتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۷۹)

فائدہ: جنابت کی حالت میں غسل سے قبل سوئے تو مسنون یہ ہے کہ مقام مخصوص کو دھوئے اور وضو کرے اس طرح سنت کے مطابق سونا بہت سے فوائد کا باعث ہے۔

جنابت کی حالت میں اگر کھانا پینا چاہے تو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں کھاتے تو وضو فرما لیتے۔

(طحاوی صفحہ ۲۶، نسائی صفحہ ۵۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۴، ابوداؤد صفحہ ۲۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا جنبی سو سکتا ہے؟ کھا پی سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! جب نماز کی طرح وضو کرے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں کھانے کا ارادہ

فرماتے تو دونوں ہتھیلیوں کو دھو لیتے۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۶۷، نسائی جلد ا صفحہ ۵۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جنابت کی حالت میں کھانا پینا درست ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے سے قبل کبھی آپ وضو فرماتے اور کبھی آپ صرف ہاتھ منہ اور کلی وغیرہ پر اکتفا فرمالیتے لہٰذا دونوں طریقہ مسنون ہے، حسب موقعہ سہولت جسے چاہے اختیار کرے بعض لوگ جنابت کی حالت میں کھانا پینا قبیح اور معیوب سمجھتے ہیں سو یہ درست نہیں ہاں طبعی کراہت اور ہے۔

جنابت کی حالت میں بلا غسل کے گھر سے باہر نکلنا اور لوگوں سے ملنا جلنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنابت کی حالت میں تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات مدینہ کے کسی راستے میں ہوئی میں پیچھے ہٹ گیا (جنبی ہونے کی وجہ سے، ملنے سے بھاگنے لگا) تو میں جلدی سے گیا اور غسل کر کے آیا تو مجھ سے پوچھا میں جنبی تھا تو مکروہ سمجھا کہ آپ سے مجلسی ہو اور میں ناپاک ہوں آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ مؤمن تھوڑی ناپاک ہوتا ہے۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی اور میں ناپاک تھا تو آپ نے فرمایا۔ مؤمن ناپاک نہیں ہوتا، جنابت سے بدن ناپاک نہیں ہوتا۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۳۲)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میری ملاقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو میں جنابت کی حالت میں تھا، آپ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے کہا میں ناپاک ہوں۔ آپ نے فرمایا: مؤمن ناپاک نہیں ہوتا۔ (نسائی صفحہ ۵۲)

فائدہ: علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری میں اس حدیث ابوہریرہ کی شرح میں بہت سے فوائد مستنبط کئے ہیں جن میں سے چند اہم فوائد یہ ہیں:

❶ مؤمن ناپاک نہیں رہتا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں مسلمان ناپاک نہ زندہ رہنے کی حالت میں اور نہ موت کے بعد ناپاک ہوتا ہے (غسل کا حکم نظافۃً یا تعبداً ہے)

❷ پسینہ، لعاب، آنسو، جھوٹا سب پاک ہے۔

❸ اپنے بڑوں کا اکرام اور لحاظ کرنا۔

❹ طالب علم کے لئے مستحب ہے صاف اور نظیف حالت میں اساتذہ اور مشائخ کے پاس جائیں، کپڑے صاف ہوں، ناخن بڑے نہ ہوں، بدن و کپڑے پسینہ یا اور کسی وجہ سے بدبودار نہ ہو۔

❺ غسل واجب میں تاخیر کی گنجائش، ہاں مگر اتنی تاخیر نہیں کہ نماز کا وقت جاتا رہے۔

❻ حالت جنابت میں ضرورت سے باہر نکلنا۔

۷ جنبی کا بازار وغیرہ میں حسب ضرورت چلے جانا۔

۸ جنبی یا کسی کے جسم پر نجاست ظاہری نہ ہو جسم پاک ہے۔

۹ غلط اور نامناسب خیال اور ذہن کی فوراً اصلاح کرنا۔

۱۰ اہل ایمان اور غرباء مساکین کا خیال رکھنا اور اس کے احوال اور خیریت کا متلاشی رہنا۔

۱۱ تابع حضرات کا جدا ہونے کے وقت اجازت لینا اور اطلاع کرنا۔

امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ جنابت کی حالت میں پچھنا لگانا، ناخن کاٹنا سر منڈانا درست ہے۔

(بخاری، عمدۃ القاری صفحہ ۲۴۰)

علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ صحابہ وتابعین کی ایک جماعت حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت ابن عمر، سعید ابن مسیّب، مجاہد، ابن سیرین، زہری، ابراہیم نخعی، ابن عباس، عطا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ حضرات جنابت کی حالت میں بلا وضو کئے باہر نہیں نکلتے تھے۔ (عمدۃ صفحہ ۲۴۰)

جنابت کی حالت میں سلام ومصافحہ کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی میں جنبی تھا تو میں چپکے سے نکل گیا اور غسل کیا پھر آیا، تو آپ نے پوچھا کہاں تھے ابو ہریرہ؟ تو میں نے کہا میں جنبی تھا اس لئے آپ کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ، مؤمن ناپاک نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۰، ترمذی صفحہ ۳۲، بخاری صفحہ ۴۲)

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی آپ ان کی طرف (مصافحہ کرنے کے لئے) متوجہ ہوئے تو میں نے کہا میں ناپاک ہوں اس پر آپ نے فرمایا: مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔

(ابوداؤد صفحہ ۴۰)

فائدہ: حدیث مذکورہ کو امام ترمذی، امام ابوداؤد، اور امام ابن ماجہ نے "باب مصافحة الجنب" قائم کرکے بیان کیا ہے جس کا واضح مقصد یہ ہے کہ جنابت کی حالت میں سلام ومصافحہ جائز ہے۔ خیال رہے کہ جنبی کے لئے قرآن پاک پڑھنا، طواف کرنا، مسجد میں داخل ہونا یہ امور ناجائز ہیں باقی اس کے علاوہ تمام امور جائز ہیں۔

(معارف السنن جلد ۱ صفحہ ۴۰۰)

جنابت کی حالت میں ذکر واستغفار، درود وغیرہ تلاوت کے علاوہ جائز ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن ہر وقت خدا کا ذکر کرتے تھے۔

(بخاری صفحہ ۴۴، طحاوی صفحہ ۵۵، ابن خزیمہ صفحہ ۱۰۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں قرآن پڑھتے رہتے تھے (باوضو اور بلا وضو) سوائے جنابت کی حالت کے۔ (نسائی صفحہ ۵۲، کشف الاستار جلد ا صفحہ ۱۶۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنبی اور حائضہ قرآن نہ پڑھے۔
(ابن ماجہ صفحہ ۴۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنابت کے علاوہ کسی حال میں آپ قرآن پڑھنے سے نہ رکتے تھے۔
(ابن خزیمہ صفحہ ۱۰۴، طحاوی صفحہ ۲۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حالت جنابت میں تلاوت قرآن کے علاوہ تمام استغفار تسبیح وتحمید وغیرہ پڑھنا جائز ہے امام طحاوی شرح معانی الاثار میں لکھتے ہیں جنابت کی حالت میں تمام اذکار سوائے تلاوت قرآن کے جائز ہیں۔ (طحاوی صفحہ ۵۲)

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں تمام تسبیح وتہلیل وتحمید، حالت جنابت وحیض میں درست ہے۔
(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۲۷۳)

جنابت کی حالت میں بھی ذکر خدا سے خالی نہ رہے ایسے موقعہ پر بہتر ہے کہ استغفار کی کثرت کرتا رہے اور لاحول ولاقوۃ کا ذکر کرتا رہے۔

روزانہ غسل کرنا

موسیٰ ابن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر دن ایک مرتبہ غسل فرماتے تھے۔

ابن عون نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ وہ ہر دن غسل کیا کرتے تھے ابن حضرت عثمان کے غلام کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے غسل کا پانی رکھتا تھا۔ کوئی دن ایسا نہ گزرتا ہوگا کہ وہ غسل نہ فرماتے ہوں گے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۹۹)

زاذان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غسل کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ چاہو تو ہر دن غسل کرلو۔
(کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۵۷)

فائدہ: صفائی اور نظافت کے پیش نظر روزانہ صبح یا دن میں ایک مرتبہ نہانا مذموم واسراف مزاج کی بات نہیں۔ بعض نظیف المزاج لوگ ذرا پسینہ، حبس اور گرمی سے بدن میں پیدا ہونے والے اثرات کو برداشت نہیں کر پاتے ہیں۔ غسل سے ایک گونہ راحت ملتی ہے۔ اسی وجہ سے شدت گرما کی وجہ سے تبرید اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ایک زائد مرتبہ بھی غسل کرنا درست ہے کہ حدود شرعی کے دائرے میں راحت کے اسباب ممنوع نہیں۔

گرم پانی سے غسل کرنا

حضرت اسلم جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام اور خادم ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے برتن میں پانی گرم کیا جاتا جس سے وہ غسل فرماتے۔

(سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ٦، تلخیص الجبیر جلد ا صفحہ ۳۴)

فائدہ: سردی یا کسی بھی وجہ سے گرم پانی سے وضو اور غسل کرنا مشروع ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ مسند عبدالرزاق میں بسند صحیح ہے کہ گرم پانی سے غسل میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (تلخیص الجبیر)

غسل جنابت میں اہتمام کہ ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر رہتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے پیارے! جنابت کے غسل میں خوب مبالغہ کرو کہ ہر بال کے نیچے جنابت ناپاکی کا اثر رہتا ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول کس طرح غسل میں مبالغہ کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالوں کی جڑوں کو خوب اچھی طرح بھگاؤ اور کھال تک پانی پہنچاؤ تم غسل خانہ سے نکلو گے اس حال میں تمہارے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔

(کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۴۹)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہے پس بالوں کو تر کرو اور کھال کو پانی اچھی طرح پہنچاؤ۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۲٦۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بال کی جڑ میں جنابت کا اثر ہوتا ہے اس لئے بالوں کو دھوؤ اور کھال تک پانی پہنچا کر صفائی حاصل کرو۔

(سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۵، ابوداؤد صفحہ ۳۳، ترمذی صفحہ ۲۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۴)

فائدہ: جنابت اور ناپاکی کا اثر بالوں میں اور اس کی جڑوں میں سرایت کئے ہوتا ہے۔ کہ اس کی حرارت کے اثر سے نکلنے والی چیز کا اثر بالوں کی جڑ میں ہوتا ہے، اسی لئے اہتمام اور مبالغہ سے غسل کی تاکید ہے۔ اور مزید اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ بالوں اور اس کی جڑوں کو اچھی طرح دھوئے اور پانی کھال تک پہنچائے کہ بالوں کی کثرت سے کبھی کھالوں میں پانی نہیں پہنچتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے سر کے بال کو منڈوا دیتے تھے۔ تاکہ غسل جنابت میں بالوں کی وجہ سے نظافت میں کمی نہ ہو۔

(ابوداؤد صفحہ ۳۳، سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۵، ابن ماجہ صفحہ ۴۴)

اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن کے لمبے ہونے پر بھی نکیر فرمائی ہے چنانچہ ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آسمان کی خبروں کے بارے میں کچھ معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بعض آسمان کی خبروں کو پوچھتے ہیں اور اپنے ناخنوں کو چھوڑے رکھتے ہیں۔ پرندوں کی طرح اس میں جنابت اور گندگی کا اثر رہتا ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۷۵)

آپ ﷺ نے ناخن کے لمبے ہونے پر نکیر فرمائی۔ بعض لوگ کسی انگلی کے ناخن کو چھوڑ دیتے ہیں کاٹتے نہیں یہ درست نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کو ضروری امور میں لگنا چاہئے۔ غیر ضروری کی تحقیق میں نہ پڑے۔

غسل میں نجاست دور کرنے کا مسنون طریقہ

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پردہ کیا آپ ﷺ نے غسل جنابت کیا، پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور مقام مخصوص کو دھویا پھر دیوار پر (جو مٹی تھی) یا مٹی پر ہاتھ رگڑ کر دھویا پھر نماز کی طرح وضو کیا مگر پیر نہیں دھویا پھر پانی بہایا پھر الگ ہٹ کر پیر دھویا۔

(ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۲۶۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو پہلے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر دائیں ہاتھ میں پانی لے کر بائیں ہاتھ پر گراتے اور مقام مخصوص دھوتے یہاں تک کہ صاف ہو جاتا۔ (مسند احمد صفحہ ۹۶، ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۶۳، ابن خزیمہ صفحہ ۱۲۱)

نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غسل جنابت کا طریقہ بتایا ہے کہ (اولاً) وہ دونوں ہاتھوں پر پانی بہا کر دھوتے، پھر دائیں ہاتھ سے پانی ڈالتے ہوئے بائیں ہاتھ سے مقام مخصوص کو دھوتے۔ جب مقام مخصوص کو دھو لیتے تو پھر بائیں ہاتھ کو دھوتے۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۲۵۹)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا اور پردہ کیا، آپ نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہاتھ کو دھویا، پھر دائیں ہاتھ سے پانی بائیں ہاتھ پر ڈالا اور مقام مخصوص کو دھویا۔

(بخاری صفحہ ۴۰)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نجاست کے دھونے کا طریقہ خواہ غسل کے موقعہ پر یا کپڑے وغیرہ سے یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پانی گرا کر بائیں ہاتھ سے نجاست کو دھوئے۔ غسل جنابت میں چونکہ نجاست کا اثر ستر عورت پر ہوتا ہے اس لئے بایاں ہاتھ لگا کر صاف کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاً دائیں ہاتھ کو دھوئے تا کہ مگ وغیرہ بالٹی میں ڈالنے کی صورت میں ہاتھ کی پاکی سے بالٹی وغیرہ کا پانی پاک رہے۔ اگر نل سے غسل کیا جا رہا ہے تو گو ایسی صورت میں ضرورت نہیں مگر پھر بھی ہاتھ کا اولاً دھونا سنت ہے، لہٰذا اتباع سنت میں غسل سے پہلے اور اسی طرح سو کر اٹھنے کے بعد اولاً ہاتھ دھوئے تا کہ طریقہ سنت کا ثواب حاصل کرے۔

بال کتنے ہی گھنے اور لمبے کیوں نہ ہوں تین مرتبہ دھونا مسنون اور کافی ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے غسل جنابت میں سر دھونے کا طریقہ معلوم کیا

تو حضرت جابر نے کہا بہر حال حضور پاک ﷺ سر کو تین مرتبہ دھوتے تھے اس آدمی نے کہا ہمارے تو بہت بال ہیں (یعنی تین مرتبہ میں کیسے ہوگا) تو اس پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول پاک ﷺ کے بال تم سے زائد تھے اور تم سے صاف اور پاکیزہ تھے۔ (جب ان کے لئے تین مرتبہ کافی ہوا تو تمہارے لئے بھی کافی ہوگا)۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۶۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا غسل جنابت میں کتنی مرتبہ پانی بہانا اور دھونا کافی ہے۔ انہوں نے کہا سر پر تین مرتبہ پانی بہالو اس نے کہا میرے سر پر بہت بال ہیں حضرت ابوہریرہ نے جواب دیا تم سے زیادہ اور اچھے بال نبی پاک ﷺ کے سر پر تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۴، کشف الاستار جلد ا صفحہ ۱۵۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بیان کیا کہ آپ ﷺ جنابت غسل میں تین مرتبہ سر پر پانی ڈالا کرتے تھے تو ان سے حسن بن محمد نے کہا ہمارے بال تو بہت ہیں تو اس پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے میرے بھتیجے حضور پاک ﷺ کے سر پر بال تمہارے سر سے زائد اور اچھے تھے (جب ان کو کافی ہوا تو تم کو بھی کافی ہو جائے گا)۔ (بیہقی جلد ا صفحہ ۱۷۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سر پر خواہ کتنے ہی گھنے بال ہوں تین مرتبہ پورے سر کو دھونا کافی ہے۔ جیسا کہ ماقبل کی روایت سے معلوم ہوا البتہ عورتوں کو تین سے زیادہ پانچ مرتبہ دھونا بہتر ہے ازواج مطہرات پانچ مرتبہ دھوتی تھیں۔ (دار قطنی صفحہ ۱۱۴، ابوداؤد صفحہ ۳۲)

البتہ سر میں میل کچیل زیادہ ہو یا سفر کی وجہ سے گندے ہوگئے ہوں اور واقعی تین مرتبہ میں میل کا اثر باقی معلوم دے رہا ہو تو زائد کی بھی اجازت ہے اسی طرح موسم گرما میں ٹھنڈک کے لئے تین سے زائد مرتبہ پانی بہانا بلا کراہت درست ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ غسل خانے میں دیر تک غسل کرتے رہتے اور پانی کا اسراف کرتے ہیں ممنوع ہے اور بہتر نہیں ہے۔

غسل میں میل کچیل صاف کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو اولاً ہتھیلیوں کو دھوتے پھر ان مقامات کو دھوتے جہاں میل جمع ہو جاتا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرت کے امور میں سے ہیں ان میں سے جوڑوں کے میل کچیل صاف کرنا ہے۔ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۸)

فائدہ: غسل میں صرف پانی بہالینا یہ بہتر نہیں آپ ﷺ غسل فرماتے تو بدن کے میل کچیل کو اچھی طرح دھوتے اسے رگڑ کر صاف فرماتے مزید آپ ﷺ تاکید فرماتے کہ بدن جوڑوں پر جہاں عموماً پسینہ سے میل

کچیل جمع ہو جاتا ہے اس کو اہتمام اور مبالغہ سے صاف کرنا فطرت حضرات انبیاء کی پاکیزہ عادتوں میں ہے۔

غسل میں صابن یا میل کچیل دور کرنے والی چیزوں کا استعمال

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جنابت کے غسل میں سر میں خطمی لگاتے تھے۔ دارقطنی میں ہے کہ احرام کے غسل میں خطمی کا استعمال کیا۔ (جلد۲ صفحہ ۲۲۶، سنن کبریٰ صفحہ۱۸۲)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ جس نے غسل جنابت میں سر خطمی سے دھویا اس نے کافی کیا یعنی اچھی طرح طہارت حاصل ہوگئی۔ (سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۱۸۲، مجمع الزوائد جلد۱ صفحہ ۲۷۸)

چنانچہ ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خطمی لگاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ ۷۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جس نے اپنے سر کو غسل جنابت میں کسی دھونے والی چیز (بیری کا پتہ یا خطمی) سے دھویا اس نے گویا خوب صفائی اختیار کیا۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد۱ صفحہ ۲۶۳)

ابراہیم نخعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے منقول ہے کہ وہ غسل جنابت میں بیری کے پتوں سے سر کو دھوتے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۱۸۲)

فَائِدَہ: خصوصاً غسل جنابت میں کسی میل کچیل اور پسینہ کے اثر کو دور کرنے والی چیزوں کا استعمال بہتر ہے تاکہ صفائی اور نظافت میں مبالغہ اور کمال رہے اس دور میں اس کے لئے صابن ہے لہٰذا صابن کا استعمال جہالت کی وجہ سے خلاف سنت جائز قرار دینا درست نہیں اچھے صابن کا استعمال نظافت کے اعتبار سے بہتر ہے۔

بالوں میں اور اس کی جڑوں میں اہتمام سے پانی پہنچانا

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب غسل جنابت فرماتے تو اولاً اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر وضو فرماتے پھر اپنے ہاتھوں میں پانی لے کر بالوں کی جڑوں میں خلال فرماتے پھر سر میں تین، مرتبہ پانی بہاتے۔ (سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۱۷۵)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب غسل جنابت فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو اولاً دھوتے پھر نماز کی طرح وضو فرماتے پھر اپنے ہاتھوں سے بالوں کا خلال فرماتے (انگلیوں کو بالوں کے درمیاں داخل کرتے اور رگڑتے) یہاں تک کہ یقین ہو جاتا کہ بالوں کی کھال پانی سے تر ہوگئی ہو پھر تین مرتبہ پانی بہاتے پھر پورے جسم پر پانی ڈالتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۱۷۵، استذکار جلد۳ صفحہ۵۸)

فَائِدَہ: مرد کو اگر بال ہوں تو ان بالوں میں اہتمام سے پانی پہنچانا واجب ہے، چنانچہ مسنون ہے سر کے بالوں میں انگلیاں ڈال کر سر رگڑے تاکہ بال اور ان کی کھالوں میں پانی پہنچ جائے اور تر ہو جائے اگر چوٹی ہو تو چوٹی کو

کھولنا لازم ہے آپ ﷺ بالوں کی جڑوں میں دو، تین مرتبہ خلال فرماتے۔ (استذکار جلد ۳ صفحہ ۶۰)

اگر ایک بال بھی رہ جائے تو غسل صحیح نہ ہوگا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر ایک بال بھی رہ جائے (یا ایک بال برابر بھی کوئی جگہ پانی بہنے سے رہ جائے تو اس کے لئے جہنم کی وعید ہے یعنی غسل نہ ہوگا)۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۵، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۳۳)

فائدہ: پورے بدن میں پانی بہانا اور پانی کا پہنچانا غسل واجب میں فرض ہے۔ یہ مجمع علیہ ہے۔

(کما فی العمدۃ صفحہ ۲۰۳)

ایک بال یا اس کے برابر بھی کوئی جگہ رہ جائے تو غسل واجب صحیح نہ ہوگا لہٰذا اس سے پڑھی گئی نمازیں اکارت ہوں گی اور فرض کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے مواخذہ ہوگا اور یہ مواخذہ دخول جہنم کا باعث ہوگا عموماً سردی کے زمانے میں اعضاء خشک رہنے کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے اس لئے کان میں ناف کے سوراخ میں پیٹھ میں اچھی طرح پانی بہائے۔

غسل میں کچھ حصہ باقی رہ جائے تو دھولے دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ غسل جنابت میں کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے تو کیا کرے آپ ﷺ نے فرمایا: اس جگہ کو دھوئے اور نماز پڑھے۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۲۷۸، سنن کبریٰ صفحہ ۱۸۴)

طاؤس نے کہا کہ غسل جنابت میں جسم کا کوئی حصہ دھونے سے چھوٹ جائے تو صرف اس حصہ کو دھولے جو پانی سے نہیں دھلا ہے۔ (عبدالرزاق صفحہ ۲۶۵)

فائدہ: غسل کے بعد معلوم ہوا کہ جسم کا کوئی حصہ دھونے سے یا پانی جانے سے رہ گیا تو دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں سنت اور حکم یہ ہے کہ اسی مقام کو صرف پانی لگا کر دھو ڈالے خیال رہے کہ بدن میں لگے پانی سے پونچھنا کافی نہیں بلکہ دھونا اور پانی گزارنا ضروری ہے۔

غسل جنابت کے بعد اگر کچھ نکلے تو کیا کرے

حکم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی غسل کرے پھر غسل سے فارغ ہونے کے بعد پیشاب گاہ سے کچھ نکلے تو صرف وضو کرے (یعنی غسل کے لوٹانے کی ضرورت نہیں)

(مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۸۰)

حکم اور حماد سے پوچھا گیا کہ غسل جنابت کے بعد اگر کچھ نکلے تو کیا کرے؟ انہوں نے کہا وضو کرے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۳۹)

فَائِدَہ: غسل جنابت کے بعد اگر پیشاب گاہ سے یونہی از خود نکل جائے تو صرف اس مقام کو دھو لینا کافی ہے اور صرف اس سے وضو ٹوٹے گا دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں ہاں اگر شہوت سے نکلے تو غسل واجب ہوگا۔

غسل فرض کے بعد عورت کے کچھ نکلے تو دوبارہ غسل واجب نہیں

حضرت قتادہ نے حضرت جابر بن زید سے نقل کیا ہے کہ عورت کو غسل کے بعد اگر کچھ نکلے جیسے مرد کا پانی وغیرہ تو (اس سے غسل دوبارہ نہیں کرنا ہوگا) اس پر صرف وضو ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۴۰)

فَائِدَہ: غسل فرض کے بعد اگر عورت کے مقام مخصوص سے کچھ نکلے تو اس سے غسل میں خلل نہ ہوگا صرف وضو ٹوٹ جائے گا لہٰذا وضو کر کے نماز پڑھے شبہ نہ کرے۔

غسل میں پردے کا اہتمام کرے

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھا اور پردہ کیا، دوسری روایت میں ہے کہ کپڑے سے پردہ کیا۔ (بخاری صفحہ ۴۰)

حضرت ام ہانی کی روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ غسل فرما رہے ہیں اور حضرت فاطمہ پردہ کئے ہوئے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۴۲، نسائی صفحہ ۴۶)

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردے کا حکم دیا، پردہ کیا گیا پھر غسل کیا اور چاشت کی آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۵)

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ مکہ پر تشریف لائے میں آئی پھر حضرت ابوذر ایک برتن میں پانی لائے جس میں میں آٹا گوندھنے کا اثر دیکھ رہی تھی حضرت ابوذر نے پردہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا پھر حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کیا تو حضرت ابوذر نے غسل کیا۔

(ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)

فَائِدَہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل میں پردہ کا سخت اہتمام فرماتے اگر دیوار درخت وغیرہ سے پردہ حاصل نہ ہوتا تو کسی کپڑے سے پردہ فرماتے اور غسل فرماتے کسی آدمی سے کہتے کہ وہ کپڑا پکڑے رہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آڑ میں غسل فرماتے چنانچہ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ابوسمح اور کبھی ابوذر اور کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کپڑے سے پردہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا گو کپڑے پہن کر غسل ہو پھر بھی بدن کھلنے میں بے ستری کا امکان رہتا ہے بہر صورت غسل باہر جہاں لوگوں کی نگاہ پڑے درست نہیں۔ علامہ عینی لکھتے ہیں بے ستر ہی ہونے

کی وجہ سے لوگوں کے سامنے غسل نہ کرنا واجب ہے کہ بلا ضرورت شدیدہ کے بے ستری ناجائز ہے (صفحہ ۲۴۴) اس سے معلوم ہوا کہ لوگ نلوں پر کنوؤں پر اور ایسی جگہوں پر غسل کرتے ہیں جہاں لوگوں کا گزرنا، آنا جانا ہوتا ہو بے ستری کے احتمال پر ممنوع ہے اور ایسے احتمال نہ ہونے کی صورت میں خلاف سنت مکروہ تزیہی ہے، ناف، پیٹ و پیٹھ پر لوگوں کی نگاہ پڑتی ہے۔

غسل میں پردہ اختیار کرنے کا حکم

حضرت عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ کر کے غسل کرے۔ (سنن کبریٰ جلد اصفحہ ۱۹۸)

ابن شہاب زہری سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس طرح غسل نہ کرے کہ قریب میں کوئی آدمی ہو جس سے بے ستری کا احتمال ہو۔ (صفحہ ۱۹۹)

یعلی بن امیہ سے مروی ہے کہ تمہارا رب حیاء دار کریم ہے جب تم میں سے کوئی غسل کرے پردہ اختیار کرے۔ (طبرانی کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۸۷)

حضرت عبد الرزاق ابن عامر کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اجیر کو لایا اسے ایک جگہ ننگا غسل کرتے ہوئے پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو اپنی مزدوری اور چلے جاؤ۔ (ابن عبد الرزاق صفحہ ۲۸۹)

اس حرکت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے متاثر ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس کر دیا کام بھی لینا گوارہ نہ کیا یہ ہے شان نبوت۔

کھلی اور عام جگہ میں غسل کرنا ممنوع ہے

حضرت عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلی جگہ میں غسل کر رہا ہے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت متاثر ہوئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر تشریف فرما ہوئے خدا کی حمد ثنا کی (خطبہ مسنونہ پڑھا) اور فرمایا خداوند قدوس بہت حیاء دار اور پردہ غفار ہیں وہ حیاء اور ستر کو بہت پسند کرتا ہے جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ کرے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کھلم کھلا خدا کی نافرمانی دیکھتے، کسی ناجائز کام کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھتے کوئی کام خلاف شرع ہوتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رگ نبوت بھڑک اٹھتی غصہ ہو جاتے اور منبر پر تشریف لا کر عمومی بیان فرما کر لوگوں کو متنبہ فرماتے اور امر الٰہی کی مخالفت سے خوف دلاتے مداہنت اور صرف نظر نہ فرماتے چھوڑو جانے دو ہمارا کیا بگڑے گا، یہ نظریہ اختیار نہ فرماتے، اس طرز سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ وارثان نبوت اہل علم کو خلاف شرع امور دیکھ کر مداہنت برتنا اور تغافل اور صرف نظر کرنا

درست نہیں بلکہ ماحول کی کچھ رعایت کرتے ہوئے، زجر توبیخ کے ساتھ یا نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ خلاف شرع امور پر نکیر اور متنبہ کرتے رہنا چاہئے آج امت میں ناجائز اور خلاف شرع امور رائج ہو گئے ہیں اس میں ہمارے تغافل اور صرف نظر کو عظیم دخل ہے۔

غسل خانے میں یا تنہائی میں یا پردے کی جگہ بھی ننگے نہانا بہتر نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک تمہیں ننگے ہونے سے منع فرماتے ہیں پس ان فرشتوں سے تم حیاء کرو جو تم سے صرف تین ہی موقعوں پر الگ ہوتے ہیں۔ (۱) پاخانہ (۲) جنابت اور (۳) غسل کے موقعہ پر۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۷۳، کشف الاستار جلد ا صفحہ ۱۶۰)

بہز بن حکیم کی روایت ان کے دادا سے ہے کہ انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کوئی نہ دیکھے خلوت میں ہو تو کیا ستر کھول سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدائے پاک کا حق زیادہ ہے کہ تم شرم محسوس کرو۔

(فتح الباری صفحہ ۳۸۶، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۲، ابن ماجہ، عمدۃ القاری صفحہ ۲۲۹)

فائدہ: ان جیسی روایتوں کے پیش نظر جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہائی میں خدا پاک سے شرم محسوس کرتے ہوئے تنہائی میں بھی بے ستری سے منع کیا ہے۔ ننگے غسل کو افضل قرار نہیں دیا، چنانچہ امام بخاری باب ''من اغتسل عریانا فلتستر'' سے اسی کی وضاحت کر رہے ہیں چنانچہ علامہ عینی نے اس کے استحباب اور مندوب ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے بعض علماء نے تو خلوت اور تنہائی کے موقعہ پر بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے ننگے نہانا ناجائز اور باعث گناہ قرار دیا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۳۸۵)

علامہ کرمانی کا قول علامہ عینی نے نقل کیا ہے۔ تنہائی میں بھی جہاں کسی کا دیکھنے اور نظر پڑنے کا احتمال نہ ہو بلا کسی ضرورت کے ستر کھولنا مکروہ یا ناجائز ہے۔ امام شافعی نے تو حرام قرار دیا ہے البتہ ضرورت سے جائز ہے اس سے معلوم ہوا جو لوگ رات کو چڈی یا جانگیہ پہن کر اپنے کمرے میں سوتے ہیں منع ہے۔ یا آنگن یا صحن میں ایسی جگہ سوتے ہیں جہاں گھر والوں کی نگاہ پڑ سکتی ہے ناجائز ہے اسی طرح جو لوگ تنہائی میں ران کھولے بیٹھے رہتے ہیں بہتر نہیں۔ اور اس سے سخت ناجائز اور گناہ کی بات ہے جو اسکول یا فوج میں ٹریننگ وغیرہ میں ہاف پینٹ جس میں گھٹنے کا اوپری حصہ کھلا رہتا ہے۔ اس کی تو بالکل گنجائش نہیں۔ افسوس کہ ہم نے دوسروں کی ملعون تہذیب اختیار کر کے اپنی شریعت اور اس کی تہذیب پامال کر ڈالا ہے۔

تالاب یا ندی سمندر میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ پانی میں (تالاب میں یا ندی وغیرہ میں) بغیر تہبند سے داخل ہو۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ سمندر یا ندی میں بغیر تہبند کے غسل نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ (نظر سے مخفی مخلوق جن وغیرہ کا) یہ بسیرا ہے رہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد۳ صفحہ ۸۸۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام جب ارادہ ندی وغیرہ میں غسل کرنے کا کرتے تو کپڑے نہ اٹھاتے تاوقتیکہ پانی میں داخل ہو جاتے۔ (کنز العمال جلد۱ صفحہ ۲۸۷)

حضرت حسین بن علی تالاب میں داخل ہوتے تو تہبند کے ساتھ داخل ہوتے اور فرماتے کہ اس میں بھی رہنے والے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ ۱۹۹)

فائدہ: ان روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سمندر تالاب ندی وغیرہ میں ستر عورت کھول کر داخل نہ ہو۔ خشکی میں جس طرح ستر کھول کر نہانا منع ہے اسی طرح پانی میں بھی منع ہے، اگرچہ انسان کی نظر سے پردہ ہوگیا مگر پانی میں بھی خدا کی مخلوق رہتی ہے جیسے اجنہ اور رجال الماء، ان سے تو بے پردگی ہوگی اور ان کو اذیت پہنچنے کی وجہ سے کہیں تکلیف نہ پہنچا دیں۔ ننگے و برہنہ ہونے سے اجنہ اور شیطان کو تلعب کا موقعہ مل جاتا ہے کہ حدیث پاک میں بھی ہے انسان کے کھلے ستر سے شیطان کھیلتا ہے اور بسا اوقات ضرر کا باعث ہو جاتا ہے یا کسی موذی جانور سے نازک مقام میں تکلیف پہنچ جائے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

پانی کی مخلوق سے بھی پردہ

حضرت ابوجعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب نہر فرات میں داخل ہوتے تو ان پر ازار تہبند ہوتا اور فرماتے کہ پانی میں بھی رہنے والے ہوتے ہیں یعنی ان سے بھی پردہ ہونا چاہئے۔ (مصنف عبدالرزاق جلد۱ صفحہ ۲۸۹)

کھلے میدان اور بے ستری کے مقام پر غسل کرنا منع ہے

ابن شہاب زہری سے مرسلاً منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھلے میدان اور جنگل میں غسل نہ کرو، ہاں اگر تم پردہ کی کوئی شکل نہ پاؤ تو ایک گول خط ہی کھینچ ڈالو پھر بسم اللہ کرو اور غسل کرو۔ (عمدۃ القاری ۲۲۸، سنن کبریٰ ۱۹۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی کھلے میدان میں غسل نہ کرے نہ کھلی چھت پر غسل کرے اگر وہ کسی کو نہیں دیکھتا تو اسے تو دیکھا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ ۴۵)

فائدہ: مطلب یہ کہ کھلے میدان میں گو کوئی نہ دیکھ رہا ہو مگر پھر بھی تو احتمال رہتا ہے وہ نہیں دیکھتا تو اجنہ اور رجال الغیب تو اسے دیکھتے ہیں پھر یہ کہ خدا سے بھی حیاء چاہئے کہ وہ تو دیکھ رہا ہے۔

ایسی جگہ غسل فرماتے جہاں کوئی نہ دیکھتا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجروں کے پیچھے اور ایسی جگہ غسل فرماتے

جہاں کسی کی نگاہ نہ پڑتی۔ (سیرۃ الشامی جلد ۸ صفحہ ۶۳، مجمع الزوائد صفحہ ۲۷۴)

فائدہ: حجروں کے پشت پر چونکہ بالکل پردہ رہتا تھا اس لئے وہاں غسل فرماتے، آپ کے ازواج مطہرات کے گھروں میں غسل خانہ نہیں تھا۔ کبھی آپ حجرے کے پیچھے غسل فرماتے یا کپڑے کا پردہ یا آڑ کر دیا جاتا تو آپ غسل فرماتے۔ آپ بے ستری کی وجہ سے بھی اور اس سے کہ شرم وحیا آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی ایسا کرتے تھے۔

کھلی چھت پر نہانا منع ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی کھلے میدان میں اور کھلی چھت پر نہ نہائے، اگر وہ نہیں کسی کو دیکھتا ہے تو اسے تو دیکھا جاتا ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۳۸۵)

فائدہ: بظاہر اس کا مفہوم یہ ہے کہ بہت سی ایسی مخلوق ہیں جسے انسان نہیں دیکھتا۔ معلوم نہیں کس مخلوق خداوندی کی اس پر نظر پڑ جائے اور بدنظر واذیت وغیرہ کا شکار ہو جائے خود اجنہ کا بھی احتمال ہے اس کی نظر بھی بسا اوقات اذیت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

غسل میں کپڑے پکڑنے والا کس طرح کپڑا پکڑتا

حضرت ابوسمح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل کا ارادہ فرماتے تو مجھ سے فرماتے اپنی پشت میری طرف کرو چنانچہ میں اپنی پیٹھ آپ کی طرف کر دیتا اور کپڑے پھیلا کر آپ کا پردہ کرتا۔ (ابن ماجہ، نسائی صفحہ ۴۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا کہ غسل کا پانی رکھو چنانچہ پانی رکھا پھر آپ نے کپڑا دیا اور فرمایا اس سے پردہ کرو اور اپنی پیٹھ میری طرف رکھو۔ (مجمع صفحہ ۲۷۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے کپڑے پکڑ کر پیٹھ ہماری طرف کر دو اس سے پردہ کرنے والے سے بھی بے پردگی نہ ہوگی، چونکہ اس کے برخلاف وہ سامنے کے رخ سے کپڑا پکڑ کر رہے گا تو ساتر سے بے پردگی ہوگی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عقل کمال احتیاط کی بات تھی کہ اس عہد میں مردوں کا غسل میں پردہ کا بالکل اہتمام نہ تھا آپ نے ماحول میں ابتداءً رائج کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کا بھی پردہ کر دیتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان کی کسی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں تھا آپ غسل کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے پردہ کیا اور آپ نے غسل کیا پانی بچ گیا تو آپ نے فرمایا: یا تو اسے

ڈال دو یا اپنے اوپر بہالو یعنی غسل کرلو انہوں نے کہا چھینکنے کے مقابلہ میں زیادہ پسند ہے کہ اپنے اوپر بہالوں (غسل کرلوں) چنانچہ میں غسل کرنے لگا تو آپ پردہ کرنے لگے، میں نے کہا اے رسول اللہ میرے لئے آپ پردہ کریں گے؟ آپ نے فرمایا: جس طرح تم نے میرے لئے کیا تھا اسی طرح میں تمہارے لئے پردہ کردوں۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۴۸)

حضرت ام ہانی کی روایت میں ہے کہ آپ اعلیٰ مکہ تشریف لائے حضرت ابوذر برتن میں پانی لے کر آئے اور آپ کا پردہ کیا آپ نے غسل کیا پھر حضرت ابوذر نے غسل کیا تو آپ نے پردہ کیا۔

(مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۴۱، سیرۃ الشامیہ جلد ۸ صفحہ ۶۳، مجمع جلد ۱ صفحہ ۲۷۴)

فائدہ: یہ آپ کے تواضع اور مسکنت کی بات تھی کہ آپ اپنے اصحاب کی بھی خدمت کرتے اور ان کا بھی کام کرتے صرف مخدوم بن کر نہ رہتے۔

خالی میدان میں بھی کسی طرح پردہ اختیار کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی خالی جنگل و میدان میں غسل کرے تو کپڑے کا ہی پردہ یا کسی درخت کی آڑ کرلے۔ (مجمع صفحہ ۲۷۳، کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۱۶۱)

فائدہ: خیال رہے کہ خالی جنگل و میدان میں جہاں عموماً لوگ نہیں گزرتے اور جاتے، خالی بدن ننگے ہو کر یا بغیر کسی آڑ کے غسل کرنا منع ہے اجنہ بھی تو رہتے ہیں جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں اور ہمیں دیکھ لیتے ہیں لہٰذا آڑ اور پردہ ضروری ہے۔

کپڑا نہ ہو تو اونٹ یا درخت کی آڑ بنالے

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو غسل میں دیوار کا پردہ کرے یا اونٹ کے پیچھے نہائے یا اپنے بھائی کا ہی آڑ بنالے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۸۶)

عطا کی روایت میں ہے کہ اگر کوئی پردہ نہ ہو تو اپنے اونٹ کو آڑ بنالے اور غسل کرے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۸۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سفر کا موقعہ ہو جنگل میدان میں ہو غسل کا ارادہ ہو جائے کوئی چادر وغیرہ پردے کے لئے نہ ہو تو سواری کے اونٹ ہی کو کم از کم آڑ بنالے اور غسل کرے۔ دیکھئے غسل کے موقعہ پر پردہ کی کتنی تاکید کی گئی ہے۔ دیکھئے آج کل نلوں کنوؤں اور تالاب وغیرہ پر کس آزادی اور بے احتیاطی سے غسل کرتے ہیں۔ حیاء اور شرافت انسانی کے خلاف ہے۔ گھروں میں غسل خانوں کا اہتمام کرے۔ گھر میں پردے سے نہائے کہ اگر بے ستری نہ ہو تو بے حیائی تو نہ ہو خلاف شرافت ہے لوگ کھلا بدن دیکھیں۔

عین دوپہر اور رات میں نہ نہائے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ عین دوپہر کو اور عشاء کے وقت نصف رات سے قبل غسل کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۷۵)

عین دوپہر کو اور رات کے شروع حصہ میں غسل کرنا بعض مزاج والوں کو نقصان پہنچاتا ہے خصوصاً گرمی کا زمانہ نہ ہو تو اور زیادہ مضر ہوتا ہے۔

کھلے میدان میں رات کو نہانا منع ہے

حضرت عطیہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص رات میں میدان میں غسل کرے تو اپنی ستر عورت کو چھپائے اور جو ایسا نہ کرے اور کچھ پریشانی (نظر یا جن کا اثر ہو جائے) تو وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۲۲۸)

فائدہ: کھلے بدن و بے ستری کے ساتھ میدان میں خصوصاً رات میں غسل کرنا منع ہے۔ اس کی ایک وجہ بے حیائی کے علاوہ یہ بھی ہے کہ شیطان انسان کی شرمگاہ سے کھیلتا ہے اور شیطان اور اجنہ کا کھیلنا انسان کے حق میں ضرر اور نقصان کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور اجنہ کے اثر سے تکلیف کا ہونا یہ حق اور مجرب ہے۔ اگر کوئی صاف خوشنما رنگ والا ہو تو اور مزید خطرہ رہتا ہے اسی لئے عطیہ کی روایت میں ممانعت وارد ہے۔ اور چونکہ اجنہ اور خدا کی مخلوق پانی میں بھی رہتی ہے اس کی بدنظری اور ضرر سے محفوظ رہنے کے لئے کشف عورت سے منع کیا گیا ہے اسی لئے تالاب اور ندی میں بھی ننگے نہانا منع ہے۔

رمضان کی رات میں غسل کرنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی راتوں میں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ غسل کے لئے اٹھے۔ تو میں نے آپ کا پردہ کیا آپ نے غسل کیا۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۴۸)

ممکن ہے کہ یہ رات شب قدر کی ہو اگر علامتوں اور یا الہام و کشف وغیرہ سے معلوم ہو جائے تو اس رات کا غسل مسنون ہے چنانچہ علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس رات کے غسل کو مستحب قرار دیا ہے۔

(السعایہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۳)

احرام کے وقت غسل کرنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب احرام کا ارادہ کیا تو غسل کیا۔

(طبرانی، السعایہ صفحہ ۳۲۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا پھر کپڑے پہنے مقام

ذوالحلیفہ تشریف لائے تو دو رکعت نماز پڑھی پھر اونٹ پر بیٹھے جب ٹھیک سے بیٹھ گئے تو حج کا احرام ادا کیا (یعنی تلبیہ پڑھا)۔ (السعایہ صفحہ ۳۲۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا سنت میں سے یہ ہے کہ جب احرام باندھے تو غسل کرے۔

فائدہ: احرام باندھنے سے قبل غسل کرنا سنت ہے اولاً غسل کرے، دیگر اور امور بالوں وغیرہ کی صفائی حاصل کرے اور احرام کے کپڑے پہن کر دو رکعت نماز پڑھے اور تلبیہ پڑھے اور حج کی جس قسم کا ارادہ ہو قلب اور زبان سے ادا کرے مزید مسائل تفصیل مسائل حج کی کتاب میں دیکھ لے، اور شمائل کی اس جلد کا مطالعہ کرے جس میں حج کے متعلق آپ کے پاکیزہ افعال وطریق کا بیان ہے۔ جس کا مطالعہ ہر حاجی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد غسل مسنون ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ثمامہ بن اثال نے اسلام قبول کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غسل کا حکم دیا، اس کے بعد حکم دیا کہ نماز پڑھیں۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۷۵، سعایہ صفحہ ۳۲۹، بزار جلد ۱ صفحہ ۱۶۸)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں جب اسلام لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیری کے پتوں سے غسل کرو اور حالت کفر کے بال منڈاؤ۔

(السعایہ صفحہ ۳۲۹، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۸۸)

قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیری کے پتوں سے غسل کا حکم دیا۔ (نسائی صفحہ ۴۰)

فائدہ: اسلام لانے کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اسلام لانے والوں کو غسل کے لئے فرمایا تا کہ طہارت باطنی کے ساتھ طہارت ظاہری بھی حاصل ہو جائے۔ حدیث پاک میں بیری کے پتوں کا ذکر ہے۔ یہ نظافت کی وجہ سے ہے۔ آج کل اچھا صابن اس کی جگہ ہے۔

مسنون اور مستحب غسل کا بیان

جمعہ کے لئے غسل کرنا مسنون ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ آئے تو غسل کرو۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۲، سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدائے پاک کا حق ہے ہر

مسلمان پر کہ ہفتہ میں ایک دن غسل کرے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۳)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ چار موقعوں پر غسل فرماتے تھے۔ ایک جمعہ کے دن۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۹)

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جمعہ کے دن غسل بالوں کی جڑ سے گناہوں کو کھینچ لیتا ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۴۹۶)

عیدین کے لئے غسل مسنون ہے

محمد بن عبیداللہ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عید اور بقرعید کے لئے غسل فرماتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۰۱)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عید فطر اور عید قرباں کے لئے غسل فرماتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۳۱۵)

عروہ ابن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عید کے دن غسل کیا اور کہا یہ غسل سنت ہے۔

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جمعہ کے دن۔ عید کے دن۔ عرفہ کے دن۔ غسل کریں اور کہا یہ واجب نہیں۔ (الشفاء، نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۲۳۷)

فَائِدَہ: عیدین میں غسل کرنا سنت ہے متعدد احادیث اور آثار صحابہ سے اس کا سنت ہونا مستفاد ہے۔

عرفہ کے دن غسل کرنا مسنون ہے

فاکہہ بن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عید کے دن بقرعید کے دن اور عرفہ کے دن غسل فرماتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۲)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے زاذان نے غسل کے متعلق پوچھا تو فرمایا جمعہ کے دن عرفہ کے دن اور عید بقر عید کے دن غسل کرنا (مسنون) ہے۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۷۱)

فَائِدَہ: عرفہ کے دن غسل کرنا مسنون ہے۔ (السعایہ صفحہ ۳۲۱)

حاجی اور غیر حاجی ہر ایک کے لئے فقہاء نے اس غسل کو مسنون قرار دیا ہے۔ (کذافی الشامی جلد ا صفحہ ۱۷۰)

میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ چار موقعوں پر غسل فرماتے (ان میں سے ایک) میت کو غسل دینے کے بعد غسل فرماتے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۹۹، السعایہ صفحہ ۳۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میت کو غسل دے وہ خود غسل کرے۔ (ترمذی صفحہ ۱۹۳)

فائدہ: میت کو غسل دینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے۔ اور لوگوں سے بھی کہتے کہ غسل کرو۔ اسی وجہ سے اکثر علماء نے اس غسل کو مسنون وسنت قرار دیا ہے۔ ملا علی قاری نے بیان کیا کہ یہ غسل احتیاط کے پیش نظر ہے۔ اسی وجہ سے بعض روایت میں صرف ہاتھ دھونے کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عباس کی مرفوع روایت میں ہے: کہ کافی ہے تمہارے لئے تم ہاتھ دھولو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ ہم لوگ میت کو غسل دیتے تھے تو بعض حضرات غسل کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۰۶، تحفۃ الاحوذی صفحہ ۱۳۲)

حجامت اور پچھنا لگانے کے بعد غسل کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار موقعوں پر غسل فرماتے تھے۔ جنابت کے بعد، جمعہ کے دن، میت کے غسل کے بعد، حجامت کے بعد۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۹، سعایہ صفحہ ۳۲۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پچھنا لگانے کے بعد غسل کرنے کو مستحب فرماتے تھے۔ (کنز صفحہ ۵۹۷)

حجامت اور پچھنا لگانے کے بعد غسل کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ یہ نظافت کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح بال وغیرہ بنانے کے بعد نظافۃً غسل کر لینا بہتر ہے، گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

کن موقعوں پر غسل مستحب اور مندوب ہے

علماء محققین فقہاء محدثین نے احادیث وآثار وغیرہ کی روشنی میں ان موقعوں پر غسل کو مستحب مندوب قرار دیا ہے۔

1. مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل۔
2. مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے قبل۔
3. قبل شب برأت پندرہ شعبان کی رات میں۔
4. شب قدر میں اگر گمان ہو جائے۔
5. وقوف مزدلفہ کے لئے۔
6. طواف زیارت کے لئے۔
7. طواف وداع کے لئے۔
8. منیٰ میں داخل ہونے کے لئے۔

٩ یوم النحر میں۔ (یہ ایک غسل پانچ امور کے لئے کافی ہو جائے گا وقوف مزدلفہ، دخول منی، رمی جمرہ، دخول مکہ، طواف زیارت۔ (شامی صفحہ ١٧٠)

١٠ صلوٰۃ خوف۔

١١ صلوٰۃ کسوف کے لئے۔

١٢ صلوٰۃ الاستسقاء کے لئے۔

١٣ صلوٰۃ التوبہ کے لئے۔

١٤ جسے قتل کیا جا رہا ہو اس کے لئے۔

١٥ لوگوں کے اجتماع میں شرکت کے لئے۔

١٦ مجنون کے لئے جب ہوش میں آ جائے۔

١٧ سفر سے واپس آنے والوں کے لئے۔

١٨ ایام تشریق میں ہر دن۔

١٩ جو عمر سے بالغ ہوا ہو اس کے لئے۔ (السعایہ جلد ا صفحہ ٣٢٣، الشامی جلد ا صفحہ ١٧٠، کبیری صفحہ ٥٥، اتحاف صفحہ ٣٨٦)

غسل کے سنن مستحبات و آداب کا بیان

- ابتداء غسل میں اولاً اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹے تک دھونا۔ (بحر الرائق صفحہ ٥٢)
- ابتداء غسل میں بسم اللہ پڑھنا۔ (مراقی الفلاح)
- طہارت کی نیت کرنا۔
- بدن پر کوئی نجاست ہو تو اولاً اسے دور کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ٥٦)
- شرم گاہ کو مبالغہ اور اہتمام کے ساتھ اولاً دھونا۔ (حدیث، بحر الرائق: صفحہ ٥٢)
- دائیں ہاتھ سے پانی شرم گاہ پر ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے رگڑنا دھونا۔ (حدیث)
- نجاست کو دھونے کے بعد ہاتھ کو زمین، مٹی یا مٹی کی دیوار پر رگڑنا۔ (حدیث)
- مٹی سے رگڑنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو دھونا۔ (حدیث)
- اس زمانہ میں مٹی کی جگہ صابن اور پوڈر سے کام لیا جا سکتا ہے۔
- پورے جسم پر پانی ڈالنے سے قبل وضو کرنا۔ (طحطاوی)
- نماز کی طرح وضو کرنا۔

❋ کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا کہ یہ دونوں فرض ہیں۔
❋ غرارہ کرنا ناک میں خیشوم تک پانی پہنچانا جب کہ روزہ دار نہ ہو۔ (حدیث)
❋ مقام غسل میں پانی جمع ہو جاتا ہو تو پیر کو دھونے میں موخر کرنا۔ (حدیث طحطاوی)
❋ پورے بدن پر پانی تین مرتبہ ڈالنا۔ (حدیث۔ طحطاوی صفحہ ۵۷)
❋ اولاً دائیں طرف پھر بائیں طرف پانی ڈالنا۔ (حدیث۔ طحطاوی صفحہ ۵۷)
❋ پانی ڈال کر جسم کو اچھی طرح رگڑنا تا کہ کھال اچھی طرح پانی سے تر ہو جائے۔ (طحطاوی)
❋ اولاً سر پر پانی بہانا پھر دائیں بائیں کندھے پر پانی ڈالنا۔ (طحطاوی)
❋ غسل خانے میں یا جہاں پردہ کا حساب ہو غسل کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۵۷)
❋ کپڑا لنگی یا پاجامہ وغیرہ پہن کر غسل کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۵۷)
❋ میل کو دور کرنے والی اشیاء مثلاً صابن وغیرہ کا استعمال کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۵۷)
❋ مرد کے بالوں میں چوٹیاں بنی ہوں تو اسے کھول دینا۔ (بحرالرائق صفحہ ۵۵، فتح القدیر صفحہ ۵۸)
❋ بالوں کی جڑوں میں اہتمام سے پانی پہنچانا۔ (حدیث)
❋ انگلیوں کا خلال کرنا۔ (کبریٰ صفحہ ۵۰)
❋ غسل کے دوران گفتگو اور باتوں کا نہ کرنا۔ (کبیری صفحہ ۵۰)
❋ مرد کا قلفہ تک پانی پہنچانا۔ (فتح القدیر صفحہ ۵۹)
❋ کان کے سوراخ میں پانی پہنچانے کے لئے کان کے زیور بندوں کا ہلانا۔
❋ انگوٹھی تنگ ہو تو اسے گھمانا حرکت دینا تا کہ پانی پہنچ جائے واجب ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۵۷)
❋ عورت کو شرم گاہ کے باہری حصہ میں پانی کا پہنچنا ضروری ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۵۷)
❋ بھوؤں کے بالوں میں اگرچہ گھنے ہوں دھونا اور پانی پہنچانا۔ (شامی صفحہ ۱۵۲)
❋ ناف کے سوراخ میں پانی پہنچانا لازم ہے۔ (شامی صفحہ ۱۵۲)
❋ غسل میں وضو کے وقت سر کا مسح کرنا اولیٰ ہے۔ (شامی صفحہ ۱۵۷)
❋ غسل میں وضو کرتے وقت پیروں کو بھی دھوئے تا کہ کامل وضو ہو۔ (شامی صفحہ ۱۵۷، درمختار)
❋ پانی کو غسل کے دوران لبوں کے نیچے اور بھوؤں کے نیچے اہتمام سے پہنچانا۔ (کبریٰ صفحہ ۲۳)
❋ غسل کے بعد تولیہ کا کسی کپڑے سے بدن کو پونچھنا مستحب ہے۔ (کبیری صفحہ ۵۳)
❋ شرح احیاء العلوم میں ہے کہ غسل کے آخر میں ”اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھدان محمد عبدہ و

رسولہ'' پڑھے۔ (اتحاف صفحہ ۳۷۹)

❊ غسل میں اعضائے وضو پھر سر کو پھر بدن کو اوپری حصہ کو اولاً دھویا جائے۔ (اتحاف صفحہ ۳۸۰)

❊ جب غسل کے بعد کپڑے پہن لے تو پیر کو دھو کر وہاں سے ہٹے۔ (اتحاف صفحہ ۳۸۰)

غسل کے ممنوعات مکروہات

خلاف ادب امور کا بیان

❊ غسل خانہ کے علاوہ ایسے مقام پر نہانا جہاں پردہ کا حساب نہ ہو۔

❊ ننگے نہانا (حدیث) غسل خانہ کے اندر نہانا جائز ہے مگر خلافِ اولیٰ ہے کوئی کپڑا ناف و گھٹنے کے درمیان باندھ لے۔

❊ عام گزرگاہ یا کھلے میدان میں نہانا (کہ بدن کھلنا بسا اوقات جن وانس کے نظر بد کا باعث ہو جاتا ہے)۔

❊ غسل کے درمیان بات کرنا۔ (طحطاوی)

❊ عورت کے غسل کرنے کے بعد کا باقی ماندہ پانی سے غسل کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ (حدیث)

❊ ضرورت سے زائد پانی کا استعمال کرنا۔ (طحطاوی، کبیری صفحہ ۵۱)

❊ پانی کے استعمال میں بخل کرنا۔ (کبیری صفحہ ۵۱)

❊ غسل کرتے وقت قبلہ رخ ہونا۔ (کبیری صفحہ ۵۱)

❊ غسل کے درمیان دعاؤں کا پڑھنا۔ (شامی صفحہ ۱۵۶)

❊ رکے ہوئے پانی کے گڑھے میں (جو جاری نہ ہو) نہ غسل کرے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۳۷۹)

مسجد کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کا بیان

جو خدا کے واسطے مسجد بنائے گا اس کا گھر جنت میں بنے گا

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص خدا کی رضا کے لئے (لوگوں میں نام کے لئے نہیں) مسجد بنائے گا، خدا اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (بخاری صفحہ ۶۴، مسلم صفحہ ۲۰۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی کے لئے بنائے گا، نام ونمود شہرت کے لئے نہیں۔ کہ لوگ کہیں فلاں نے یہ مسجد بنائی تب یہ ثواب ہے۔ عموماً اس میں شیطان دخیل ہو کر نام ونمود شہرت کے اسباب پیدا کر دیتا ہے بڑے ڈر کی بات ہے۔ اگر ریاء وشہرت کا دخل ہو گیا تو مال کثیر بھی گیا اور ثواب اور رضا سے بھی محرومی اس لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

جو نام اور شہرت کے لئے نہ بنائے تب جنت میں گھر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نہ دکھائے اور ریا کے لئے اور نہ نام وشہرت کے لئے مسجد بنائے اس کے لئے خدا جنت میں گھر بنائے گا۔ (مجمع جلد۲، صفحہ۸، ترغیب صفحہ۱۹۵)

فائدہ: دیکھئے نام وشہرت کے لئے نہ بنائے تو یہ ثواب ہے۔ عموماً اہم امور میں جس میں مال زیادہ خرچ ہوتا ہو۔ اور ثواب زیادہ ہوتا ہو شیطان اور نفس داخل ہو کر دقیق اور لطیف طور پر ایسا کام کراتا ہے کہ آدمی کو احساس نہیں ہوتا اور ثواب کو اکارت یا خطرے میں ڈال دیتا ہے، چنانچہ وہ ایسا طریقہ زبان و بیان وعمل سے ظاہر کرتا ہے جس میں نام اور لوگوں میں اس کی شہرت اور معتقد ہونے کا ارادہ مخفی طور پر ہوتا ہے۔ چنانچہ حج بیت اللہ میں جانے والوں کو دیکھیں گے وہ دعا اور ملاقات کے بہانے لوگوں کو مطلع کر کے بھیڑ اور شہرت چاہتے ہیں لوگوں میں اعلان کراتے ہیں فلاں تاریخ کو میرا حج کا سفر ہے اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے۔

حلال کمائی سے بنانے پر موتی اور یاقوت کا گھر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو حلال کمائی سے اللہ کا گھر بنائے تا کہ اس میں خدا کی

عبادت ہو۔ خدا اس کے لئے موتی اور یاقوت کا گھر جنت میں بنائے گا۔ (بزاز، ترغیب صفحہ ۱۹۵، مجمع صفحہ ۸)

فَائِدَہ: دیکھئے حلال کمائی سے بنانے کی فضیلت ہے بہت سے مالداروں کے پاس غلط قسم کے روپے ہوتے ہیں اور اسے مسجد میں لگانے میں کوئی دریغ نہیں کرتے۔ وہ غلط مال حاصل کرتے ہیں اور اس رقم سے مسجد بنا ڈالتے ہیں ایسی رقم سے مسجد کا بنانا درست نہیں اور نہ ثواب ہوتا ہے۔

مسجد بنانا صدقہ جاریہ ہے اس کا ثواب موت کے بعد بھی ملتا ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ان چیزوں اس کی بھلائی اور نیکی کا ثواب اس کی موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

❶ علم کہ اسے سیکھا پھر اس کی اشاعت کی۔

❷ صالح اور نیک اولاد جن کو وہ چھوڑ کر مرا ہے۔

❸ قرآن پاک جو کسی کو دیا ہے۔

❹ مسجد جسے اس نے تعمیر کرائی ہے۔

❺ مسافروں کی سہولت کے لئے کوئی گھر بنا دے یعنی مسافر خانہ یا سرائے وغیرہ۔

❻ یا کوئی نہر کھدوا دے (جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں)۔

❼ یا کوئی ایسا صدقہ خیرات صحت وحیات کی حالت میں اپنے مال سے کیا ہو جس کا سلسلہ اس کی موت کے بعد بھی جاری رہے (مثلاً مدرسہ میں کتابیں دیں، یا کسی عالم سے کتابیں لکھوائیں یا کسی کتاب کی طباعت میں مدد کی یا مسجد میں پنکھا لگوایا غرض کہ جس نیکی کا سلسلہ مرنے کے بعد جاری رہے گا)۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۱۹۶)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ مسجد کی تعمیر اور اس کا بنانے میں تعاون کرنا صدقہ جاریہ ہے۔ مسجد بنانے والا تو مر جاتا ہے مگر اس کا ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جب اس کی دیگر عبادتوں کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے تو مسجد میں نماز وعبادت کرنے کا ثواب قیامت تک پاتا رہتا ہے یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے خدائے پاک مال سے نوازے تو مسجد بنا دے یا اس میں تعاون کرا دے یا اور کوئی صدقہ جاریہ وسعت کے مطابق کر دے تاکہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے۔

مسجد کی تعمیر میں مدد اور تعاون کرنے کا ثواب

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو اللہ کے لئے مسجد بنائے گو قطا پرندے کے گھونسلے کے برابر سہی اللہ پاک اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(ابن حبان احسان صفحہ ۴۹۱، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۷)

فائدہ: قطا ایک پرندہ ہوتا ہے ظاہر ہے کہ پرندہ کا گھونسلہ بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی مسجد بنائے تب بھی جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی مسجد کی تعمیر اور اس کی بنا میں اس قدر قلیل رقم سے تعاون کرے کہ اگر اس سے مسجد بنائی جاتی تو وہ گھونسلے کے مثل ہوتی تب بھی اس کا گھر جنت میں بنایا جائے گا۔ اس تاویل کے پیش نظر مسجد میں تعاون اور مدد کرنے والے کے لئے بھی جنت میں گھر بنائے جانے کی بشارت ہوگی۔

بازار یا راستے پر بیٹھنا ممنوع ہے مسجد میں یا گھر میں بیٹھے

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بازار اور راستے کی مجلس بدترین مجلس ہے۔ بہترین مجلس مسجد ہے۔ اگر مسجد میں نہ بیٹھو تو پھر گھر میں رہو۔ (بازار اور راستوں پر مت مجلس لگاؤ)۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۶)

فائدہ: دیکھئے بازاروں اور راستوں کی بیٹھک پر کس قدر وعید ہے۔ یہ مجالس گناہ کے اڈے ہیں اوباش، آزاد فساق و فجار کے یہ خاص مقامات ہیں۔ یہاں بیٹھ کر حرام نگاہوں کو استعمال کرتے ہیں۔ بے پردہ عورتوں سے حظ حاصل کرنا عموماً ان کے مقاصد ہوتے ہیں جو آنکھ کا زنا ہے۔ آج کل آزاد نوجوان طبقوں کو دیکھیں گے ان جگہوں پر بھیڑ لگاتے ہیں۔ بسا اوقات گزرنے والوں کو اذیت اور پریشانی ہوتی ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی مجلس کو بدترین مجالس فرمایا ہے اہل علم وفضل کو تو ایسی مجلسوں سے سخت اجتناب چاہئے۔

مسجد کا نگراں خدا کو محبوب ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ پاک جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے مسجد کا خادم اور نگراں بنا دیتا ہے اور جب کسی بندے سے بغض ناراض رہتا ہے تو اسے حمام خانے کا خادم و نگراں بنا دیتا ہے۔ (کنز العمال صفحہ۶۵۳)

فائدہ: مسجد کا نگراں مسجد کا خادم ہے۔ جو مسجد کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ امامت کا موذن کا، صفائی کا وضو غسل و طہارت کا انتظام کرتا ہے۔ روشنی صف اور دیگر امور جس کی مسجد میں ضرورت پڑتی ہے۔ اس کی خدمات انجام دیتا ہے۔ ایسا بندہ خدا کو محبوب اور پسندیدہ ہے چونکہ خانہ خدا کی خدمت کرتا ہے۔ اور ایسی خدمت اور ایسا انتظام باعث فضیلت ہے گویا مسجد کے متولی ٹرسٹی اور سکریٹری کی خدمت کی فضیلت ہے جو مساجد کی ضرورتوں کا انتظام اور اس کے خدمات انجام دیتے ہیں۔

ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر کرنا جائز نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سامان سفر نہ باندھا جائے (یعنی

سفر نہ کیا جائے) مگر ان تین مساجد کی طرف:

❶ مسجد حرام کی طرف۔

❷ مسجد نبوی کی طرف۔

❸ مسجد اقصیٰ کی طرف۔ (بخاری صفحہ ۱۵۸، ترمذی صفحہ ۷۵، ابن ماجہ، نسائی صفحہ ۱۱۴)

فَائِدَہ: بکثرت احادیث میں اسناد صحیح سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ان مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی مسجد کی جانب سفر کرنے یعنی زیارت اور نماز پڑھنے کے لئے رخت سفر باندھنے سے منع فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا دنیا کی تمام مساجد فضیلت اور ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں۔ لہٰذا حصول ثواب اور فضیلت کے حصول کے لئے ان کے علاوہ اور کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے سامان سفر باندھنا اور سفر کرنا بے فائدہ، ممنوع ہے۔ علامہ عینی اس حدیث کی مزید شرح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ بالقصد زیارت کے لئے ان تین مساجد کی طرف تو سفر کر سکتے ہیں اس کے علاوہ کی طرف مسجد کی زیارت کی نیت سے نہیں کر سکتے۔ سفر کی ممانعت ان مساجد ثلثہ کے علاوہ سے متعلق ہے، دوسرے اسفار جو طلب علم کے لئے یا تجارتی مقاصد کے لئے یا جہاد کے لئے یا دیگر مباح مقاصد کے لئے سفر ہو اس کی ممانعت اس حدیث سے متعلق نہیں۔

(کذا فی عمدۃ القاری صفحہ ۲۵۴)

چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں صاف واضح طور پر ممانعت مساجد ثلثہ کے علاوہ سے ہی معلوم ہوتی ہے چنانچہ مسند احمد میں حضرت ابوسعید خدری کے واسطے سے مروی ہے ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز مناسب نہیں کہ کوئی کسی مسجد میں ثواب کے ارادے سے نماز پڑھنے کے لئے سامان سفر باندھے ہاں مگر مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے ارادے سے سفر کر سکتا ہے۔

لہٰذا نبی پاک ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت کے ارادے سے سفر کرنا جائز ہی نہیں بلکہ ثواب اور فضیلت وارد ہونے کی وجہ سے سنت اور محمود اور باعث ثواب ہوگا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ مسجد قبا کی زیارت بھی ممنوعات میں داخل نہیں لہٰذا حجاج کرام اور دیگر حضرات کے لئے قباء کی زیارت اور نماز کے لئے جانا ممنوع نہیں بلکہ سنت اور باعث ثواب ہے۔

بدبودار چیز مسجد میں نہ لائے اور نہ کھا کر آئے

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اس بدبودار درخت (لہسن پیاز) سے کچھ کھائے وہ ہماری مسجد نہ آئے کہ ملائکہ بھی اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ (مسلم صفحہ ۲۰۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے جب تک کہ اس کی بدبو دور نہ ہو جائے۔ (مسلم صفحہ ۲۰۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پیاز لہسن کھائے وہ مجھ سے دور رہے۔ ہماری مسجد سے دور رہے، وہ گھر میں بیٹھا رہے۔ (مسلم صفحہ ۲۰۹، مجمع صفحہ ۱۷)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اسے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۷)

مسجد سے نکال باہر فرمادیتے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب کسی آدمی میں پیاز لہسن کی بدبو محسوس فرماتے اور وہ مسجد میں ہوتا تو حکم فرماتے اسے مسجد سے باہر بقیع (قبرستان جو مسجد کے قریب ہے) کی جانب کر دیا جاتا۔ پس اسے کھائے اور اس کی بو کو پکا کر مار دے۔ (مسلم صفحہ ۲۱۰، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۲۴)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ پیاز، لہسن، مولی اور دیگر تمام بدبودار اشیاء سے مسجد کو محفوظ رکھنا لازم ہے۔ لہٰذا ان چیزوں کو کھا کر مسجد میں آنا درست نہیں۔ اسی حکم میں بیڑی سگریٹ اور حقہ وغیرہ جن سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے۔ درست نہیں۔

مجالس الابرار میں ہے کہ بیڑی سگریٹ حقہ وغیرہ پی کر آنے والے کو مسجد سے باہر نکال دینا درست ہے۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اس ممانعت میں وہ تمام اشیاء داخل ہیں جو بدبو پیدا کرتی ہوں یا باعث بدبو ہو۔ (شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

اسی حدیث سے محشی ترغیب وترہیب نے حقہ اور سگریٹ نوشی کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۲۴)

چنانچہ بیڑی سگریٹ حقہ اسی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا درست نہیں لہٰذا لالٹین کا استعمال مسجد کی حد میں ناجائز ہے۔ اسی طرح مسجد میں افطار میں پیاز کا بھیجنا۔ یا افطاری میں پیاز کا استعمال مکروہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی صفائی فرماتے

حضرت یعقوب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی شاخوں سے مسجد کا غبار صاف فرماتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قبلہ کی جانب دیوار پر تھوک (بلغم وغیرہ) دیکھا تو اسے ایک ٹھیکرے سے کھرچ کر صاف کر دیا۔ (مسلم صفحہ ۲۰۷)

فَائِدَہ: مسجد کو آپ ﷺ نے صاف رکھنے کا حکم دیا اور اس کی تاکید فرماتے تھے کہ مسجد کو پاک صاف نظیف رکھو اگر کسی مقام پر گندگی اور نظافت کے خلاف کوئی بات دیکھتے تو اسے خود صاف فرما دیتے علامہ شیرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ اگر آپ ﷺ مسجد میں تھوک وغیرہ دیکھتے تو اپنے ہاتھوں سے صاف کر دیتے پھر زعفران منگا کر اسے مل دیتے اور تھوک لگانے والے پر غصہ ہوتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۸۰)

آپ ﷺ (اسی صفائی کی پیش نظر جھاڑو کا حکم دیتے اور فرماتے کہ مسجد میں جھاڑو دینا جنت کی حوروں کا مہر ہے۔

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کا مسنون طریقہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو دایاں پیر داخل کرو اور جب مسجد سے نکلو تو بائیں پیر کو پہلے نکالو۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۴۲)

فَائِدَہ: احادیث پاک میں اس بات کی تاکید ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اولاً بایاں پیر جوتے سے نکال کر اپنے جوتے پر رکھے پھر دایاں پیر نکال کر سیدھے مسجد کے اندر رکھے۔ اس طرح دونوں سنتوں پر عمل ہو جائے گا۔

مسجد میں تھوک رینٹ وغیرہ دیکھتے تو فوراً خود صاف فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد میں تھوک بلغم وغیرہ دیکھا جو قبلہ کی دیوار پر تھا آپ نے اسے کھرچ دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کوئی نماز پڑھتا ہوا قبلہ کی جانب نہ تھوکے کہ خدائے پاک قبلہ کی جانب ہوتا ہے جب بندہ نماز پڑھتا ہے۔ (بخاری صفحہ ۵۸، نسائی صفحہ ۱۱۹)

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ نے قبلہ کی جانب ناک کی رینٹ دیکھی تو ایک پتھر لے کر کھرچ دیا اور فرمایا اگر کوئی ناک چھنکے تو قبلہ کی جانب اور دائیں جانب نہ چھنکے بلکہ اپنے بائیں جانب چھنکے یا بائیں پیر کے نیچے (اور اسے کپڑے یا کسی چیز سے مسل کر ختم کر دے)۔ (بخاری صفحہ ۵۹)

خام مسجد ہو تو کھرچ کر زمین میں دفن کر دے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا ناک ڈالنا گناہ ہے اس کا کفارہ دفن کرنا ہے۔ (بخاری صفحہ ۵۹، نسائی صفحہ ۱۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز میں ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے کہ جب تک وہ نماز میں رہتا ہے خدائے پاک سے مناجات میں رہتا ہے نہ دائیں جانب تھوکے کہ اس کی دائیں جانب فرشتے رہتے ہیں بلکہ بائیں جانب تھوکے بلکہ پاؤں کے نیچے اور اسے دفن کر دے۔
(بخاری صفحہ ۵۹)

فائدہ: اس زمانے میں چونکہ مسجدیں پختہ ہوتی ہیں اس لئے اپنے رومال اور کپڑے ہی میں پونچھ لینا مناسب ہے۔

بائیں پیر سے مسل دے

حضرت ابوالعلاء بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ چھنکا اور بائیں پیر سے مسل دیا۔ (نسائی صفحہ ۱۱۹، ابوداؤد صفحہ ۶۹)

فائدہ: خیال رہے کہ یہ اس فرش کے متعلق ہے جو مٹی یا خام ہو فوراً اسے جذب کر کے خشک کر دیتی ہے اور عرب کی سخت گرمی گویا اسے جلا دیتی ہے آج کل کی مسجدوں میں جو کہ پختہ اور سیمنٹیڈ اور خوش نما چکنے پتھروں سے بنی ہوتی ہے یہ طریقہ درست نہیں بلکہ اپنے کپڑے سے صاف کر کے بعد نماز اسے دھوڈالے اب اس دور میں نہ بائیں جانب تھوکنے کی اور نہ پیر سے ملنے کی اجازت ہے کہ اس سے اور مسجد گندی ہوگی ایسے احوال والے شخص کو چاہئے کہ وہ رومال یا کوئی کپڑا ضرور رکھے اور بوقت ضرورت اسے کام میں لائے، چنانچہ کپڑے میں ملنے کا ذکر بخاری میں ہے۔ (صفحہ ۵۹)

گندگی صاف کرنے کے بعد خوشبو وغیرہ مل دینا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے بجانب قبلہ ناک کی ریزش دیکھا تو آپ مارے غصہ کے لال ہوگئے۔ (ایک انصاری عورت نے یہ حال دیکھا) تو انصاری عورت کھڑی ہوئی اور اسے کھرچ دیا اور اس کی جگہ عطر مل دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا بہت اچھا کیا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۵۵، نسائی جلد ا صفحہ ۱۱۹)

تھوک رینٹ وغیرہ اپنی چادر یا کپڑے میں مل لے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: قبلہ کی جانب نہ تھوکے، نہ دائیں جانب ہاں مگر بائیں جانب یا پیر کے نیچے تھوکے۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۵۹)

فائدہ: قبلہ کا احترام اور اکرام اہل ایمان کا فریضہ ہے۔ اس کا اکرام یہ ہے کہ اس کی جانب نہ تھوکے عموماً لوگ تھوکنے میں اس سے احتیاط نہیں کرتے اسی طرح اس کی جانب پیر نہ پھیلائے کہ بے ادبی ہے۔

مسجد کو وسیع تر تعمیر کرنے کا حکم

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصاری حضرات کے قریب سے گزرے جو مسجد بنا رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذرا مسجد کو وسیع اور کشادہ بناؤ۔ کہ تم لوگ بھر دوگے (یعنی آئندہ تمہاری آبادی)۔ (مجمع صفحہ ۲۱۱)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے پاس سے گزرے جنہوں نے مسجد کی بنیاد ڈالی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کشادہ بنانا، کہ تم بھر دو گے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۹)

فائدہ: خیال رہے کہ مسجد کو مزین کرنے کے بجائے مسجد کو وسیع تر اور کشادہ کرنے کا حکم ہے۔ اور اس کی حکمت ظاہر ہے کہ آبادی میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہا ہے۔ چھوٹی مسجد بعد میں تنگ ہو جاتی ہے پھر اضافہ میں مشکلات پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے شروع سے اس کا خیال رکھا جائے مزید مسجد کی کشادگی سے دوسری اور ضرورتیں وضوخانہ، غسل خانہ اور دیگر وقتی ضرورتوں میں سہولت ہوتی ہے۔

محلوں اور قبیلوں میں مسجد بنانے کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اپنے اپنے گھروں (کے قریب) مسجدیں بنائیں، اور یہ بھی حکم دیا کہ ان کو پاک وصاف رکھیں۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۴۰)

سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کو لکھا کہ بہر حال حمد صلوٰۃ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے دیار (محلے اور علاقے) میں مسجدیں بنائیں۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۴۱)

فائدہ: محدث بیہقی نے لکھا ہے کہ دور اور دیار کا مطلب قبائل اور اپنی آبادی میں مسجدیں بنانی ہیں۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ دار شامل ہے محلے کو دوسرا احتمال یہ ہے کہ مراد گھر کے اندر جو نماز اور ذکر تلاوت کی جگہ ہوتی ہے، وہ ہو۔ (الفتح الربانی جلد ۳ صفحہ ۷۸)

بہر حال جہاں مسلمان کی آبادی ہو اور ایک محلے سے دوسرے محلے میں جانے سے پریشانی ہو مسجد بنانے کا حکم ہے۔ (بلوغ الامانی جلد ۳ صفحہ ۷۹)

بعض قصبات اور قریہ کبیرہ میں کئی محلے ہوتے ہیں وہاں ہر محلّہ میں مسجد نہیں ہوتی اس حدیث سے ہر محلے میں مسجد بنانے کی تاکید ہوتی ہے۔

برکۃً کسی بزرگ سے نماز پڑھوا کر اپنے لئے نماز کی جگہ بنانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالک جو کہ نابینا تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے اللہ کے رسول آپ ہمارے گھر میں آکر نماز پڑھ دیں۔ تو میں اسی جگہ کو (برکۃً) اپنے لئے نماز کی جگہ بنالوں چنانچہ آپ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ (مسند احمد، الفتح الربانی جلد ۳ صفحہ ۸۱)

ابن سیرین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قبیلہ انصار کے ایک لحیم شحیم شخص نے جو آپ کے ساتھ (مسجد نبوی میں) نماز نہیں پڑھ سکتے تھے کہا اے اللہ کے رسول میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا (کہ انصاریوں کے مکان سے مسجد فاصلہ پر تھی) انہوں نے کھانا بنایا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت فرمائی۔

چٹائی بچھادی اور اسے صاف کر دیا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھ دی۔ (مسند احمد الفتح جلد ۳ صفحہ ۸۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی بعض پھوپھیوں نے کھانا بنایا اور کہا کہ میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ میرے گھر کھانا کھائیں اور نماز پڑھ دیں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے ان کے گھر میں ایک پرانی چٹائی تھی گھر کے ایک کونے میں جھاڑو دے دیا گیا پانی چھڑک دیا گیا (اور وہ چٹائی بچھادی گئی، آپ نے نماز پڑھی اور ہم لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اکابرین اور بزرگوں سے برکت حاصل کرنا مشروع اور سنت سے ثابت ہے غلو نہیں لہٰذا اپنے گھر بلا کر ان کی دعوت کرے، دعائیں حاصل کرے قیام کی درخواست کرے۔ کہ اس کی برکت سے نماز بھی پڑھنے کا موقعہ ملے گا بچوں کو ان سے مانوس کرائے ان سے ان کے حق میں صلاح کی دعائیں کرائے، اکثر بیشتر ان کو گھر بلاتا رہے ان کی عبادت اور دعاؤں سے گھر میں برکت ہوگی صالحین کی برکت سے دنیاوی سہولتیں بھی میسر ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ مردوں کے بجائے زندوں سے فائدہ حاصل ہوگا۔

فرائض کے لئے مساجد اور نوافل کے لئے گھر بہتر ہے

حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرض نماز کے علاوہ نماز (نفل) گھر میں افضل ہے۔ (نسائی، ترمذی صفحہ ۱۰۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ نمازیں اپنے گھروں میں پڑھا کرو اسے قبرستان مت بناؤ۔ (بخاری صفحہ ۱۵۸، مسلم، ترغیب صفحہ ۲۷۸)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرائض مسجد میں پڑھے جائیں اور نوافل گھروں میں۔ (کنز العمال صفحہ ۱۷۷، اتحاف المہرہ صفحہ ۱۹۵، مطالب عالیہ صفحہ ۱۴۶)

مسجد نبوی کی فضیلت کے باوجود آپ نوافل گھر میں پڑھتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے پوچھا نماز (نفل) اپنے گھر میں افضل ہے یا مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیا نہیں دیکھتے مسجد سے میرا گھر کتنا قریب ہے مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ محبوب ہے۔ اس لئے کہ میں مسجد میں نماز پڑھوں ہاں یہ کہ فرض نماز ہو (کہ اس میں جماعت کی وجہ سے مسجد افضل ہے)۔ (ابن خزیمہ، ابن ماجہ، ترغیب صفحہ ۲۷۹)

فائدہ: آپ تمام نوافل گھر مبارک ہی میں پڑھتے تھے باوجودیکہ مسجد کے بالکل متصل آپ کا مکان تھا۔ نفل نماز مسجد میں افضل ہوتی تو آپ مسجد میں پڑھتے۔

اپنے گھر کو نماز کے نور سے منور رکھو

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا نور ہے، پس اپنے گھروں کو نور سے منور کر دو۔ (ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۲۷۹، ابن ماجہ صفحہ ۹۸)

فائدہ: نماز اور تلاوت کے انوار سے گھر کو نورانی بنانے کی تاکید ہے کہ ذکر و عبادات کے انوار سے گھر میں برکت ہو، شیاطینی اثرات گھر میں داخل نہ ہوں، گھر کی برکت کا بہترین ذریعہ تلاوت اور نماز ہے۔ تعویذ گنڈا نہیں جیسا کہ جہال کا طریقہ ہے۔

گھر کو قبرستان کی طرح مت بناؤ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اسے قبرستان کی طرح مت بناؤ۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۳، بخاری صفحہ ۱۵۸، مطالب عالیہ صفحہ ۱۴۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح مقبرہ اور قبرستان نماز ممنوع ہونے کی وجہ سے نماز کی برکت سے محروم ہیں اسی طرح اپنے گھر کو نماز کے نور سے محروم نہ رکھو۔ بعضوں نے اس سے لطیف اشارہ یہ بھی نکالا ہے کہ قبرستان سے جس طرح آدمی بلا کھائے پئے واپس آتا ہے اسی طرح تمہارے گھر آنے والا بلا کھائے پئے واپس نہ جائے یعنی آنے والے کا چائے پانی سے اکرام کرے۔

کچھ نمازیں گھر میں بھی پڑھو اس سے گھر میں خیریت ہوتی ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو گھر کے لئے بھی نماز کا حصہ بناؤ (نفل یا سنت پڑھو) اس سے اللہ تعالیٰ تمہارے گھر میں بھلائی خیر پیدا کرے گا۔
(ابن ماجہ صفحہ ۹۸)

فائدہ: مردوں سے خطاب ہے کہ صرف مسجد میں نماز مت پڑھو گھروں کو بھی اپنی نمازوں سے روشن رکھو۔

نفل اور سنت نمازوں کا ثواب گھر میں زیادہ ہے

صہیب بن نعمان سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھر میں نفل نماز کا ثواب اس کے مقابلہ میں جہاں آدمی دیکھ رہے ہوں (مسجد میں) ایسا ہے جیسے فرض نماز نفل کے مقابلہ میں (یعنی فرض نماز کی طرح ثواب ملتا ہے گھر میں پڑھنے سے)۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۷۱، ترغیب صفحہ ۲۸۰)

صہیب کی روایت میں ہے کہ نفل نمازوں کا ثواب جہاں لوگوں کی نظر نہ پڑے پچیس درجہ زائد ہے جہاں لوگ دیکھ رہے ہوں یعنی مسجد کے مقابلہ میں۔ (ابوالشیخ، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۷۴)

کعب ابن عجرہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز قبیلہ بنی اشہل کی مسجد میں پڑھی

لوگوں کو دیکھا کہ وہیں (مسجد میں) نوافل پڑھنے لگے تو آپ نے فرمایا لوگو یہ نمازیں گھر میں پڑھا کرو۔
(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۲۰، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۷۷)

فَائِدَہ: خیال رہے فرائض میں جماعت کے اہتمام کی وجہ سے مسجد میں جانے کا حکم ہے جس قدر جماعت زیادہ ہوگی اسی قدر ثواب زیادہ ہوگا۔ نوافل میں اصل اخفاء چھپانا ہے تنہائی میں اس کی زیادہ فضیلت ہے اسی لئے گھر میں اس کی تاکید کی گئی ہے اور ثواب بھی زیادہ ہے ایسے جیسے فرض کا اور ایک روایت میں پچیس درجہ مسجد سے زائد ہے۔

آپ ﷺ تمام نوافل اور سنتیں جو نماز فرائض کے بعد کی ہیں گھر میں پڑھتے تھے مسنون بھی یہی ہے کہ سنتیں بھی گھر میں آکر پڑھے مگر یاد رہے کہ اس زمانہ میں فرائض کے بعد کی سنتیں مسجد میں ہی پڑھ لے ہوسکتا ہے کہ گھر آنے کے بعد غفلت سے رہ جائے۔ مزید فقہاء نے بیان کیا ہے کہ مسجد میں اس وجہ سے پڑھے کہ عوام الناس یہ نہ سمجھیں کہ نماز کے بعد سنت نہیں ہے یا اس کی اہمیت نہیں ہے۔ وہ مطلقاً چھوڑنے کے عادی ہو جائیں۔ آپ نے نوافل اور دیگر عبادتوں ذکر و تلاوت وغیرہ سے گھر منور کرنے کو کہا ہے۔ اس کے بڑے فوائد ہیں ملائکہ رحمت آتے ہیں شیاطین اجنہ اور جنات سے حفاظت ہوتی ہے۔ مصائب و حوادث کا دفاع ہوتا ہے جن گھروں میں قرآن اور نماز نہیں ہوتی ہے وہاں شیاطین اور اجنہ کا بسیرا ہوتا ہے، پھر تعویذ گنڈہ کے چکر میں لوگ پریشان ہوتے ہیں، اجنہ اور شیاطین سے گھر کی حفاظت کا بہترین ذریعہ تلاوت قرآن اور نماز ہے۔

مسجد سے زیادہ ربط و تعلق رکھنے والے اہل اللہ ہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد کو آباد رکھنے والے (کثرت سے ربط و تعلق رکھنے والے اور اکثر اوقات مسجد میں گزارنے والے) اہل اللہ ہیں۔ (کشف الاستار، بزار جلد ا صفحہ ۲۱۷)

پل صراط پر گزرنے کی ضمانت

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد تمہارے گھر کی طرح ہو جائے میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے لئے مسجد گویا گھر ہو جائے خدائے پاک نے اس کی ضمانت لی ہے کہ وہ امن سے پل صراط پر سے قیامت کے دن گزرے جائے گا۔ (بزار صفحہ ۲۱۸، مطالب جلد ا صفحہ ۱۰۳)

اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دے دو

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی آدمی کو مسجد میں کثرت سے دیکھو تو اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دے دو کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مسجد کو آباد رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو خدا پرست اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ صفحہ ۵۸، دارمی)

فائدہ: گھر سے تعلق اور محبت رکھنا گھر کے مالک سے تعلق اور محبت کی دلیل ہے۔ مساجد کے اعمال سے محبت رکھنے والا مسجد میں کثرت سے رہے گا فاسق فاجر آزاد آدمی کی طبیعت مسجد میں کہاں لگ سکتی ہے، اس کے لئے تو مسجد قید خانہ ہے، اس لئے مسجد سے کثرت سے تعلق ایمان اور خدا سے متعلق محبت ہونے کی علامت ہے۔

ہماری امت کے راہب کون؟

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے راہب بننے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا۔ ہماری امت کی رہبانیت یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھا جائے نماز کے انتظار کے لئے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۶۹)

فائدہ: راہب کا مقصد دنیا چھوڑ کر عبادت اختیار کرنا ہے۔ چنانچہ مسجد میں بیٹھنے والا دنیا کے آلائشوں سے محفوظ رہتا ہے۔

مسجد سے انس رکھنے والے کو خدا سے انس

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسجد سے انس رکھتا ہے خدائے پاک اس سے انس رکھتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۴۹)

مسجد کو آباد رکھنے والے اہل اللہ ہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد کو آباد رکھنے والے اللہ کے اہل ہیں۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۳۴، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۵۹)

فائدہ: آباد رکھنے کا مطلب عبادت تلاوت ذکر اذکار سے اسے پر رکھتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی نگرانی اور اس کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں تا کہ عبادت کے نظام میں خلل واقع نہ ہو۔

مسجد متقی لوگوں کا گھر ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد متقی لوگوں کا گھر ہے اور جس کا گھر مسجد ہوگا (یعنی عبادت ذکر وغیرہ کی وجہ سے گھر کی طرح آمد و رفت رکھے گا) اللہ پاک اس کے لئے رحمت مقرر کر دے گا۔ اور پل صراط سے گزر کر جنت پہنچ جائے گا۔ (کنز العمال صفحہ ۶۵۹)

فائدہ: جس طرح آزاد فاسق و فجار کے مراکز بازار ہیں اسی طرح خوف خدا کے حاملین کا مقام عبادت کی جگہ مساجد ہیں۔

بشاشت اور مسرت الٰہی کا کون سزاوار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان نماز کے لئے مسجد کو اپنے

سے لگائے رکھتا ہے۔ (الفت اور کثرت آمدورفت رکھتا ہے)۔ جب ہو گھر سے نکل کر آتا ہے تو خدا کو ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے کسی غائب شخص کے آنے سے گھر والوں کو۔ (منداحمد، فتح جلد۳ صفحہ ۵۰)

فائدہ: دیکھئے مسجد سے تعلق رکھنے والوں کی کتنی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ کیوں نہیں خدا نے ان کے اہل ایمان ہونے کی شہادت دی ہے۔

عرش کے سایہ میں جگہ پانے والا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات لوگ اس دن (عرش) خدا کے سایہ میں ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

❶ انصاف سے حکومت کرنے والا بادشاہ۔

❷ وہ جوان جس کی زندگی وعمر عبادت اور طاعت الٰہی میں گزر رہی ہو۔

❸ وہ آدمی جس کا دل جب مسجد سے نکلے تو مسجد میں لگا رہتا ہو (کہ کب اذان ہو اور مسجد میں جائیں۔ یا دنیاوی امور سے فارغ ہوں تو مسجد میں جا کر عبادت میں لگ جاؤں)

❹ وہ دو آدمی جو اللہ ہی کے واسطے جمع ہوئے اور اللہ ہی کے واسطے ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

❺ وہ آدمی جس کو تنہائی میں خدا کی یاد سے رونا آجائے۔

❻ وہ آدمی جسے حسن وحسب والی عورت نے گناہ پر آمادہ کیا اور یہ محض خوف خدا سے بچ گیا۔

❼ وہ آدمی جس نے اخفا اور چھپا کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا۔ (یعنی خیرات کرنے کا کسی سے ذکر نہ کیا)۔ (بخاری صفحہ ۹۱، مسلم)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگرچہ وہ مسجد سے باہر ہو مگر مسجد میں اس کا دل معلق ہو۔ اکثر وبیشتر مسجد میں رہتا ہو یعنی مساجد کے اعمال کے متعلق ہو۔ بعضوں نے بیان کیا مسجد سے اس کو محبت ہو۔ بعضوں نے یہ مفہوم بھی لیا ہے کہ مسجد سے نکلنے کے بعد جب تک مسجد میں پھر نہ آجائے دل لگا رہے۔ (فتح الباری صفحہ ۱۴۵)

اللہ پاک اس کا کفیل وکارساز

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد ہر متقی پرہیزگار کا گھر ہے۔ جس کا قلب وروح مسجد سے لگا رہے اللہ پاک اس کا کفیل ہے۔ وہ اس پر رحم فرمائے گا اور پل صراط پر سے گزار کر اپنی رضا کی جگہ جنت پہنچائے گا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۲)

فائدہ: قلب اور روح مسجد اور جائے عبادت۔ لگا رہنا خدا کے ساتھ تعلق اور محبت اور اس کی عبادت کے

اہتمام سے ہے جو جنت کے اعمال میں سے ہے۔

جس کے دوست اور ہم نشین فرشتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مساجد کے کھونٹے (جن کا دل مسجد میں لگا رہے) وہ لوگ ہیں۔ جن کے فرشتے ہمنشین ہیں۔ اگر وہ غائب (کہیں چلے جائیں تو محبت کے مارے) وہ ملائکہ ان کو تلاش کریں اگر بیمار پڑ جائیں تو فرشتے ان کی عیادت اور تیمارداری کریں اگر کوئی ضرورت ہو تو فرشتے ان کی مدد کریں۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۲۲)

فائدہ: مساجد میں فرشتوں کی آمد اور ان کا قیام رہتا ہے۔ اور جو مساجد سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں مساجد کے اعمال عبادت تلاوت و ذکر وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں فرشتوں کے مصاحب ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مخلص مصاحب ایک دوسرے کو تلاش کرتے ہیں اور انس حاصل کرتے ہیں۔

اللہ کے گھر میں جو جائے اس کا اکرام

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مساجد اللہ کے گھر ہیں اللہ پاک کا حق ہے کہ اپنے گھر میں آنے والے کا اکرام کرے۔ (اتحاف جلد۳ صفحہ۳۰، مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۲۲)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو اپنے گھر میں وضو کرے۔ اور اچھی طرح کرے۔ اور پھر مسجد آئے تو وہ اللہ کا زائر ہے۔

فائدہ: جس کی زیارت کو جائے اس کا حق ہے کہ وہ آنے والے کا اکرام کرے۔ (اتحاف، السادۃ صفحہ۳۰)

مسجد کو اختیار کرنے کا حکم

حضرت معاذ جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ جس طرح بکری کا بھیڑیا الگ اور کنارے رہنے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے۔ لہٰذا تم تفرق سے بچو۔ تم پر جماعت عام مؤمنین کے ساتھ اور مسجد لازم ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۲۳)

فائدہ: اس سے مراد نظام جماعت بھی ہوسکتا ہے۔ جس سے مسلمانوں کا اجتماعی نظام وابستہ ہے۔

مسجد کے اوتاد کون لوگ؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مساجد کے بھی اوتاد ہیں جن کے ہمنشین حضرات ملائکہ ہیں کہ اگر وہ کہیں (مسجد سے) چلے جاتے ہیں تو وہ ان کو تلاش کرتے ہیں اگر بیمار ہو جاتے ہیں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اگر ان کو کوئی ضرورت ہوتی ہے تو وہ ان کی اعانت کرتے ہیں۔

(کنز العمال صفحہ ۵۸۰، مسند احمد، ترغیب صفحہ ۲۲۰)

فَائِدَہ: صوفیاء کرام کے یہاں اوتاد بلند پایہ اولیاء کے اقسام میں سے ہے ممکن ہے کسی اوتاد کی علالت اور وصف کی جانب اشارہ کیا گیا ہو۔

مسجد آخرت کے بازار ہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مساجد آخرت کے بازاروں میں سے ایک بازار ہے جو اس میں آتا ہے وہ خدا کا مہمان ہوتا ہے خدا کی میزبانی مغفرت ہے اس کا تحفہ کرامت ہے بس تم پر لازم ہے کہ اس میں چرلو پوچھا گیا اس میں چرنا کیا ہے آپ نے جواب دیا دعا اور رغبت الی اللہ۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۸۰)

فَائِدَہ: یعنی عبادات چونکہ رغبت الی اللہ کے اعمال عبادات واذکار ہیں۔

خدا کے پڑوسی کون؟

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے میرے پڑوسی کہاں ہیں فرشتے کہیں گے آپ کا پڑوسی کون ہوسکتا ہے خدا تعالیٰ جواب دیں گے مساجد کو آباد رکھنے والے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۷۸)

فَائِدَہ: ظاہر ہے مساجد کو آباد رکھنے والے عبادت و تلاوت و جماعت کا اہتمام رکھنے والے ہوں گے جو اللہ پاک سے تقرب اور قرب حاصل کرنے والے ہیں اور قریب ہونے والا پڑوسی ہوتا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہوتا ہے۔

سب سے پہلی مسجد

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سب سے پہلی مسجد کون سی بنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسجد حرام۔ پھر سوال کیا پھر اس کے بعد کون سی؟ آپ نے فرمایا: پھر بیت المقدس۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پوچھا ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فرق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس سال۔ (تمہارے لئے ساری زمین نماز پڑھنے کی جگہ ہے)۔ پس جہاں نماز کا وقت آجائے پڑھ لو۔ فضیلت اسی میں ہے۔ (بخاری صفحہ ۴۷۷، مسلم صفحہ ۱۱۹، ابن ماجہ، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۱۲، صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۸)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ زمین پر بنائی جانے والی مسجدوں میں سب سے پہلی مسجد خانہ کعبہ مسجد حرام ہے۔ اس کے بعد دوسری مسجد بیت المقدس ہے۔ اور مسجد حرام کے چالیس سال بعد بیت المقدس بنی ہے۔

بظاہر اس مدت پر سوال ہوتا ہے کہ مسجد حرام کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور بیت المقدس کی تعمیر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمائی۔ اور ان دونوں کے درمیان تاریخی فیصلہ قریب ایک ہزار سال سے زائد ہے۔ پھر چالیس سال کی مدت کا کیا مطلب؟ اہل علم نے اس شبہ کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس سے مراد بالکل ابتدائی اساسی تعمیر ہے۔ مسجد حرام کی ابتدائی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے بعد ان کی اولاد جو اس علاقے میں آئی انہوں نے قریب چالیس سال کے بعد مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۰۹، مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۷۸)

❶ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں یہ بھی جواب دیا ہے۔ (جلد ۱۵ صفحہ ۲۶۲)

❷ علامہ عینی نے یہ بھی جواب دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اولاً بیت اللہ کی تعمیر کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر کے لئے لے گئے۔ حافظ نے لکھا ہے کہ دونوں کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے ہی رکھی۔

❸ حافظ نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب بیت اللہ کی تعمیر کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو رخ بیت اللہ المقدس کا کرنے کو کہا گیا اس پر حضرت نے بیت المقدس کی تعمیر فرمائی کہ ہماری بعض ذریات کا یہ قبلہ ہوگا۔

حافظ ابن حجر اور ملا علی قاری نے کہا کہ نہ تو اولاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنایا نہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی بلکہ دونوں حضرات نے تجدید کی ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۴۰۹، مرقات صفحہ ۴۷۸)

ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اولاً تعمیر کی اور ان کے درمیان چالیس سال کا فرق تھا۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۷۸)

خانہ کعبہ کی بنیاد اور تعمیر کے متعلق

ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل اسے اپنے پانی پر رکھا گیا اس کے بعد اس کے نیچے سے زمین کی ابتداء ہوئی۔ مجاہد نے بھی اسی طرح ذکر کیا۔ اس زیادتی کے ساتھ کہ اس کی بنیاد ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بھی ہے کہ زمین کی پیدائش سے قبل اسے پانی پر رکھا گیا۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۷۸)

سب سے پہلے تعمیر ملائکہ نے تخلیق آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے کی تھی اور اس کا مقصد بیت المعمور کی محاذات میں زمین میں ایک عبادت گاہ کا تعمیر کرنا تھا۔ (درس ترمذی جلد ۳ صفحہ ۱۳۱)

ابن کثیر نے البدایہ میں ذکر کیا ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ٹھیک بیت المعمور کے نیچے ہے کہ اگر بیت المعمور گرے تو ٹھیک اس کے نیچے گرے۔ (البدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۳)

ملائکہ کی تعمیر کے بعد دوسری مرتبہ اس کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے کی۔ عطاء ابن مسیّب سے منقول ہے کہ زمین پر حضرت آدم علیہ السلام جب اتارے گئے تو وحی آئی کہ میرے لئے ایک گھر بناؤ اور اس کا طواف کرو جیسا کہ تم نے حضرات ملائکہ کو دیکھا کہ میرے عرش کا جو آسمان میں ہے چکر لگاتے ہیں۔ (القرطبی جلد۲ صفحہ ۱۲۶)

ماوردی نے حضرت عباس سے یہ روایت کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اتارے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا۔ جاؤ میرے لئے ایک گھر بناؤ اور اسکا طواف کرو۔ (اس کی نشاندہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کی) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کو زمین پر مارا جس سے اس کی بنیاد زمین پر ابھر آئی جو نیچے کے ساتویں زمین سے تھی۔ (القرطبی صفحہ ۱۲۶)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائے تو ان کو تنہائی کی وحشت ہوئی تو اللہ پاک نے ان کو حکم دیا کہ میرے لئے زمین پر ایک گھر بناؤ۔ (مرقات جلد۱ صفحہ ۴۷۸)

حضرت ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اسے بھی زمین پر اتارا گیا۔ حضرت آدم اور ان کی اولاد طواف کرتی رہی یہاں تک کہ طوفاں نوح کے وقت اسے آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ (مرقات، القرطبی جلد۲ صفحہ ۱۲۷)

طوفاں نوح کے بعد اس کی تعمیر مشہور قول میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی، اور بعض روایات میں ہے کہ تیسری مرتبہ اس کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام کے بعض صاحبزادوں نے کی۔ اور چوتھی مرتبہ اس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی۔ طوفان نوح سے اس کے نشانات مٹ چکے تھے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جس کے سایہ کی مقدار اس کی تعمیر کا حکم دیا۔ (الجامع)

پانچویں مرتبہ اس کی تعمیر عمالقہ نے کی۔ چھٹی مرتبہ بنی جرہم نے کی۔ ساتویں مرتبہ قصی بن کلاب نے کی۔ آٹھویں مرتبہ قریش نے کی۔ جس کا ذکر صحاح میں ہے۔ نویں مرتبہ ابن زبیر نے کی۔ دسویں مرتبہ حجاج بن یوسف نے مثل قریش کے کی۔ گیارہویں مرتبہ ہارون نے ارادہ کیا تو امام مالک نے روک دیا۔ اب اسی کی بناء ہے۔ گو مرمتیں بار بار ہوتی رہیں۔ (درس ترمذی جلد۳ صفحہ ۱۳۲)

مسجد حرام میں ایک لاکھ کا ثواب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز کا ثواب دوسری مسجد کے اعتبار سے ایک لاکھ ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: گھر میں نماز کا ثواب ایک درجہ ہے اور محلے کی مسجد میں پچیس گنا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو گنا ہے اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار اور میری مسجد میں

پچاس ہزار اور مسجد حرام ایک لاکھ گنا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام کو چھوڑ کر میری مسجد میں نماز کا ثواب ایک ہزار کے برابر ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۹، ترمذی صفحہ ۴۷)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میری مسجد کے مقابلے میں ایک لاکھ گنا ہے۔ (احمد، بزار، مرقات صفحہ ۴۴۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے احادیث مرفوعہ کے علاوہ آثار صحابہ سے بھی یہ ثابت ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے منبر نبوی پر بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ درجہ ہے، دیگر مساجد کے مقابلہ میں۔ (عمدہ جلد ۷ صفحہ ۲۵۶)

اب رہی یہ بات کہ فرض کا ثواب زائد ہوتا ہے یا نفل کا امام طحاوی نے تصریح کی ہے کہ صرف فرض نماز کا ثواب زائد ملتا ہے۔ (جمہور کی بھی یہی رائے ہے) (طحاوی جلد ۲ صفحہ ۷۳)

علامہ نووی فرض ونوافل دونوں کے قائل ہیں حافظ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (مرقات صفحہ ۴۴۶)

مالکیہ میں مطرف نوافل کو مانتے ہیں۔ (کذا فی عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۲۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حرم کی ساری نیکیوں کا ثواب ایک لاکھ ہے حسن بصری کا بھی یہی قول ہے تمام عبادتوں کا ثواب ایک لاکھ ہے روزہ کا بھی ثواب ایک لاکھ ہے۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۴۶)

مسجد نبوی میں نماز کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز (دوسری مسجد کے مقابلہ میں) کا ثواب ایک ہزار کے برابر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام کے سوا دوسری مسجد کے مقابلہ میں ہماری مسجد کا ثواب ایک ہزار ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۱)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہے اکثر روایتوں میں اسی طرح ہے۔

مسجد نبوی میں ثواب پچاس ہزار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد اقصیٰ میں نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر ہے اور میری مسجد میں بھی نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر ہے (دوسری مسجد سوائے

مسجد حرام کے)۔ (مختصر ابن ماجہ صفحہ، کنز العمال جلد۳ صفحہ ۵۵۵)

فائدہ: صحاح کی بکثرت احادیث ابن ماجہ کے علاوہ تمام کتب حدیث میں ایک ہزار ثواب مذکور ہے اسی کو ارباب حدیث نے قبول کیا ہے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کا معارض اقوی ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا ہے۔ (معارف جلد صفحہ ۲۲۸)

ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب جو ایک ہزار روایت میں ہے وہ ابتداء تھا پھر بعد میں ثواب بڑھا دیا گیا لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ (مرقات صفحہ ۴۷۷)

فائدہ: یہ ثواب مسجد کی کس حد سے متعلق ہے؟ اس کے متعلق امام نووی کی رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بنائی ہوئی مسجد سے متعلق ہے بعد میں جو اضافہ کیا گیا اس سے متعلق نہیں۔ علامہ سبکی وغیرہ بھی اس کے قائل ہیں۔ جمہور حضرات اس کو برخلاف تمام مسجد جو بعد میں اضافہ ہو کر شامل ہوتا رہتا ہے اس میں بھی نماز کا یہی ثواب ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اس مسجد میں جتنا بھی اضافہ ہو سب ہماری مسجد یعنی مسجد نبوی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر یہ مسجد صنعا تک بڑھا دی جائے تب بھی یہ ہماری مسجد ہے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اگر یہ مسجد جبانہ تک یا ذوالحلیفہ تک بڑھا دی جائے تب بھی مسجد نبوی ہوگی۔ (مرقات جلد ا صفحہ ۴۴۴)

ایک روایت کے اعتبار سے مسجد نبوی کا ثواب دو لاکھ کے برابر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے وضو کا پانی منگوایا۔ وضو کیا کھڑے ہوئے قبلہ رخ متوجہ ہو کر یہ دعا کی۔ اے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے بندے اور خلیل تھے انہوں نے اہل مکہ کے لئے دعا کی میں بھی آپ کا بندہ اور رسول ہوں میں اہل مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ آپ ان کے مد میں صاع اس سے دوگنا برکت عطا فرما جو اہل مکہ کو برکت سے نوازا ہے۔ دوگنی برکت۔ (ترمذی صفحہ ۲۲۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ موسم کا اول پھل آپ ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ یہ دعا فرماتے۔ اے اللہ ہمارے پھل میں ہمارے شہر میں ہمارے صاع میں ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ حضرت ابراہیم آپ کے بندے اور خلیل تھے اور نبی تھے۔ میں بھی آپ کا بندہ اور نبی ہوں۔ انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی میں مدینہ کے لئے اسی کے مثل دعا کرتا ہوں جو انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی اور اسی جتنا اور۔ (شمائل صفحہ ۱۳)

فائدہ: امام مالک نے اس دعا کی وجہ سے مسجد کا ثواب دو لاکھ تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح علامہ عینی نے اور اس سے قبل قاضی عیاض مالکی نے شفا میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث موقوف کی وجہ سے مسجد نبوی کا ثواب

دو لاکھ قرار دیا ہے۔ "فالصلوٰۃ فی مسجدہ صلی اللہ علیہ وسلم یضاعف علی صلاۃ فی المسجد الحرام فیکون مائتی الف صلوۃ فی غیرہ" اس کے برخلاف جمہور علماء کرام نے مسجد حرام کو ہی افضل قرار دیا ہے۔ (معارف جلد۳ صفحہ ۳۲۶)

صحیح بھی یہی ہے کہ برکت دعاء سے تمام اشیاء میں برکت مراد ہے نہ کہ مسجد حرام کی نماز کا ثواب، اگر مسجد نبوی کا ثواب مسجد حرام سے زائد ہوتا تو آپ ﷺ خود بیان کر دیتے کہ آپ ہی نے مسجد حرام کا ثواب زائد بیان کیا ہے۔

مسجد نبوی میں بلاناغہ چالیس نماز باجماعت کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھے کہ اس کی کوئی نماز (جماعت) فوت نہ ہو تو اس کے لئے دوزخ سے، عذاب سے اور نفاق سے برأت نامہ لکھ دیا جاتا ہے۔ (احمد، طبرانی، ترغیب جلد۲ صفحہ ۲۱۵، الفتح الربانی جلد۲۳ صفحہ ۲۷۲)

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں مسلسل باجماعت پڑھنے کی یہ فضیلت ہے۔

معلم الحجاج میں اس حدیث پاک کے ذکر کے بعد لکھا ہے۔ اس واسطے مسجد نبوی ﷺ میں نماز باجماعت کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ اگر ممکن ہو تو مسجد نبوی ﷺ میں مستقل طور سے اعتکاف بھی کرے۔ اور قرآن شریف بھی ختم کرے۔ (معلم الحجاج صفحہ ۳۲۴)

اس حدیث کے تحت احسن الفتاویٰ میں ہے: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ چالیس نمازیں مسلسل اور باجماعت ادا کرنے پر جہنم عذاب اور نفاق سے برأت کی بشارت ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ صفحہ ۳۵)

خیال رہے کہ چالیس نماز مسجد نبوی میں پڑھنے کی جو بشارت ہے وہ فرض نماز باجماعت مسلسل پڑھنے پر ہے۔ بلا جماعت پر نہیں۔ اس لئے کہ جب جماعت چھوٹ جائے تو مسجد کے بجائے گھر میں اہل خانہ کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے۔ فرض کا ثواب مسجد میں جماعت کی وجہ سے ہے، اسی وجہ سے ایک مرتبہ آپ ﷺ جماعت میں شریک نہ ہو سکے تو گھر تشریف لے گئے اور اہل خانہ کو جمع کیا اور نماز پڑھی۔ چنانچہ ابوبکرہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ مدینہ کے اطراف میں تشریف لے گئے کہ ان کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے تو آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو جمع کیا اور نماز پڑھی۔ (طبرانی، مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۴۵)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ فضیلت جماعت کے ساتھ ہے۔ اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ایک وقت کا بھی ناغہ نہ ہو۔ پس زائرین مدینہ کو اس کا اہتمام چاہئے کہ خدائے پاک توفیق دے تو کم از کم نو دن کا قیام کرے۔ اور

آٹھ دن مسلسل جماعت کے ساتھ نماز پڑھے۔ اگر کہیں جائے تو شروع دن میں جا کر ظہر سے قبل آجائے اور مسجد نبوی میں شریک ہو جائے۔ اور یہ بھی کوشش کرے کہ مسبوق نہ ہو۔ اگر اتفاقاً مسبوق ہو گیا تب بھی فضیلت کا حامل ہو جائے گا۔ کہ ایسا شخص جماعت کی فضیلت کا حامل ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے جس نے ایک رکعت پالی اس نے جماعت (یعنی ثواب) پالی۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۴۴)

مسجد اقصیٰ میں نماز کی فضیلت پچاس ہزار نماز کا ثواب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسجد اقصیٰ میں نماز کا ثواب پچاس ہزار گنا ہے۔ اور میری مسجد میں نماز کا ثواب پچاس ہزار گنا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۲)

ایک ہزار نماز کا ثواب

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خادمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے بارے میں معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ حشر و نشر کی زمین ہے وہاں جاؤ تو نماز پڑھ لیا کرو۔ اس میں نماز کا ثواب دوسری مسجد کے مقابلے میں ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر کوئی نہ جا سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیتون کا تیل وہاں بھیج دے جس کو جلایا جائے تو وہ ایسا ہے جیسے مسجد اقصیٰ میں حاضری دی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۱، مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۰)

فائدہ: اگر نہ جا سکے تو وہاں مسجد کے لئے کچھ بھیج دینا حاضری کے مثل ثواب ہے۔

پانچ سو نماز کے برابر

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز کا ثواب دوسری مسجد کے مقابلے میں ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ اور میری مسجد میں ایک ہزار اور مسجد بیت المقدس میں پانچ سو نماز کے برابر ہے۔ (بزار، کشف الستار صفحہ ۲۱۳، مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۰، مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۴۵)

ڈھائی سو نماز کا ثواب

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز افضل ہے یا بیت المقدس میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد میں ایک نماز افضل ہے اس میں (بیت المقدس میں) چار نمازوں کے پڑھنے سے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۰)

(ظاہر ہے چار کے مقابلے میں ایک چوتھائی اور مسجد نبوی میں ثواب ایک ہزار ہے اس کا چوتھائی ڈھائی سو ہوا)۔

فائدہ: مسجد اقصیٰ میں نماز کی فضیلت کے متعلق یہ چار روایتیں ہیں۔ ① پچاس ہزار ② ایک ہزار ③ پانچ

سو ④ ڈھائی سو۔ ممکن ہے یہ اختلاف زمانہ یا احوال اور کیفیت کے اعتبار سے ہو۔ یا زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار اور کم سے کم ڈھائی سو ہو۔

والله اعلم.

مسجد اقصیٰ میں نماز سے تمام گناہ معاف

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو تین دعائیں کیں۔ (اس میں ایک دعا یہ تھی) جو نماز کے ارادے سے مسجد بیت المقدس آئے اس کے گناہ اس طرح معاف ہو جائیں جیسے اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۰۱)

مسجد قبا میں نماز کا ثواب

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے گھر میں وضو کرے پھر مسجد قبا آئے، اور اس میں نماز پڑھے تو عمرہ کا ثواب پائے گا۔ (ترمذی صفحہ ۴۷، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۲، نسائی صفحہ ۱۱۳)

اسید ابن ظہیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد قباء میں نماز کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۲)

سہل بن حنیف کی روایت میں ہے کہ جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد قبا آئے اور اس میں چار رکعت نماز پڑھے تو اسے ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔ (مجمع صفحہ ۱۴، مرقات صفحہ ۴۴۹)

فائدہ: بیشتر روایتوں میں مسجد قبا میں دو رکعت کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔ اور بعض روایتوں میں چار رکعت پر یہ ثواب مذکور ہے (مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۴) ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اولاً چار رکعت پر عمرہ کے برابر ثواب ہوگا، پھر سہولت اور تخفیف ہوگئی ہو تو دو رکعت پر یہ ثواب کر دیا گیا ہو۔ (مرقات صفحہ ۴۴۹)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مساجد سے تقرب صلحاء کے یادگار مواقع کا اختیار کرنا مستحب ہے اور سنیچر کے دن قباء میں آنا سنت ہے۔

ہفتہ یا دوشنبہ کے دن مسجد قبا تشریف لاتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سنیچر کے دن قباء پیدل اور سوار تشریف لاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۹، مسلم)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد سے بہت محبت تھی۔ خدائے پاک نے بھی اس مسجد کی تعریف کی ہے۔ فرمایا کہ اس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ آپ ہفتہ میں ایک مرتبہ ضرور تشریف لاتے جمعہ کے دن تو مشاغل اور

مصروفیت کی وجہ سے نہ آتے سنیچر کے دن ضرور آتے کبھی دوشنبہ کو بھی تشریف لاتے چنانچہ شریک بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبا دوشنبہ کے دن تشریف لاتے حضرت جا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی ستائس کی صبح کو قباء تشریف لاتے۔ (عمدہ جلد ۷ صفحہ ۲۵۹)

عموماً تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرماتے ممکن ہے کہ جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف نہیں کیا ہو گا قباء تشریف لائے ہوں گے حضرت سعد بن وقاص اسے مسجد اقصیٰ پر محبوبیت ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں دو مرتبہ مسجد بیت المقدس سے زیادہ جانے سے محبوب ہے کہ دو رکعت قباء میں پڑھ لوں یہ مسجد مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اصحاب صفہ یہاں بھی رہتے تھے دو رکعت نماز سے یا تو تحیۃ المسجد مراد ہے یا پھر نفل نماز جو ہر وقت مکروہ وقت کے علاوہ پڑھی جاسکتی ہے۔ (مرقات)

مسجد فتح

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں تین دن دعائیں کیں۔ پیر منگل بدھ کے دن دو نمازوں کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی گئی جس کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے انور پر معلوم ہو رہا تھا اس پر حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب بھی مجھے کوئی ضرورت ہوتی کوئی اہم معاملہ پیش آتا اسی وقت اس مسجد کا ارادہ کرتا اور دعا کرتا تو قبولیت کے آثار معلوم ہو جاتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۵)

مسجد احزاب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احزاب تشریف لائے چادر اتاری کھڑے ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور نماز نہیں پڑھی پھر تشریف لائے اور دعا فرمائی (کفار کے خلاف ان کی ہزیمت کے لئے) اور نماز پڑھی۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۵)

فائدہ: یہ خندق کے مقام پر مسجد ہے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے موقع پر جب کہ کفار کے تمام قبیلے اسلام کے خلاف امنڈ آئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی جو دعا قبول ہوئی اس مسجد میں جانا اور نماز و دعا کرنا مشروع اور بہتر ہے حجاج کرام اس کی زیارت کرتے ہیں اور نماز و دعا کرتے ہیں یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

جامع مسجد کا ثواب پانچ سو گنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جامع مسجد میں نماز کا ثواب پانچ سو گنا ہے۔ (مختصراً ابن ماجہ صفحہ ۱۰۲، مرقات صفحہ ۴۴۵، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۵۵)

حج مبرور کے برابر

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جامع مسجد میں نماز کا ثواب حج مقبول کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز کا ثواب دیگر (محلے کی) مسجد کے مقابلہ پانچ سو گنا رکھتا ہے۔

(مختصراً مجمع الزوائد جلد۳ صفحہ۴۶، کنز العمال جلد۷ صفحہ۶۵۲)

کن مقامات پر نماز کا پڑھنا منع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: کوڑی خانہ پر، جانوروں کے ذبح ہونے کے مقامات پر، مردوں کے دفن ہونے کی جگہ، راستہ پر غسل خانہ میں اونٹ کے باندھنے کی جگہ کعبہ کی چھت پر۔ (طحاوی صفحہ۲۲۴، ترمذی صفحہ۸۱)

فائدہ: ان مقامات پر نماز پڑھنا منع اور مکروہ ہے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا احتراماً منع ہے خیال رہے کہ اونٹ کے باندھنے کے مقام پر نماز اس وجہ سے منع ہے کہ پیشاب کرنے کی وجہ سے ناپاکی کا اندیشہ یا روکنے اور شرارت سے نماز کے خراب ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

غسل خانہ میں نماز پڑھنا منع ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساری زمین مسجد نماز کی جگہ ہے سوائے حمام غسل خانہ اور قبرستان کے۔ (ابن خزیمہ صفحہ۷، ترمذی صفحہ۷۳، ابوداؤد صفحہ۷۰)

فائدہ: غسل خانہ چونکہ محل نجاست ہے اس لئے منع ہے۔

مقبرہ میں نماز پڑھنا منع ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میرے محبوب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی منع کیا ہے کہ بابل کی زمین میں نماز پڑھوں کہ وہ جگہ ملعون ہے۔

(ابوداؤد صفحہ۷۰)

حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ قبروں پر بیٹھو، اور نہ ان کی جانب (رخ) نماز پڑھو۔ (ابن خزیمہ صفحہ۸، سنن کبریٰ صفحہ۴۳۵)

فائدہ: قبرستان میں قبروں کے رخ نماز کی ممانعت ہے اس وجہ سے کہ عبادت میں اس کے قبلہ کا وہم ہوتا ہے چونکہ وہم شرک ہے اگر کسی جگہ قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں اور سطح زمین کی حیثیت ہوگئی تو پھر منع نہیں ہے۔

جہاں عذاب الٰہی کا نزول ہوا ہو وہاں نماز ممنوع ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میرے محبوب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع کیا ہے کہ میں سر زمین مابل میں نماز پڑھوں کہ وہ ملعون جگہ ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۰، سنن کبریٰ صفحہ ۴۵۱، مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۱۴۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نہ پڑھنا بہتر ہے خوف وخشیت خداوندی کی وجہ سے علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے تھے کہ دھنسنے اور عذاب کے واقع ہونے کی جگہ نماز پڑھے۔ (کشف الغمہ)

علامہ شامی نے اس مقام کے پانی سے وضو و غسل کو مکروہ قرار دیا ہے جہاں غضب الٰہی کا نزول ہوا ہو۔ جیسے بیر ثمود اسی طرح شوافع نے بھی اور حنابلہ کے یہاں تو درست ہی نہیں۔ (شامی جلد ۱ صفحہ ۱۳۱)

قریب المسجد گھر کی فضیلت

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب مسجد کے جو گھر ہو دور گھر کے مقابلہ میں وہ ایسا ہے جیسے نمازی کو فضیلت حاصل ہے گھر بیٹھنے والے پر۔

(مسند احمد، الفتح جلد ۳ صفحہ ۴۹، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۶)

فائدہ: مراد ایسے لوگ جو مسجد کے قریب رہنے کی وجہ سے مساجد کے اعمال میں ان کو شرکت کا موقعہ زیادہ ملے گا۔ اسی طرح مسجد کے حقوق کے ادا کرنے میں بھی ان کو سہولت ملے گی دور والوں کے مقابلہ میں مسجد کی، خدمت بھی ان سے زیادہ ہونے کا امکان ہے، مسجد کے قریب حق ہو اور مسجد کے حق کو پامال کرتے ہوں تو ایسے لوگ اس فضیلت کے حامل نہیں۔

مسجد سے دور رہنے والوں کو ثواب زیادہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد (نبوی) کے ارد گرد علاقے جب خالی نظر آئے تو قبیلہ بنوسلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ ہم لوگ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم لوگ مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے ایسا ہی ارادہ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے گھروں سے (جو قدم اٹھتے ہیں مسجد کی جانب) اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں تمہارے قدموں کے نشانات کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (مسلم صفحہ ۲۳۵، مشکوٰۃ صفحہ ۶۸)

جو زیادہ دور اس کو زیادہ ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسجد سے جتنا زیادہ دور ہوگا اس کا ثواب اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ (حاکم، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۵۹، ابوداؤد صفحہ ۸۲)

فائدہ: جتنے قدم بھی نماز کی جانب مسجد جاتے ہوئے اٹھیں گے اس کا ثواب ملے گا ظاہر ہے دور رہنے سے زیادہ قدم اٹھیں گے۔

گم شدہ اشیاء کا اعلان مسجد میں کرنا ممنوع ہے

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں گمشدہ اشیاء کے اعلان کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۴۸)

فائدہ: مسجد سے باہر کوئی چیز گم ہو جائے تو اس کا اعلان مسجد میں کرانا درست نہیں حرام ہے، عموماً لوگ مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اہم چیزوں کا اعلان کراتے ہیں، یہ جائز نہیں۔

مسجد میں اعلان کرنے والے کو کیا کہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس کو تم مسجد میں گم شدہ اشیاء کا اعلان کرتے دیکھو اسے یہ (بددعا) کہو خدا تم کو گم شدہ نہ دلائے، مسجد اس کے لئے نہیں بنائی گئی۔

(مسلم صفحہ ۲۱۰، ابوداؤد صفحہ ۶۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص مسجد میں گم شدہ کے بارے میں اعلان کر رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: نہ پاؤ تم۔ (نسائی صفحہ ۱۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی کو خرید و فروخت کرتے ہوئے مسجد میں دیکھو تو کہہ دو: خدا تمہاری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم گم شدہ کے تلاش کرنے کو مسجد میں پاؤ تو کہہ دو خدا نہ ملائے تم کو۔ (ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۲۰۳)

مسجد سے باہر کی گم شدہ چیز کا اعلان کرنا کروانا ناجائز ہے چونکہ مسجد میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اس لئے پتہ اور علم ہونا آسان ہوتا ہے، بعض لوگ مسجد کے مائک سے گمشدہ کا اعلان کراتے ہیں یہ ناجائز اور حرام ہے۔

مسجد کو گزرنے کا راستہ نہ بنائے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوائے ذکر و نماز کے مسجد کو راستہ نہ بناؤ۔ (طبرانی، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۰۵)

فائدہ: بعض گھروں کا راستہ مسجد سے قریب ہوتا ہے تو لوگ مسجد سے گزر کر گھر چلے جاتے ہیں یہ ناجائز ہے اسی کو آپ نے منع فرمایا ہے کہ اس میں خدا کے گھر کی توہین ہے۔

جوں کھٹمل وغیرہ مسجد میں نہ مارے

ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے کپڑے

میں کھٹمل پائے تو اسے مسجد میں نہ ڈالے۔

مکہ کے بعض شیوخ سے منقول ہے کہ کسی نے اپنے کپڑے میں کھٹمل پایا تو اسے پکڑ کر چاہا کہ اسے مسجد میں ڈال دے تو اسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا مت کرو! اسے کپڑے میں رکھ کر مسجد سے باہر نکال دو۔

(مجمع جلد۲ صفحہ۲۰)

فائدہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مسجد میں کھٹمل (وغیرہ) کو پاؤ (تو اسے مسجد میں نہ مارو) اسے اپنے کپڑے میں کر کے مسجد سے باہر نکال دو۔

(کنز العمال جلد۷ صفحہ۶۷۳)

فائدہ: کھٹمل جوں مارنے کی وجہ سے مسجد میں بدبو پیدا ہو جائے گی، اور مسجد میں اس کی غلاظت رہے گی جو بہر حال درست نہیں۔

قبلہ کی جانب تھوکنے کی سزا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ناک کی ریزش قبلہ کی جانب کی گئی ہوگی وہ قیامت کے دن اس کے چہرے پر ہوگی۔ (کشف الاستار صفحہ۲۰۸، ترغیب صفحہ۲۰۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قبلہ کی جانب تھوکے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ تھوکا ہوا اس کے دونوں آنکھوں کے درمیان ہوگا۔ (ترغیب صفحہ۲۰۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب تھوک (بلغم) دیکھا تو اسے کھرچ دیا، اور لوگوں پر متوجہ ہوئے اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے تو قبلہ کے رخ نہ تھوکے کہ اللہ پاک قبلہ رخ ہوتے ہیں (گویا کہ) جب بندہ نماز پڑھتا ہے۔ (مسلم صفحہ۲۰۷)

فائدہ: قبلہ رخ کعبہ ہے اور کعبہ خانہ خدا ہے اس کا احترام اور اکرام ہر مؤمن کا اولین فریضہ ہے خصوصاً مساجد اور نماز کی حالت میں تو اس کا اکرام اور زائد ہو جاتا ہے۔

کفار و مشرکین کی قبروں پر مساجد

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مدینہ منورہ کی جگہ (پہلے) مشرکین کی قبریں تھیں اور کوڑے کرکٹ کا مقام تھا اور کھجور کے درخت تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبروں کو ختم کر دیں، درخت کاٹ دیئے جائیں اور کوڑے کرکٹ کی اونچ نیچ کو برابر کر دیا جائے چنانچہ (یہ سب کر دیئے گئے) اور کھجور کے درخت قبلہ کی جانب کاٹ کر لگا دیئے گئے اور ارد گرد پتھر لگا دیئے گئے، اور آپ نے فرمایا اسے موسیٰ علیہ السلام کی عریش (چھت) کی طرح کر دو آپ سے پوچھا گیا، ان کا عریش کیسا تھا آپ نے فرمایا اتنا

اونچا رہے کہ ہاتھ چھت کو چھو جائے (چنانچہ چھت ایسی ہی بنائی گئی کہ ہاتھ چھو جاتے)۔ (کشف الغمہ صفحہ ۸۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد نبوی کے مقام پر بنی نجار کے درخت خرما کچھ کھیت اور مشرکین کی قبریں تھیں آپ نے ان سے فرمایا کہ مجھے بیچ دو، انہوں نے کہا نہیں میں یہ مناسب نہیں سمجھتا چنانچہ درخت خرما کاٹ دیئے گئے زمین برابر کر دی گئی مشرکین کی قبریں مسمار کر دی گئی (اور اس جگہ مسجد بنا دی گئی)۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۶۵)

فائدہ: قبروں پر مساجد کی تعمیر درست ہے مسلمانوں کی قبریں ہوں اور ان کے نشانات مٹ گئے ہوں اسی طرح مشرکین اور کفار کی قبریں ہوں تو ان پر مساجد کی تعمیر میں کوئی حرج نہیں۔ علامہ شعرانی کی کشف الغمہ میں ہے کہ مشرکین کے معبد اور ان کی قبروں پر جب کہ ان کے نشانات مٹ گئے ہوں (یا مٹا دیئے گئے ہوں) مسجد کی تعمیر درست ہے۔ (صفحہ ۸۰)

چنانچہ جہاں مسجد نبوی ہے وہاں مشرکین کی قبریں تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روایت ہے مسجد نبوی کا مقام بنو نجار کی زمین تھی جس میں کچھ کھجور کے باغات اور مشرکین کی قبریں تھیں۔ (ابن ماجہ)

کنیسہ وغیرہ پر مسجد

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد طائف کے اس مقام پر بنانے کا حکم دیا جہاں ان کا بت تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۴، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۹، ابوداؤد صفحہ ۶۵)

حضرت قیس ابن طلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں! ہم ایک وفد کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی، اور ہم لوگوں نے بتایا کہ ہمارے علاقے میں بیعہ (یہود کے عبادت خانے) بہت ہیں آپ ہمیں اپنا جھوٹا پانی دیجئے۔ چنانچہ آپ نے پانی منگوایا وضو کیا کلی کیا اور ایک برتن میں کلی کیا اور فرمایا کہ لے جاؤ۔ جب تم اپنے علاقے میں جاؤ تو بیعہ (یہود کے عبادت خانے جو شرک اور معصیت کا اڈہ بن گئے تھے) ان کو توڑ دو اور یہ پانی اس پر چھینٹ دو۔ اور اس جگہ مسجد بناؤ۔ (نسائی صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: علامہ شعرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معابد مشرکین اور ان کی قبروں پر مسمار کے بعد تعمیر مسجد کا حکم دیتے تھے چنانچہ آپ فرماتے تھے ان کے معابد (شیطانی اڈوں) پر مسجد بنا دو۔ (جلد ا صفحہ ۸۰)

اس سے معلوم ہوا کہ شیاطینی اڈے جہاں اکبر کبائر گناہوں کا اڈہ ہو اس کی اصلاح ہونی چاہئے، خیال رہے کہ مذکورہ امور میں اہل علم و افتاء، مصالح زمان اور مقام زمان کی حکمت و مصلحت بھی پیش رکھنی چاہئے کہ دور صحابہ میں اہل کتاب کی عبادت خانوں کو باقی بھی رکھا گیا ہے۔

کشف الغمہ میں علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

"وكان صلى الله عليه وسلم يامر ببناء المسجد فی متعبدات الكفار وقبورهم اذا نبشت ويقول اجعلواها حيث كانت طواغيتهم وكانت الصحابة رضی الله عنهم يصلون فی بيع اليهود الا ما فيه تماثيل. وكان صلى الله عليه وسلم اذا جائه وفد فاسلموا يقول لهم اذا رجعتم الى ارضكم فاكسروا بيعتكم يعنی اهدموها وانضحوا مكانها بالماء واتخذوها مسجداً"

(کشف الغمہ صفحہ ۸۰)

مسجد کو مزین اور خوشنما بنانے کی وعید

حضرت ابن عباس رَضِیَاللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مجھے مسجد کو بلند (وخوشنما) کرنے کا حکم نہیں دیا گیا حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم مسجد کو ضرور خوشنما اور مزین کروگے جس طرح یہود و نصاریٰ نے کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۵، بخاری)

خوشنما مسجد میں نماز نہ پڑھنا

حضرت انس رَضِیَاللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہمیں خوشنما بلند و بالا مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

(کشف الاستار جلد ا صفحہ ۲۰۹، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۹، مرقات صفحہ ۴۵۹)

مسجد پر فخر اور بڑائی قیامت کی علامت

حضرت انس نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ جب تک لوگ مساجد کے متعلق ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی نہ جتائیں گے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۵، نسائی صفحہ ۱۱۲، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۹)

حضرت انس رَضِیَاللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا مسجد تو بنائیں گے اس پر فخر کریں گے۔ لیکن اسے آباد کرنے والے یعنی نمازی کم ہوں گے۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۹۹)

مسجد کی خوشنمائی اور خوبصورتی قیامت کی علامت

حضرت ابن عباس رَضِیَاللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بعد تم لوگ مساجد کو خوشنما اور خوبصورت بناؤ گے۔ اسی طرح جیسا کہ یہود کنیسہ کو۔ نصاریٰ گرجا گھروں کو مزین اور خوبصورت بناتے ہیں۔ (کنز العمال صفحہ ۲۶۸)

فائدہ: چنانچہ دور حاضر میں مساجد کے تعمیر کی خوشنمائی کو دیکھ لیجئے۔ کیسی کیسی خوبصورت اور ٹیپ ٹاپ کی مسجدیں بن رہی ہیں رنگ بیل بوٹے اور ڈیزائن لاکھوں لاکھ روپیہ خرچ کیا جارہا ہے۔ کیا آپ کی پیشین گوئی

پوری نہیں ہو رہی ہے مسجد کو مستحکم اور پائدار بنانا تو درست ہے۔ بیل بوٹے خوشنمائی اور خوبصورتی مکروہ اور خلاف سنت ہے۔ مقصد عبادت کے خلاف ہے۔ ظاہر کی تزئین عموماً باطن کی خالی ہونے کی علامت ہے۔ افسوس کہ آپ ﷺ نے جس چیز سے منع کیا تھا۔ اور جسے قیامت کی علامت فرمائی جس پر صحابہ تابعین کی شدت سے وعید ہے آج امت اس پر دولت لگا رہی ہے۔

مسجد کے لئے صرف سفید رنگ ہی بہتر ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر رنگ جو تمہاری میت کے لئے اور تمہاری مساجد کے لئے وہ سفید ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو سفید بنایا ہے۔ اسے سفید پسند ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: سفید رنگ تمام رنگوں میں بہترین رنگ ہے خدا نے جنت کا بھی رنگ سفید ہی رکھا ہے اسے سفید رنگ پسند ہے اس لئے مساجد جو اللہ کے گھر ہیں اسے بھی سفید ہی رکھنا خدا کو پسند ہے رنگ برنگوں سے رنگنا خدا کو پسند نہیں ہے۔

ہاں ہلکا سا کسی مقام پر دوسرا رنگ اختیار کرے تو کوئی قباحت نہیں مگر شوخ (بھڑکیلا) رنگ نہیں۔

مسجد کو لال پیلے شوخ رنگوں سے رنگنا ممنوع ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مسجد نبوی کی تجدید اور اضافے کا حکم دیا جب کہ اس کی چھت کھجور کی تنوں اور شاخوں سے بنی تھی تو تعمیر کے ذمہ داروں کو حکم دیا کہ دھوپ اور بارش سے بچاؤ کی شکل اختیار کرنا خبردار اسے لال پیلے زرد رنگ سے مزین مت کرنا کہ لوگ فتنہ میں پڑیں۔ (کشف الغمہ صفحہ ۸۰)

فائدہ: مسجد نبوی کی چھت آپ ﷺ نے کھجور کی ٹہنیوں اور شاخوں سے بنائی تھی اس لئے وہ ٹپکتی تھی اس لئے حضرت عمر نے مضبوط اور پائیدار چھت بنوا دی، اور سفید رنگ (چونا) کے علاوہ دوسرے رنگوں کے استعمال سے منع فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مختلف حسین رنگوں سے چٹکیلے رنگوں سے رنگنا ممنوع ہے، سفید رنگ کافی ہے۔

نبی کے لئے نقش ونگار والی مسجد میں جانا مناسب نہیں

نبی پاک ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کے لئے منقش و مزین مسجد میں جانا جائز یا مناسب نہیں۔ (کشف الغمہ صفحہ ۸۰)

فائدہ: اس وجہ سے کہ مسجد کو منقش کرنا خدا کو ہرگز پسند نہیں ملعون مغضوب قوم یہود کی عادت اور اس کا مزاج

ہے۔ لہٰذا نبی کے لئے گنجائش ہوگی کہ وہ اس میں داخل ہو اس لئے حضرات صحابہ ایسی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے افسوس کہ آج اسی کو پسند کیا جاتا ہے۔

مسجد کی تزئین اور خوبصورتی قوم لوط کا عمل

حضرت عمر بن الخطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا قوم لوط کا بدترین عمل یہ ہوا کہ انہوں نے مساجد کو مزین اور خوبصورت بنایا۔ (ابن ماجہ، مرقات صفحہ ۴۵۶)

فائدہ: باطن جاتا ہے تو ظاہر کے سجانے اور مزین کرنے میں انسان لگ جاتا ہے جہاں حقیقت نہیں ہوتی وہاں طمع سازی ہوتی ہے یہ حقیقت سے محرومی کی علامت ہے۔ چنانچہ آج یہی طرز مساجد کے ساتھ اختیار کیا جا رہا ہے، نماز کی پرواہ نہیں اور خوشنمائی پر فریفتہ ہیں۔

مساجد کو رنگ برنگ سے منقش کرنا سخت منع ہے

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے مسجد کی تعمیر اور اس کے بنانے کا حکم دیا تو فرمایا ایسا بناؤ کہ لوگوں کے لئے بارش سے حفاظت ہو اور خبردار لال اور زرد رنگوں سے مت رنگنا۔ (مرقات جلد ا صفحہ ۴۵۹)

فائدہ: دیکھئے حضرت عمر فاروق نے مسجد کو مختلف رنگوں سے رنگنے پر شدت سے منع کیا مسجد کو خوبصورت رنگوں سے مزین کرنا، بیل بوٹے بنانا، یہ منع ہے، ذکر تلاوت وعبادت کی جگہوں کو خوش نما بنانا خشوع اور خضوع کو کھو دیتا ہے، اور بلا ضرورت ہونے کی وجہ سے اسراف میں داخل ہے۔

مسجد کو خوبصورت بنانے پر لعنت

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ ایک مسجد کے پاس سے گزرے تو اسے بہت خوبصورت اور مزین پایا تو فرمایا خدا کی لعنت ہو جس نے ایسی حرکت کی۔ (مرقات صفحہ ۴۵۹)

فائدہ: دیکھئے بنانے والے نے یہودی کی طرح عبادت خانہ کو مزین کیا تھا، خیال رہے کہ ظاہر کی تزئین باطن کی خالی ہونے کی علامت ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے لکھا کہ شرح السنۃ میں ہے کہ یہود و نصاریٰ نے مسجد خوشنما اور منقش بنانا شروع کیا جب کہ انہوں نے دین میں تحریف کر ڈالی (صفحہ ۴۵۹) یعنی جب اصل دین سے ہاتھ کھو بیٹھے اور دین حقیقی سے محروم ہوگئے تو عبادت خانے سجانے لگے۔ اسی طرح یہ امت جب حقیقی دین اور کتاب سنت سے ہٹنے لگے گی تو مساجد کو سجانے اور مزین کرنے لگے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ عبادت سے محروم فرائض وواجبات کی پامالی اور عبادت خانوں کی ظاہری خوبصورتی اور خوشنمائی میں اضافہ، یہ ہمارے اسلامی ماحول کا حال ہے۔

مساجد تو خوبصورت بنائیں گے مگر دل خراب کریں گے

حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آخر میں ہماری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مساجد کو تو خوبصورت اور مزین بنائیں گے اور اپنے دل خراب رکھیں گے، اپنے لباس کے اعتبار سے تو پرہیزگار بنے ہوں گے مگر دل کے اعتبار سے پرہیزگار نہ ہوں گے ان میں سے ایک ایک کا یہ حال ہوگا کہ ان کی دنیا صحیح وسالم باقی رہے خواہ دین باقی رہے یا نہ (اس کی پرواہ نہیں)۔ (سبل الہدیٰ جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۴)

دیکھئے یہ ساری علامتیں پائی جا رہی ہیں نہایت ہی خوشنما اور خوبصورت خوبصورت دیدہ زیب مساجد بن رہی ہیں مگر قلب جو معرفت اور تقویٰ کا محل ہے اس کے اصلاح اور تزکیہ کی فکر نہیں، حب الدنیا حرص دنیا، کینہ حسد بغض سے دل بھرا ہے۔ حرام وحلال کی کوئی پرواہ نہیں دل میں خلوص نہیں، تقویٰ نہیں خوف خدا نہیں، یہی مطلب ہے دل کی خرابی کا۔ اسی طرح لباس تو زاہد اور اہل تقویٰ کا ہوگا مگر دل تقویٰ سے خالی ہوگا لباس کی صفائی اور ستھرائی کا خیال رکھیں گے مگر دل کی حفاظت اس کی صفائی باطنی گناہوں سے نہیں کریں گے اصل دنیا کی فکر ہوگی آخرت کی فکر برائے نام ہوگی۔ چنانچہ دین صحیح وسالم اچھی طرح ملتی رہے تو خوش رہیں گے خواہ آخرت برباد ہو۔ یعنی دنیا کا مقابلہ میں آخرت کی فکر نہ کریں گے کہ دنیا اصل ہوگی۔

مسجد کی تعمیر تو فخر کی بات مگر نماز کا موقعہ نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقام سے گزرے جہاں لوگوں نے ایک نئی مسجد بنائی تھی پوچھنے پر بیان کیا گیا کہ فلاں قبیلے والوں نے بنائی ہے تو آپ نے فرمایا: عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا مسجد تو بنا کر فخر اور بڑائی جتائیں گے مگر اس میں نماز پڑھنے والے کم ہوں گے۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مال کی فراوانی یا شہرت ونام کی وجہ سے مسجد تو بنانا آسان ہوگا مگر دل میں اور ماحول میں دین اور احکام الٰہیہ اور فرائض کی اہمیت نہ ہونے کی وجہ سے نماز پر توجہ کم ہوگی اس لئے نماز پڑھنے والے کم ہوں گے۔

مسجد میں چھوٹے بچوں کو پڑھنا ممنوع ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد کو چھوٹے بچوں سے بچاؤ۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۴۲)

مکحول سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مساجد کو بچوں سے اور پاگلوں سے بچاؤ۔

(ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۴۲)

واثلہ بن الاسقع رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اپنی مسجدوں کو بچوں سے اور پاگلوں سے بچاؤ۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۱۹۹)

فَائِدَہ: چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانا جس سے بے ادبی ہوتی ہو ممنوع ہے۔

مسجد میں ہوا خارج نہ کرے

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ بالقصد نیند میں نہ ہو مکہ یا محلّہ کی مسجد میں ہوا خارج کر سکتا ہے انہوں نے کہا میں بالکل نہیں پسند کرتا۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۳)

فَائِدَہ: مسجد میں ریح اور ہوا خارج کرنا مکروہ اور بے ادبی ہے آپ نے لہسن کی بو سے نہایت شدت سے منع کیا ہے تو اس کی کیسے اجازت ہوگی ضرورت محسوس کرے تو کسی بہانے سے مثلاً تھوک پھینکنے، ناک صاف کرنے کے بہانے باہر چلا جائے، بعض لوگوں نے معتکف کو بھی ریح کے لئے باہر جانے کا حکم دیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ معتکف باہر نہ جائے۔

کافر مشرک کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت

حضرت عثمان بن ابی العاص رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے وفد ثقیف کو (جو مشرک تھے) مسجد میں ایک خیمہ میں ٹھہرایا تھا تا کہ (نماز اور ذکر تلاوت کو دیکھ کر) ان کا دل نرم ہو جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے ان کو مسجد میں اتارا حالانکہ وہ مشرک ہیں تو آپ نے فرمایا: زمین ناپاک نہیں ہوتی انسان ناپاک ہوتا ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۴۵، طحاوی)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس یہود مسجد میں آتے اور آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔ (جلد ا صفحہ ۴۴۵)

فَائِدَہ: یہود، نصاریٰ، کافر مشرک کا مسجد میں آنا جائز ہے بلا ضرورت ان کو آنے سے روکا جائے ہاں اگر مسجد کا کوئی کام ہو رنگائی پوتائی یا تعمیر یا بجلی وغیرہ کا کوئی کام تو ان سے مسجد میں یہ کام لیا جا سکتا ہے، البتہ گھٹنے کھول کر کام کرنے سے منع کریں کہ مسلمانوں کی نگاہ اس پر پڑنے سے گناہ ہوگا اور کشف ستر سے مسجد کی بے حرمتی ہوگی۔

مسجد میں گفتگو اور باتوں پر وعید

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: عنقریب آخری زمانہ میں لوگ پیدا ہوں گے جن کی گفتگو کا اڈہ مسجد ہوگا۔ ایسے لوگوں کی خدا کو کوئی ضرورت نہیں۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۰۵)

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ جب نماز کے لئے نکلتے تو مسجد میں اعلان فرماتے خبردار مسجد میں کوئی اِدھر اُدھر کی

باتیں نہ کرے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۳۸)

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجدوں میں جمع ہوں گے۔ نماز پڑھیں گے حالانکہ ان میں کوئی (صحیح اور کامل) مؤمن نہ ہوگا۔ (کہ مسجد کی بے حرمتی کریں گے دنیاوی باتیں کریں گے)۔ (اتحاف السادہ جلد۳ صفحہ ۳۰)

مسجد میں گفتگو نیکیوں کو کھا جاتی ہے

امام غزالی نے یہ اثر نقل کیا ہے کہ مسجد میں دنیاوی باتوں کا کرنا نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح چوپائے گھاس کو چر لیتے ہیں۔ (شرح احیاء جلد۳ صفحہ ۳۱)

مسجد میں ہنسنا قبر کی تاریکی کا باعث ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد میں ہنسنا قبر کی تاریکی کا باعث ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ٦٦۸)

فائدہ: مسجد عبادت توبہ استغفار کی جگہ ہے، خدا کے دربار میں آکر گناہوں پر ندامت کی جگہ ہے رو دھو کر خدا سے معافی اور دوزخ سے پناہ حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی جگہ میں ہنسنا بڑی غفلت اور بدبختی کی بات ہے۔ دربار خداوندی کے وقار کے خلاف ہے۔ وہ شہنشاہوں کے شہنشاہ اور اس کے مالک کا دربار ہے انسانی دربار میں کوئی ہنستا ہے تو اس مردود کو نکال باہر کیا جاتا ہے پھر خدا کے دربار میں ایسوں کا کیا انجام ہوگا۔ خدا کی پناہ!

مسجد میں آوازوں کا بلند ہونا قیامت کی علامت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں یہ پندرہ چیزیں ہونے لگیں تو ان پر حوادث و مصائب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا پوچھا گیا وہ کیا ہیں اے اللہ کے رسول؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1. جب مال غنیمت (مثلاً وقف اور عام لوگوں کا مال اس میں مدرسہ کا مال بھی شامل ہے) ذاتی ملکیت کی طرح ہو جائے۔
2. امانت اپنا مال ہو جائے۔
3. زکوٰۃ کا ادا کرنا بوجھ تاوان کی طرح ہو جائے۔
4. آدمی بیوی کا فرمانبردار ہو جائے اور ماں سے قطع تعلق کرے۔
5. اپنے یاروں سے اچھا برتاؤ کرے اور باپ پر ظلم کرے۔

❻ مساجد میں آواز بلند ہونے لگے۔
❼ قوم کا سردار اور بڑا رذیل لوگ ہونے لگیں۔
❽ آدمی کا اکرام اس کے فتنے سے بچنے کے لئے کیا جانے لگے (یعنی اس کی نیکی اور بھلائی کی وجہ سے نہیں)
❾ شراب عام ہو جائے۔
❿ ریشمی لباس پہنے جائیں۔
⓫ گانے بجانے والیاں عام ہو جائیں۔
⓬ پچھلے لوگوں کو اگلے لوگ برا بھلا لعن طعن کرنے لگ جائیں تو اس وقت سرخ آندھی کا دھنسنے اور مسخ ہونے کا انتظار کرو۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۴)

فائدہ: دیکھئے آج اس دور میں قریب قریب تمام تر علامتیں پائی جاری ہیں۔ اس حدیث پاک میں پندرہ امور میں ایک مساجد میں بلند آوازوں کا ہونا ہے، محلوں اور قصبوں کی مسجدوں میں یہ علامتیں پائی جارہی ہیں۔ خصوصاً رمضان کے موقعوں پر جو عام لوگ مساجد کی حرمت سے ناواقف لوگوں کی بھیڑ لگتی ہے اس میں بجائے وہ ذکر و تلاوت کے اور خاموشی کے اپنی اپنی ہانکنے لگ جاتے ہیں ذرا سی کوئی بات بولنے کے لائق ہوتی ہے۔ تو زور شور سے بول کر اپنی سربراہی اور جاگیرداری دکھلاتے ہیں افطاری کے وقت افطاری کے سلسلے میں باہم شور کرتے ہیں جھگڑتے ہیں یہ سب امور ناجائز اور حرام ہیں۔ اگر افطاری کی وجہ سے زور و شور ہو تو مسجد میں افطاری بند کر دیں کہ افطاری کا دینا جو واجب نہیں اس کی وجہ سے متعدد حرام اور ناجائز امور ہونے لگ جاتے ہیں دراصل ماہ مبارک میں جو ان سے تھوڑی سی نیکی ہو جاتی ہے وہ ان کے چھوٹے شیطان کو بھاتی نہیں اس لئے وہ دوسرے گناہوں میں ڈال کر نیکی کو ضائع کر کے اس کے ذمہ گناہ لاد دیتے ہیں ایسے میں لوگوں کے متعلق آیت کریمہ ہے: "ضل سعیھم فی الحیاۃ الدنیا اللھم احفظنا"

مسجد میں زور سے بولنا اور گفتگو کرنا منع ہے

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا ایک آدمی نے میری طرف ایک کنکری پھینکا میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر فاروق تھے انہوں نے مجھ سے کہا جاؤ ان دو آدمی کو (جو مسجد میں زور سے بول رہے تھے) پکڑ کر لاؤ میں پکڑ لایا تو آپ نے فرمایا تم دونوں کہاں کے ہو انہوں نے کہا طائف کے آپ نے فرمایا اگر تم اس شہر کے ہوتے تو تو میں تم کو سخت مارتا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔ (بخاری صفحہ ۶۷)

فائدہ: مسجد میں زور سے بولنا اور بلند آواز سے دینی گفتگو کرنا بھی منع ہے۔ آہستہ اور سنجیدگی سے اور یہ دیکھ کر گفتگو کرے کہ کسی نمازی یا ذاکر وغیرہ کو پریشانی اور حرج تو نہیں ہوگا۔ دنیاوی گفتگو کی تو کسی طرح بھی اجازت

نہیں۔

سوائے ذکر اور نیکی کے ہر کلام مسجد میں لغو ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بات مسجد میں لغو ہے سوائے ذکر اور قرآن کی تلاوت یا نیکی کے پوچھنے اور بتانے کے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۶۷)

فائدہ: مسجد میں سوائے ذکر تلاوت و مراقبہ کے کوئی اور عمل جس سے مسجد کا احترام جاتا رہے ممنوع ہے مسجد کا ادب یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہو کر صف میں بیٹھ جائے اور ذکر تلاوت تسبیح میں لگ جائے۔ اِدھر اُدھر کھڑا رہنا احترام مسجد کے خلاف ہے۔

مسجد میں خاموش نہ رہنے والوں پر فرشتوں کی لعنت

ابن الحاج مکی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آخری زمانہ میں ہماری امت کے لوگ مسجد میں داخل ہوں گے۔ حلقہ حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں گے اور دنیاوی بات کریں گے۔ اور دنیا سے محبت کرنے والے ہوں گے۔ سو ان میں نہ بیٹھنا۔ اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آدمی جب مسجد میں آتا ہے اور باتوں میں لگ جاتا ہے تو فرشتے اسے کہتے ہیں اے اللہ کے ولی خاموش ہو جاؤ۔ پھر بھی نہیں خاموش ہوتا ہے تو کہتا ہے اے اللہ کے دشمن خاموش ہو جاؤ۔ پھر بھی نہیں خاموش ہوتا ہے تو کہتے ہیں خدا کی تم پر لعنت و پھٹکار ہو خاموش ہو جاؤ۔ (مدخل صفحہ ۲۲۷)

فائدہ: دیکھئے مسجد میں خاموش نہ رہنے پر اور بولنے پر فرشتوں کی لعنت پڑتی ہے۔

ہر جمعہ کو مسجد میں خوشبو کی دھونی دینا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ ہر جمعہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں خوشبو کی دھونی دی جاتی تھی۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن مسجد میں دھونی دینے فرمایا۔

فائدہ: جمعہ کے دن دھونی دینا درست ہے چونکہ لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے نامناسب بو پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ آج کل اگربتی کا سلگا دینا کافی ہے۔

ہفتہ میں ایک مرتبہ ضرور دھونی دے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہفتہ میں ایک مرتبہ مسجد میں دھونی دیا کرو۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۶)

فائدہ: لوگوں کے ازدحام اور آمدرفت سے مسجد کی فضا مکدر ہو جاتی ہے۔ اس لئے خوشبو کی دھونی کا حکم دیا۔

مسجد میں روشنی کا حکم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مسجد نبوی کی جدید تعمیر کا حکم دیا تو فرمایا جب تعمیر سے فارغ ہو جاؤ تو اس میں قندیل رکھ دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رمضان میں مساجد کے پاس سے گزرتے اور اس میں قندیل روشن دیکھتے تو فرماتے حضرت عمر کی قبر کو روشن کرے جیسا کہ انہوں نے ہماری مساجد کو روشن کیا ہے۔

(کشف الغمہ صفحہ ۸۰)

فائدہ: مسجد نبوی میں ابتداءً روشنی کا انتظام نہیں تھا حضرت تمیم داری نے یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اولاً اس کا انتظام کیا مسجد میں روشنی دینا یا اس کا انتظام کرنا تیل یا موم بتی دے دی یا بجلی کا انتظام کر دیا یا مسجد کا بل اپنی طرف سے ادا کر دیا تو اس کا بڑا ثواب ہے۔

ابن ماجہ میں ہے کہ جس نے مسجد میں روشنی کی ابتداء کی وہ تمیم داری ہیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۰۷)

مسجد میں بیٹھ کر وعظ وتقریر کرنا

حضرت ابورفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا میں مسافر ہوں دین کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں نہیں معلوم کہ دین کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر سے نیچے اترے اور میری جانب متوجہ ہوئے اور خطبہ موقوف کر دیا پھر کرسی لائی گئی (تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر دین کی باتیں سکھائیں) میرا خیال ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے۔ آپ اس پر بیٹھ گئے۔ جو اللہ پاک نے آپ کو بتایا مجھے بتانے لگے پھر خطبہ دیا اور اسے پورا کیا۔ (مسلم نسائی، ادب مفرد، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۹۶)

فائدہ: مسجد میں کسی اونچی چیز منبر یا کرسی پر بیٹھ کر وعظ وتقریر بلا کسی کراہت کے سنت ہے۔ اس میں مخاطب کو سننے میں سہولت اور آسانی ہوتی ہے۔

مسجد میں ذکر اور تعلیمی حلقے اور اس کی مجلسیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو میری مسجد میں آئے اور اس کا کوئی مقصد نہ ہو سوا اس کے کہ کوئی بھلائی (دین آخرت کی بات) سیکھے یا اسے سکھائے تو وہ خدا کے راستے میں جہاد کرنے والے کے مثل ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۷۱، ابن ماجہ، طبرانی، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد صرف اس ارادے سے جائے کہ وہ کوئی بھلی بات (دین وآخرت کی باتیں) سیکھے یا سکھائے۔ اسے ایسے حاجی کا ثواب ملے گا جس کا حج

کامل اور تام ہو۔ (طبرانی، ترغیب جلد ا صفحہ ۱۰۴)

فائدہ: اس میں مسجد میں دینی بیان، وعظ ونصیحت اور تعلیم وتعلّم کی فضیلت کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز کے علاوہ دینی حلقے اور وعظ ونصیحت کی مجلس بھی مشروع ہی نہیں باعث ثواب ہے۔ بعض لوگ وعظ ونصیحت کی مجلسوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ سو یہ درست نہیں۔ صرف جماعت کے وقت اس کا لحاظ کیا جائے۔ بعض لوگ جماعت کے ختم کے بعد دیر تک مسجد آکر تنہا نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ اور وعظ و بیان کی مجلس پر نکیر و اعتراض کرتے ہیں، ان کا اعتراض غلط ہے۔ خود نکیر کے لائق ہیں۔ کہ جماعت تغافل کی وجہ سے چھوڑ دی۔ اور جماعت چھوٹ جانے کے بعد مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اب ان کو نماز گھر میں پڑھنی چاہئے۔ اپنے اہل و عیال میں جماعت بنا کر نماز پڑھنی چاہئے۔ "دیکھئے جماعت کے بیان میں" حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے دو حلقے سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں اچھے ہیں۔ البتہ اچھائی میں بہتر ہے دوسرے سے۔ بہر حال یہ لوگ اللہ سے دعاؤں میں لگے ہیں۔ اور اس کی جانب (ذکر وعبادت سے) متوجہ ہیں۔ خواہ اللہ ان کو دیں یا روک دیں۔ بہر حال یہ لوگ فقہ اور علم حاصل کر رہے ہیں اسے سیکھ رہے ہیں۔ اور نہ جاننے والوں کو سکھا رہے ہیں۔ یہ لوگ افضل ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سکھانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف فرما ہو گئے۔ (دارمی جلد ا صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: دیکھئے مسجد نبوی میں دو حلقے تھے۔ ایک ذکر و دعاء کا دوسرا دین سیکھنے سکھانے کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تعریف کی مگر تعلیم کے حلقے مسجد میں قائم رہیں اور اس کا سلسلہ رہے تا کہ لوگوں کو دینی معلومات، مسائل کا علم، حرام وحلال کا علم معلوم ہو۔ یہ بھی مساجد کے مقاصد میں سے ہے۔ صرف نماز و جماعت مساجد کے اعمال نہیں۔ وعظ تقریر بھی اس کے اعمال میں سے ہیں۔

مسجد میں جھاڑو دینا حوروں کا مہر ہے

حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد میں جھاڑو دینا حور عین کا مہر ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۰، طبرانی، ترغیب جلد ا صفحہ ۱۹۷)

جنت میں گھر بنایا جائے گا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسجد کو گندگی سے صاف کرے اس کے لئے خدا جنت میں گھر بنائے گا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۵، ترغیب صفحہ ۱۹۸)

ایک عورت مسجد میں جھاڑو دینے کی وجہ سے جنت میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی اس کا انتقال ہو گیا

اس کے دفن کرنے کی اطلاع نہیں دی گئی (اور وہ دفن کر دی گئی) تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے اس کی اطلاع مجھے کرو اور فرمایا کہ میں نے اسے جنت میں دیکھا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک حبشی شخص یا عورت مسجد کی صفائی کرتی تھی، اس کی وفات ہوگئی آپ نے لوگوں سے پوچھا لوگوں نے کہا اس کا انتقال ہو گیا آپ نے فرمایا مجھے اطلاع کیوں نہیں دی چلو مجھے اس کی قبر بتاؤ آپ قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز پڑھی۔ (بخاری صفحہ ۶۵)

آپ ﷺ نے مسجد کی خدمت اور صفائی کی وجہ سے جنازہ کی اطلاع نہ ہونے پر افسوس کیا، اور قبر پر تشریف لے گئے۔

جھاڑو دینے کا ثواب آپ ﷺ کو دکھایا گیا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اعمال خیر کا ثواب دکھایا گیا۔ یہاں تک مسجد سے گندگی دور کرنے والے کا ثواب اور گناہ بھی دکھایا گیا اور اس سے زیادہ کوئی بڑا گناہ نہیں دکھایا گیا کہ جو قرآن پڑھ کر بھول گیا ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶)

مسجد کے پاس سے گزرے تو نماز پڑھتا گزرے

حضرت سعد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے زمانہ میں بازار جاتے اور مسجد سے گزرتے تو اس میں نماز پڑھ لیتے۔ (نسائی صفحہ ۱۲۰، کشف الاستار صفحہ ۲۱۱)

فائدہ: چونکہ مسجد اور جائے مسجد و نماز گواہی دیتی ہے اس لئے وقت نفل ہو اور موقعہ ہو تو کسی مسجد سے گزرتے ہوئے نماز پڑھ لے۔

مساجد جنت کے باغ ہیں گزرے تو اس میں چرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب جنت کے باغات سے گزرو تو چر لیا کرو پوچھا جنت کے باغات کیا ہیں فرمایا مساجد پوچھا چرنا کیا ہے فرمایا: "سبحان اللہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر" پڑھنا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۷۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مسجد میں آکر خاموش نہ رہے اور نہ اعمال آخرت کے علاوہ میں لگے بلکہ ذکر اذکار تلاوت اور نوافل میں مشغول رہے بہتر ہے کہ تیسرا کلمہ پڑھتا رہے۔

ہمارے لئے ہر زمین نماز کی جگہ ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پوری زمین ہمارے لئے نماز پڑھنے کی جگہ ہے اور پاکی حاصل (تیمم) کرنے کا ذریعہ ہے امت کا کوئی فرد بھی جہاں نماز کا وقت

آ جائے نماز پڑھ لے (مسجد میں ضروری نہیں کہ تلاش کرے)۔ (بخاری صفحہ ۶۲، نسائی جلد ا صفحہ ۱۲۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ساری زمین نماز پڑھنے کی جگہ ہے سوائے قبرستان اور غسل خانہ پاخانہ وغیرہ کے۔ (ترمذی صفحہ ۴۳)

مطلب یہ ہے کہ تمام زمین سجدہ اور نماز کے لائق ہے، جہاں نماز کا وقت آ جائے نماز پڑھ لے۔ مسجد کی تلاش میں نہ رہے۔ اسی طرح دوسری عبادت ذکر و تلاوت اور نوافل نمازوں کے لئے مسجد ہی کا تلاش کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہر جگہ عبادت ہوتی ہے۔ یہ اس امت کی خصوصیت ہے چنانچہ اس امت کے خصوصیتوں کے ذیل میں محدثین نے اسے بیان کیا ہے۔ اس سے پہلے کی امت پر نماز کے لئے مسجد کا ہونا ضروری تھا۔ ہر جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔

مسجد کی تعمیر اور بنانے میں ثواب کے لئے شریک ہونا

حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد کی تعمیر فرما رہے تھے لوگ پتھر اٹھا رہے تھے تو میں بھی پتھر (اینٹ) اٹھانے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اہل یمامہ ہو تم مٹی گارے میں بڑے ماہر ہو۔ تم ہمارے لئے گارا بناؤ، چنانچہ میں ان کیلئے گارا بنانے لگا اور وہ اٹھا کر لے جانے لگے۔

فائدہ: مسجد کی تعمیر کا بڑا ثواب ہے باوجودیکہ مزدور اور معمار لوگ لگے ہوں پھر بھی لوگوں کو اپنی طرف سے پیش کش کر کے شریک ہونا چاہئے اور جو لوگ بھی جس خدمت کے موافق ہو عار نہیں سمجھا چاہئے۔ دیکھئے باہر سے آنے والے معزز صحابی خود شریک ہو گئے۔ مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کو جس کام میں تجربہ اور مہارت ہو اس سے وہی کام لینا بہتر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ نے مسجد کی تعمیر میں مزدوروں کی طرح کام کیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (مسجد نبوی کی تعمیر میں) لوگ اینٹوں کو منتقل کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی سامنے سے اینٹ اپنے پیٹ پر اٹھائے آ رہے تھے میں سمجھا کہ اس سے آپ کو بہت تکلیف محسوس ہو رہی ہوگی تو میں نے کہا آپ مجھے دے دیجئے اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ دوسری اینٹ اٹھا لو اور یہ شعر پڑھا

ع اللھم لا عیش الا عیش الاخرۃ

اے اللہ دنیا میں عیش آرام نہیں آخرت میں عیش آرام ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۹)

مسجد میں کھانا پینا

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا

گوشت کھایا۔ جب جماعت کھڑی ہوئی تو سنگریزوں سے ہاتھ صاف کر کے نماز میں شریک ہو گئے۔

(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۲۱)

ابو یعلی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ مسجد (فضیح) میں تشریف لائے اور فضیح (نبیذ شربت) نوش کیا اسی وجہ سے اس کا نام مسجد فضیح ہو گیا۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۹۷، مجمع جلد۲ صفحہ۲۱)

حضرت ابن حارث کہتے ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔ (شمائل صفحہ۱۱)

مسجد میں وضو کرنا

ابوالعالیہ نے ایک صحابی سے روایت کی ہے کہ مجھے یاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں وضو کیا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۲۱، السیرۃ الشامیہ جلد۸ صفحہ۹۶، مسند احمد)

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجد میں وضو کر لیتے تھے۔

(ابن عبدالرزاق)

فائدہ: خیال رہے کہ مسجد کے فرش اور زمین پر وضو کرنا اور فرش و زمین پر پانی گرانا مسجد کی حرمت اور احترام کے خلاف ہے۔ یا تو بالکل مسجد کے کنارے اس طرح بیٹھ کر کرنا مراد ہے کہ وضو کا پانی اور ناک وغیرہ فرش مسجد سے باہر گرے اس میں کوئی قباحت نہیں خلاصہ یہ ہے کہ بیٹھے مسجد میں اور پانی گرائے مسجد کے باہر معتکف کو نفلی وضو اسی طرح کرنے کی اجازت ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں کسی بڑے برتن، تسلے وغیرہ میں وضو کیا اور پانی اسی برتن میں گرایا۔ معتکف کو مسجد میں رہتے ہوئے اسی طرح وضو کرنے کی اجازت ہے۔

مسجد میں وضو کرنے کی جگہ کہاں ہو

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری مسجدوں کو چھوٹے بچوں اور پاگلوں سے، اور خرید و فروخت کے معاملہ کرنے سے اور اپنے مقدمات کو طے کرنے سے، اور بلند آواز کرنے سے، اور سزاؤں کے نافذ اور جاری کرنے سے اور تلوار کھول کر لانے سے بچاؤ۔ اور وضو خانے وغیرہ مسجد کے دروازے پر بناؤ۔ اور جمعہ کے دن خوشبو کی دھونی دو۔ (ابن ماجہ، کنز العمال جلد۷ صفحہ۶۶۷، بیہقی)

فائدہ: اس حدیث پاک میں مساجد کے مجموعی آداب کو بیان کیا گیا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت خانہ جس میں وضو گاہ، پیشاب گاہ، اور غسل خانے سب داخل ہیں، کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ یہ مسجد کے دروازے کے پاس ہو۔ یعنی مسجد کے اندرونی حصہ یا وسط، بیچ مسجد میں یا بغل میں، دائیں جانب یا بائیں جانب نہ ہو کہ اس صورت میں وضو خانہ کے پانی وغیرہ سے مسجد کے احترام اور اکرام میں خلل پیدا ہوگا۔ وضو کے پانی اور اس کے متعلقات سے مسجد کی تلویث ہوگی۔ صفیں گندی ہوں گی، اور جماعت ہونے کی صورت میں لوگوں کو

پریشانی ہوگی۔اس لئے وضوخانے مسجد کے پوربی حصہ میں دروازے کے قریب ہونے چاہئے۔تاکہ بے وضواور گندہ شخص پاک ونظیف ہوکر مسجد میں داخل ہو۔مزید خیال رہے کہ وضوخانہ عین مسجد اور حد مسجد سے خارج ہوتا ہے۔اسی وجہ سے تو اس میں ہاتھ پیر کی گندگی اور ناک کی ریزش وغیرہ کو گرانا اور بہانا جائز ہوتا ہے۔

بعض مسجدوں میں وضوخانہ ''حوض'' خوبصورتی کے لئے وسط صحن میں بنادیتے ہیں سو یہ بہتر نہیں۔اس سے مسجد کی بے ادبی ہوتی ہے اسی طرح بعض مسجدوں میں دائیں یا بائیں رخ میں وضوخانہ بنادیتے ہیں۔اس مسجد میں آدمی حد مسجد کو پار کر کے اور اس سے گزر کر وضوخانہ میں وضو کرنے جاتا ہے۔یہ بہتر نہیں، ایسی شکل بہتر ہے کہ باوضو نظافت وطہارت کے ساتھ مسجد میں داخل ہو۔اور مسجد کی صفائی اور نظافت کا پورے طور پر خیال رہے۔ اور استنجاء خانے اور پاخانے ذرا مسجد کے حدود سے ہٹ کر رہیں تاکہ اس کی بو مسجد میں نہ آئے۔کہ مسجد کی نظافت کے خلاف ہے۔

مسجد میں سونا ممنوع ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کسی کو سوتا دیکھ کر) اٹھو مسجد میں مت سوؤ۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۲۱)

محدث بیہقی ذکر کرتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس حضرت مجاہد اور سعید بن جبیر سے مسجد میں سونے کی کراہیت منقول ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۴۷)

حضرت ابوالہیثم کہتے ہیں کہ مجھے حضرت مجاہد نے مسجد میں سونے سے منع کیا ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے ہم مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔آپ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ تھی اس سے ہمیں مارا اور فرمایا اٹھو مسجد میں مت سوؤ۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۲)

فائدہ: مسجد میں سونا لیٹنا مسجد کی حرمت اور احترام کے خلاف ہے۔اس سے مسجد کا احترام باقی نہیں رہتا خصوصاً اس دور میں مسجد میں سونے کی اجازت دینا متعدد خرابیوں اور احترام کے خلاف امور کا باعث ہے، مسافر اور معتکف کے علاوہ کسی اور کو سونے کی اجازت فقہاء کرام نے بھی دی ہے، اس دور میں گھروں کی قلت لیٹنے سونے کا خاطر خواہ مقام ہو یا نہ ہو اور بچوں اور گھریلو شور وشغب سے پریشان ہوکر مسجد کو جائے آرام بناتے ہیں درست نہیں ہے۔رمضان کے دنوں میں ٹھنڈک اور سکون وآرام ملنے کی وجہ سے مسجد میں سونے کا معمول بنا لیتے ہیں، کمر سیدھی اور کچھ تھکاوٹ دور کرنے کے نام سے مسجد میں لیٹ جاتے ہیں یہ مسجد کی حرمت وادب و مقاصد کے خلاف ہونے کی وجہ سے گناہ اور مکروہ ہے، مسجد کو نظیف اور پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے سونے والے

کا پسینہ ریح کا خروج وغیرہ اس کی صفائی کے خلاف ہے۔ بعض مسجد میں سونے والوں کا بستر بسا اوقات ناپاک یا کم از کم گندہ ہوتا ہے جس کو دیکھ کر ایک شریف و نظیف آدمی بیٹھنے سے گھن کرتا ہے، پھر بھلا اس کی اجازت کہاں ہو سکتی ہے، البتہ معتکف کو اور مسافر کو اور تبلیغی جماعت کو ضرورت کی وجہ سے اجازت ہے اور وہ بھی مسجد کی صفائی اور احترام و ادب کا لحاظ کرتے ہوئے۔ بے ادبی اور بے احترامی کی صورت میں ان کو بھی روکا جا سکتا ہے، اسی طرح عابد ذاکر و شاغل کو بھی مسجد میں احترام مسجد کے ساتھ اجازت دی جا سکتی ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما رات کو مسجد سے عبادت گزار کے علاوہ سب کو نکال دیا کرتے تھے۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۴، ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۲۲)

قیامت میں زمین فنا ہو جائے گی مساجد باقی رہیں گی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساری زمین قیامت کے دن فنا ہو جائے گی سوائے مسجد کے کہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے مل جائیں گی (اور اوپر اٹھالی جائیں گی)۔

(مجمع جلد ۲ صفحہ ۶، کنز العمال صفحہ، طبرانی اوسط جامع صغیر صفحہ ۱۹۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مساجد فنائیت اور نیستی کو قبول نہیں کریں گی جس طرح زمین پہاڑ ندی نالے نیست نابود ہو جائیں گے بلکہ ان کو اکراماً اور احتراماً جمع کر کے اوپر اٹھالیا جائے گا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کی مسجدیت باقی رہتی ہے اور قیامت میں وہ محفوظ طور پر جمع ہو کر اوپر اٹھالی جائیں گی۔

مساجد آسمان والوں کے نزدیک تاروں کی طرح ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ مساجد اللہ کے گھر ہیں، جو زمین پر ہیں آسمان والوں کے نزدیک ایسے چمکتے ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان کے تارے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۷)

فائدہ: مساجد ذکر و تلاوت کی وجہ سے آسمان والوں کے نزدیک تاروں کی طرح چمکتے ہیں یہ چمکنا تلاوت ذکر اور عبادات کے آثار ہیں۔ زمین پر ذکر و عبادت کے مقامات آسمان والوں کے لئے تاروں کے مانند چمکتے ہیں اور یہ زمین باعث فخر ہو جاتی ہے اسی کو کسی عارف نے کہا ہے ؎

رشک کرتا ہے فلک ایسی زمین پر اسعد
جہاں دو گھڑی ذکر خدا ہوتا ہے

مسجد میں افضل جگہ کون سی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد میں افضل ترین جگہ امام کے بالکل پیچھے ہے رحمت اولاً

امام سے شروع ہوتی ہے پھر جو اس کے پیچھے ہوتا ہے پھر دائیں پھر بائیں پھر پوری مسجد کو گھیر لیتی ہے۔
(کنز العمال صفحہ ۶۱۴)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ امام کے مقابل پیچھے ہونا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

مؤمن کی وفات پر اس کی جائے نماز روتی ہے

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے ایک روایت میں ہے کہ جب مؤمن کا انتقال ہوتا ہے تو زمین کا وہ حصہ جس پر وہ نماز پڑھا کرتا تھا، روتا ہے اور آسمان کا وہ حصہ جہاں سے اس کے اعمال آسمان پر جاتے تھے روتا ہے پھر قرآن کی آیت "**فما بكت عليهم السماء والارض وما كانوا منظرين**" پڑھی۔ (ابن ابی الدنیا الزہد والرقائق اتحاف السادہ صفحہ ۱۳)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ مؤمن کی موت پر زمین چالیس صبح روتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عالم کی موت پر زمین چالیس صبح تک روتی ہے۔

معاویہ بن قرہ کہتے تھے کہ زمین کے جس حصہ پر وہ نماز پڑھتا تھا وہ مؤمن کے مرنے سے روتی ہے۔

جائے عبادت کی زمین دوسرے مقام پر فخر کرتی ہے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مرفوعاً روایت ہے کہ زمین کے جس کسی حصہ پر خدا کا ذکر (اس کی عبادت ہوتی ہے) وہ اپنے اردگرد کی زمین پر فخر کرتی ہے اور ساتوں زمین کی تہ تک یہ خوش خبری سناتی ہے (کہ میرے اوپر خدا کی عبادت کی گئی)۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۳۲، طبرانی)

اسی کو ایک عارف شاعر نے کہا ہے ؎

رشک کرتا ہے فلک ایسی زمین پر اسعد
جہاں دوچار گھڑی ذکر خدا ہوتا ہے

نماز جس جگہ پڑھی جائے وہ جگہ گواہ ہو جاتی ہے

امیر المؤمنین ابن مبارک نے عطا خراسانی سے نقل کیا ہے کہ زمین کے جس کسی حصہ پر مؤمن کوئی ایک بھی سجدہ کرتا ہے وہ زمین قیامت کے دن گواہی دے گی اور جس دن اس کی وفات ہوتی ہے وہ روتی ہے۔
(کتاب الزہد اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۳۱)

ابن مبارک اور محدث ابوالشیخ نے ثور بن یزید کی روایت سے نقل کیا ہے کہ زمین جس کسی حصہ پر بھی بندہ اپنی پیشانی خدا کو سجدہ کرنے کے لئے رکھتا ہے وہ زمین قیامت کے دن گواہی دے گی اور موت کے دن روئے گی۔ (شرح احیاء جلد ۳ صفحہ ۳۲)

فائدہ: زمین کے جس حصہ پر بھی عبادت کی جائے گی وہ زمین قیامت کے دن گواہی دے گی کہ اس نے عبادت کی تھی اس لئے مؤمن کو چاہئے کہ جہاں کہیں جنگل بیاباں صحراء پہاڑ دریا کنارے جائے نماز یا بیٹھ کر ذکر کرے تا کہ کل قیامت میں وہ گواہی دے شائد اس کی گواہی سے مغفرت ہو جائے۔

مسجد میں مسواک کرنا منع ہے

حضرت عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ مسواک مسجد میں کرنا مکروہ ہے اسی طرح جس طرح مسجد میں ناخن کاٹنا۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ٤٣٩)

فائدہ: مسجد میں مسواک کرنا مسجد کی نظافت کے خلاف ہے اور گندگی کا باعث ہے مسواک کرتے وقت منہ سے گندگی اور بدبو نکلتی ہے اور مسجد کو ان امور سے پاک رکھنے کا حکم ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ مسواک کرتے رہتے ہیں اور ٹہلتے رہتے ہیں۔ اور مسواک کے ایک آدھ ریشے جو منہ میں ٹوٹ جاتے ہیں پھینکتے رہتے ہیں، یہ تو اور بری بات ہے۔ اور وہ جو حدیث پاک میں ہے "**المسواك عند الصلٰوة**" اس کا مطلب عند وضو الصلوٰۃ ہے۔ اس دور میں خصوصاً ضعف لثہ کی وجہ سے مسواک کرتے اور رگڑتے وقت خون نکل جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خون نجس اور ناپاک وغلیظ شے ہے، مسجد میں اس کا نکلنا کیسے گوارہ کیا جا سکتا ہے، لہٰذا مسواک مسجد سے باہر وضو خانہ وغیرہ میں کیا جائے۔ مرقات میں بھی مسجد میں مسواک کرنے سے منع کیا ہے۔ (صفحہ ٢٠٣)

کیا کیا چیزیں مسجد میں ممنوع اور درست نہیں؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاگلوں سے، چھوٹے بچوں سے اور زور سے بولنے سے، اور تلوار نکالنے سے اور خرید فروخت اور حدوں کے قائم کرنے سے اور لڑائی جھگڑے سے مسجد کو بچاؤ۔ اور ہر جمعہ کو مسجد میں خوشبو کی دھونی دو۔ اور وضو خانہ کو مسجد کے دروازے کے پاس بناؤ۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ٤٤٢)

فائدہ: خیال رہے کہ مساجد میں وہ تمام چیزیں عبادت ذکر تلاوت اور آخرت کے اعمال کے علاوہ ہو اور اسی طرح شرافت وقار اکرام کے خلاف ہونا جائز ہیں۔ مثلاً سیاسی باتیں، بازاری باتیں، گھریلو اور معاشرتی باتیں۔ اسی طرح مسجد میں اِدھر اُدھر کھڑے رہنا۔ بلا وصف کے ترتیب کے قبلہ کے رخ کے علاوہ دوسری طرف منہ کر کے بیٹھنا۔ مسجد میں دھلے کپڑے کا سکھانا مسجد میں حجامت بالوں کا بنانا (سوائے معتکف) یہ سب امور منع ہیں۔

مسجد میں خرید وفروخت لین دین منع ہے

حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔

(نسائی جلد ١ صفحہ ١١٧، ترمذی صفحہ ٧٣)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مسجد میں کسی کو خرید و فروخت کرتے دیکھو تو اسے کہہ دو کہ خدا تمہیں تجارت میں نفع نہ دے۔ (ابن حبان صفحہ ۵۲۸، ترغیب جلد ا صفحہ ۲۰۳، ترمذی)

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی مسجدوں کو خرید و فروخت سے بچاؤ۔ (ترغیب صفحہ ۱۹۹، ابن ماجہ، طبرانی)

فائدہ: معتکف کے علاوہ مسجد میں کسی قسم کا معاملہ خرید فروخت کا کرنا درست نہیں گناہ کی بات ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ مسجد میں بیچنے والے کو یہ کہے: "**لا اربح اللہ تجارتك**" خدا تیری تجارت میں فائدہ نہ دے۔ (ابن عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۴۴۱)

مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنا منع ہے

عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن نماز سے قبل حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۷۳)

فائدہ: احترام مسجد میں یہ ہے کہ مسجد میں جب داخل ہو اور ابھی جماعت میں وقت ہو تو صف میں قبلہ رخ بیٹھ جائے۔ اور ذکر تسبیح یا تلاوت و مراقبہ میں مشغول ہو جائے اِدھر اُدھر مجلس بنا کر باتوں میں لگنا منع ہے۔ عموماً لوگ دور دراز سے جمعہ کے دن ذرا پہلے آجاتے ہیں۔ اور بجائے ذکر تلاوت کے حلقہ بنا کر ملاقاتی باتیں اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس سے حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے۔

مسجد میں شعر پڑھنا ممنوع ہے

حارثہ بن مضرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب تم کسی شیخ کو دیکھو کہ وہ جمعہ کے دن مسجد میں شعر پڑھ رہا ہے اور جاہلیت کی باتیں ذکر کر رہا ہے تو اس کے سر پر لاٹھی مارو۔ (مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۱۰۱)

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (مطالب صفحہ ۱۰۰)

عورتوں کا مسجد نماز کے لئے جانا کیسا ہے

ابوحمید الساعدی کی بیوی ام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے یہ بہت پسند ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھوں (یعنی مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں مجھے معلوم ہے کہ تمہیں میرے ساتھ نماز پڑھنا بہت پسند ہے (سو سن لو) تمہاری نماز چھوٹے کمرے میں پڑھنا بہتر ہے بڑے کمرے سے۔ اور بڑے کمرے میں بہتر ہے گھر میں پڑھنے سے۔ اور تمہاری نماز گھر میں بہتر ہے محلّہ کی مسجد میں پڑھنے سے۔ اور محلّہ کی مسجد

میں تمہاری نماز بہتر ہے میری مسجد سے۔ چنانچہ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے حکم دیا کہ گھر کے بالکل کنارے میں جہاں زیادہ اندھیرا رہتا ہو نماز کی جگہ بنا دی جائے۔ اور اسی جگہ ہمیشہ نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ خدائے پاک سے جاملیں۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۲۵، مجمع الزوائد صفحہ ۳۴)

فائدہ: دیکھئے ام حمید جو ایک متقی پرہیزگار صحابیہ تھیں درخواست اور تمنا ظاہر کی کہ میں مسجد نبوی میں آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کروں گی۔ آپ ﷺ نے ان کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا کہ چھوٹے حجرے میں جہاں اندھیرا اور تاریکی رہتی ہو وہاں سب سے بہتر ہے بمقابلہ دوسری جگہ کے اور انتہائی پردے کی جگہ کو بہت بہتر بتایا ہے۔ اس کی تمنا کے مقابلہ میں آپ ﷺ نے اس کے پردہ کو ترجیح دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ عورتوں کا مسجد میں نماز کے لئے آنا بالکل پسند نہ فرماتے تھے۔

عورتوں کے لئے گھر کا گوشہ بہتر ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر عورتوں کی نماز پڑھنے کی جگہ گھر کا کونا اور کنارے کا کمرہ ہے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۲۶، مجمع صفحہ، جلد ۲ صفحہ ۳۳)

فائدہ: چونکہ اس میں سب سے زیادہ پردہ ہے۔

عورتوں کی نماز روشنی کے بجائے تاریکی میں بہتر ہے

حضرت ابوالاحوص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے لئے بہترین، باعث فضیلت نماز وہ ہے جو گھر کے کسی زیادہ تاریک اور اندھیرے مکان میں ادا کی گئی ہو۔

(صحیح ابن خزیمہ صفحہ، ترغیب صفحہ ۲۲۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس عورت کی نماز سے بہتر کسی کی نماز نہیں جس نے گھر کے زیادہ تاریک اور اندھیرے مکان میں ادا کیا ہو۔ (طبرانی، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۲۷)

فائدہ: دیکھئے ان روایتوں میں کس قدر حکیمانہ اسلوب سے مسجد کے مقابلہ میں گھر کے اس مقام کو ترجیح اور باعث فضیلت بیان کیا گیا ہے جہاں زیادہ تاریکی اور اندھیرا رہتا ہو، جیسے گھر کی چھوٹی کوٹھری یا کسی گوشہ اور کنارے میں تاکہ وہ نماز اور عبادت کی حالت میں بھی تنہائی اور ستر کے ساتھ رہے اور ظاہر ہے یہ بات مسجد میں کہاں نصیب ہو سکتی ہے، وہاں مردوں کے اختلاط، وہ بھی اجانب کا آپ ﷺ اسے کہاں پسند کرتے تھے بعد کے حالات کو دیکھ کر آپ ﷺ خود عورتوں کو مسجد سے منع فرما دیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ان چیزوں کو دیکھ لیتے جن کو انہوں نے بعد میں اختیار کیا تو آپ ﷺ ان کو مسجد آنے سے منع فرما دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا۔ راوی

نے عمرہ سے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں تھیں انہوں نے کہا: ہاں (بالکل مسجد آنے سے اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا)۔ (بخاری صفحہ ۱۲۰، مسلم صفحہ ۱۸۳ ض)

فائدہ: علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا نے اپنے زمانہ میں عورتوں کے بعض منکرات کو دیکھا جب کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی وفات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا تو منع کی قائل ہوگئیں اگر ہمارے زمانہ میں (علامہ عینی کے زمانے میں جب کہ نویں صدی ہجری کا زمانہ تھا) عورتوں کے منکرات کو جو عصری عورتوں میں رائج ہوگئیں ہیں اگر دیکھ لیتیں تو شدت سے انکار کرتیں۔ اور اس زمانہ میں جب کہ پندرہ ہویں صدی ہجری کا عہد ہے عورتوں کی عریانیت اور فتنہ کہاں پہنچ چکا ہے اہل علم پر مخفی نہیں لہٰذا بدرجہ اولیٰ منع اور شدت سے روکی جائیں گی اور ہرگز ان کو اجازت دے کر فتنہ کے دروازے کو مساجد کے حق میں نہیں کھولا جائے گا۔ علامہ تیمی کے قول کو علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ عورتوں کو فساد حادث کے سبب مسجد جانے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ (عمدۃ القاری جلد ا صفحہ ۱۵۹)

بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد آنے سے کیوں روکا گیا

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ قبیلہ مزینہ کی ایک عورت مسجد میں داخل ہوئی زینت کے ساتھ ناز انداز سے مسجد میں چل رہی تھیں اس پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے لوگو اپنی عورتوں کو لباس زینت سے مسجد اور مسجد میں نزاکت کے ساتھ چلنے سے منع کرو بنی اسرائیل کی عورتوں پر اس وقت تک لعنت نہیں کی گئی جب تک کہ مزین لباس انہوں نے نہیں پہنا اور مسجد میں نزاکت کی چال اختیار نہیں کی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۸۸)

فائدہ: عورتوں کی فطرت میں داخل ہے کہ جب وہ باہر نکلیں گی تو زینت اور کچھ نہ کچھ بناؤ سنگھار ضرور اختیار کریں گے اور چال ڈھال میں کچھ نزاکت اختیار کریں گی۔ مسجد میں نماز پڑھنے آئیں گی وہاں مردوں کی بھیڑ ہوگی تو ضرور کچھ نہ کچھ زینت اور شفافیت اور صفائی اختیار کریں گی اور یہ عوام کے لئے فتنہ کا باعث ہوگا اس لئے بنی اسرائیل کی عورتوں کو بھی مسجد سے روکا گیا ان پر لعنت کی گئی لہٰذا امت محمدیہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عورتوں کو بھی روکا جائے گا تاکہ ان کے اور مردوں کے حق میں کوئی خلاف تقویٰ اور خلاف شرع بات نہ پیدا ہو جائے۔

علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ اپنے زمانہ نویں ہجری میں فتنہ وفساد کے عام ہونے کی وجہ سے عورتوں کے خروج کے قائل نہیں تھے چنانچہ لکھتے ہیں:

"بخلاف زماننا هذا، فان الفساد فيه فاش والمفسدون كثيرون"

(عمدہ جلد ۶ صفحہ ۱۵۷)

حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عورتوں کو مسجد سے نکلنے کا حکم دیتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے عورتوں کو جمعہ کے دن مسجد جاتے دیکھا تو فرمایا: ان کو نکالو اور کہو گھر جائیں یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۲۷، مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۳۵)

فائدہ: عورتیں جمعہ کے موقعہ پر مسجد آرہی تھیں ان کو حکم دیا گیا کہ گھر جاؤ، تمہارے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ سوچئے کس زمانے کی بات ہے عہد صحابہ کی جسے نبوت کی زبانی خیر القرون کہا گیا ہے اور اب یہ عہد بددینی کے غلبہ کا ہے جس کی شہادت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دی ہے۔ "ثم فشی الکذب" کہ اس کے بعد بددینی عام ہو جائے گی عورتوں کو مسجد میں کس طرح اجازت دی جائے گی افسوس کہ امت مسلمہ کا ایک طبقہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ناپسندیدہ چیزوں کی اجازت دے کر عورتوں کے فتنہ کو بازار سے مسجد میں لانا چاہتا ہے۔

باوجود مسجد کے ثواب کے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نہ اجازت دی نہ پسندیدہ سمجھا

ابوحمید الساعدی کی بیوی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئیں اور یہ درخواست پیش کی کہ اے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں آپ کے ساتھ (مسجد نبوی میں) نماز پڑھنا چاہتی ہوں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو مگر سن لو تمہاری نماز گھر کے چھوٹے کمرے میں بہتر ہے گھر کے بڑے کمرے میں پڑھنے سے (کہ اس میں پردہ کا زیادہ لحاظ ہے) اور تمہاری نماز بڑے کمرے سے بہتر ہے گھر میں پڑھنے سے اور گھر کی نماز سے بہتر ہے محلّہ کی مسجد میں پڑھنے سے اور محلّہ کی مسجد میں بہتر ہے میری مسجد نبوی میں پڑھنے سے۔ (ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۲۲۵)

دیکھئے ابوحمید مشہور جلیل القدر صحابی کی بیوی نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت چاہی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کس طرح سمجھایا اور اپنی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کو پسند نہ فرمایا اور سمجھایا کہ گھر بہتر ہے مسجد نبوی سے۔

متعدد روایتوں میں مروی ہے کہ مسجد نبوی سے عورتوں کی نماز گھر میں اور گھر میں نہیں بلکہ گھر کی اس کوٹھری میں جہاں تاریکی اور اندھیرا ہو پڑھنا بہتر ہے ادھر دوسری جانب اس فضیلت کو اور اس ثواب کو دیکھئے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مسجد نبوی کا ثواب ایک ہزار نماز بیان کیا ہے اس سے یہ بات بالکل بین اور واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ثواب مردوں کے حق میں ہے عورتوں کے حق میں نہیں اسی وجہ سے محدث ابن خزیمہ نے باب قائم کیا ہے:

"باب اختیار صلاۃ المراۃ فی حجرتها علی صلاتها فی دارها ...... وان کانت صلاۃ فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعدل الف صلاۃ فی غیره من

المساجد ...... انما اراد صلاۃ الرجال دون صلاۃ النساء'' (ترغیب صفحہ ۲۲۵)

محدث ابن خزیمہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ باوجود مسجد نبوی میں ایک ہزار کا ثواب ہونے کے آپ ﷺ عورتوں کے حق میں گھر میں چھوٹا کمرہ افضل قرار دے رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی کا ثواب ایک ہزار یہ عورتوں کے حق میں نہیں بلکہ مردوں کے حق میں ہے۔ اب یہ بتایئے کہ جب گھر میں افضل ہے تو اس افضل کو چھوڑ، غیر افضل کو اختیار کرنا صحیح ہوگا؟ ہرگز نہیں کاش اجازت دینے والے ان امور پر غور کرتے تو اجازت نہ دیتے۔ نیز زمانہ کے تغیر سے احکام متغیر ہو جاتے ہیں اس اعتبار سے اس زمانہ میں بالکل گنجائش نہیں، مزید یہ مضمون ''جنتی عورت'' کتاب میں دیکھئے۔

حج اور عمرہ کے موقع پر گنجائش

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلفاً کہا کرتے تھے عورتوں کے لئے نماز پڑھنے کی جگہ گھر سے بہتر کہیں نہیں ہاں مگر یہ کہ حج وعمرہ کی حالت میں ہو یا یہ کہ بہت زیادہ بوڑھی ہو جس کی وجہ سے چلنا بھی مشکل ہو آہستہ آہستہ چلتی ہو۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۳۵، عمدۃ القاری جلد۶ صفحہ ۱۵۷، اعلاء السنن)

فائدہ: خیال رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عورتوں کے مسجد آنے پر سخت تنکیر فرماتے تھے جمعہ کے دن جو عورتیں آتی تھیں ان کو مسجد سے نکال باہر فرماتے تھے۔ جیسا کہ ماقبل میں گزرا اسی طرح علامہ عینی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فتویٰ کو نقل کیا ہے کہ ان سے ایک عورت نے جمعہ کے دن مسجد میں نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا گھر کے گوشہ میں تمہارے لئے نماز پڑھنا افضل ہے بمقابلہ چھوٹے کمرے میں پڑھنے کے۔ اور کمرہ میں پڑھنا بہتر ہے حجرہ میں پڑھنے سے اور حجرہ بہتر ہے محلّہ کی مسجد سے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۵۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج اور عمرہ کی صورت میں عورتوں کو اجازت دے رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ حج وعمرہ پر جانے والی عورتوں کو مسجد حرام اور مسجد نبوی میں گنجائش دے رہے ہیں اعلاء السنن میں ابن مسعود کی اس روایت کو نقل کیا ہے جس سے اس کا اشارہ ملتا ہے کہ حج وعمرہ پر جانے والی کو گنجائش دے رہے ہیں کہ وہ مسجد حرام ومسجد نبوی میں نماز کے لئے جا سکتی ہیں۔ چنانچہ وہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

''فیہ دلالۃ علی خروج النساء مطلقاً سواء کن شواب او عجائز للصلاۃ فی مسجد الحرام او مسجد النبی وعلیہ عمل اھل الحرمین الیوم ولکن ینبغی تقییدہ بالضرورۃ کما اذا حضرت المسجد للطواف فی الحج والعمرۃ.''

(جلد۴ صفحہ ۳۲۱)

پھر حج و عمرہ پر جانے والی عورتیں عموماً خلاف شرع امور سے محفوظ بھی رہتی ہیں ایسے موقعہ پر خود بھی احتیاط کرتی ہیں اور حجاج بھی احتیاط کرتے ہیں۔ اپنے علاقے اور ملک و محلے میں جس فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے۔ ایسے مقدس مقام اور وقت پر نہیں رہتا ہے۔ اور امت کا تعامل بھی اسی پر چلا آرہا ہے اس لئے پردہ اختیار کرتے ہوئے اور مردوں کے اختلاط سے بچتے ہوئے حج اور عمرہ پر جانے والی عورتوں کے لئے حرمین شریفین میں نماز کی گنجائش ہے لیکن وہاں بھی نقاب کھول کر مردوں کی بھیڑ میں مخالطت کریں گی تو روکا جائے گا۔

بہترین اور بدترین مقامات کون سے ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا بدترین مقام کون سا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے نہیں معلوم یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے معلوم نہ کرلوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں یہاں تک کہ میں حضرت میکائیل علیہ السلام سے نہ معلوم کرلوں۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا۔ بہترین مقامات مساجد ہیں اور بدترین مقامات بازار ہیں۔ (ابن حبان صفحہ ۶۷۴، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۶۵، مجمع الزوائد صفحہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا بہترین جگہ کون سی ہے انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے پوچھو۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام رونے لگے اور فرمایا: اے محمد میری کیا مجال کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کروں وہ چاہیں تو مجھے بتادیں (میری طاقت اور ہمت نہیں کہ بارگاہ ایزدی میں سوال کے لئے منہ کھولوں) چنانچہ وہ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ پھر آئے تو بتایا بہترین جگہ زمین پر خدا کے یہ گھر (مساجد ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا بدترین جگہ۔ پھر وہ آسمان کی جانب چڑھے اور آئے اور فرمایا: بدترین جگہ بازار ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ نہ فرماتے تاوقتیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں القانہ کیا جاتا۔ اگر نہ معلوم ہوتا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے یا وحی کا انتظار فرماتے۔

خدا کے نزدیک محبوب اور مبغوض جگہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے نزدیک محبوب ترین جگہ مساجد اور مبغوض ترین جگہ بازار ہیں۔ (مسلم، ابن حبان جلد ۴ صفحہ ۴۷۷)

فائدہ: مسجد کا بہتر ہونا تو اس وجہ سے ہے کہ یہاں عبادت میں مصروف اور گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور بازار بدتر اس وجہ سے کہ ہر قسم اور نوع کے گناہوں کا اڈہ ہے، دنیا کی رغبت اور حرص کا باعث کفار فساق دنیا دار

سے خلط ہے۔ عورتوں کی عریانیت بے پردگی، جھوٹ مکر، خداع کا شیوع، غرض کہ گناہوں کا ذریعہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بازار ضرورت سے ہی جائے۔ تفریح یا یونہی اس کا عادی نہ ہو۔ بازار اور دکانوں میں مجلس لگانے کے بجائے گھر میں بیٹھے۔

مساجد البیوت

گھر میں نماز ذکر وغیرہ کی جگہ متعین کر لینا مسنون ہے

محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا میں آنکھوں سے معذور ہوں اپنی قوم میں نماز پڑھاتا ہوں جب بارش ہوتی ہے اور ہمارے اور ان کے درمیان وادی کے نالے بارش سے بھر کر بہنے لگتے ہیں تو میں مسجد نہیں آ سکتا ہوں۔ کہ ان کو نماز پڑھاؤں۔ میں اے رسول اللہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائیں اور (کسی جگہ) نماز پڑھ دیں تو میں اسی جگہ کو مصلیٰ (اپنی نماز کی جگہ) بنالوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انشاء اللہ ایسا کر دوں گا۔ عتبان کہتے ہیں کہ جب دن نکل آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صبح تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو (گھر میں) آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے اجازت دی گھر میں تشریف لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے بھی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ کہاں چاہتے ہو کہ تمہارے گھر میں نماز پڑھوں (جسے تم اپنی مسجد بنالو) میں نے گھر کے ایک کونے کی جانب اشارہ کیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تکبیر کہی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے صف کی طرح دو رکعت نماز پڑھی سلام پھیرا تو ہم نے آپ کو روک لیا وہ حلوہ کھلانے کے لئے جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنایا تھا۔ (بخاری صفحہ ۶۰)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں نوافل وعبادات کی تاکید فرمائی ہے کہ نوافل وعبادات، اذکار وتلاوت کے نور سے گھر منور ہے اور عورتیں بھی گھر میں نماز پڑھتی ہیں اس لئے بہتر ہے کہ گھر میں کوئی ایک نماز اور دیگر عبادات کے لئے متعین کر لی جائے وہیں سب نماز اور دیگر عبادت کریں یہ حصہ گھر کی مسجد ہوگی اسی جگہ عورتیں ماہ رمضان میں اعتکاف کریں گے یہ حصہ برکۃ مسجد ہوگا شرعاً مسجد نہیں ہوگی لہٰذا اجنبی کا آنا یہاں جائز ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے گھروں میں مسجد بنائیں اور اسے پاک وصاف رکھیں اور خوشبو دیتے رہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶)

فائدہ: محدثین نے بیوت المساجد کے نام سے باب قائم کر کے اشارہ کیا ہے کہ گھر کے کسی ایک حصہ کو نماز

اور دیگر عبادات کے لئے متعین کر لینا مسنون ہے اس سے گھر میں بہت برکت ہوتی ہے شیاطین اور خبائث کا اثر نہیں ہوتا۔

تحیۃ المسجد

مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (ترمذی صفحہ ۷۱، بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۴۸، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۴۸، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو مسجد میں داخل ہوا فرمایا کہ بغیر دو رکعت پڑھے مت بیٹھو۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۲۹)

فائدہ: مسجد میں داخل ہوتے وقت جب کہ وقت ممنوع اور مکروہ نہ ہو تو دو رکعت پڑھنا مستحب ہے دو سے زائد چار بھی پڑھا جا سکتا ہے، یہ جو مشہور ہے کہ اگر بیٹھ گیا تو تحیۃ المسجد ساقط ہو جاتا ہے یہ صحیح نہیں۔ شرح احیاء میں آیا ہے کہ اگر بیٹھ جائے تب بھی دو رکعت پڑھ لے۔ چنانچہ سعید غطفانی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے کے بعد حکم دیا کہ پڑھو اسی طرح مسجد میں آنے کے بعد فرض یا سنت پڑھنے لگا تو تحیۃ المسجد کے لئے کافی ہو جائے گا۔ الگ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں خیال رہے کہ داخل ہوتے ہی دو رکعت سنت یہ مسجد حرام کے علاوہ کے لئے ہے مسجد حرام کے لئے تحیۃ المسجد کی رکعت کے بجائے طواف ہے۔ (اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۲۸)

علامہ شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مسجد کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے پوچھا اس کا کیا حق ہے اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: جب تم مسجد میں داخل ہو تو مت بیٹھو تاوقتیکہ دو رکعت نماز پڑھ لو ایک روایت میں ہے کہ تاوقتیکہ دو سجدے نہ کر لو۔

ایک دن حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے وہ آئے اور بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا بیٹھنے سے قبل کس نے دو رکعت پڑھنے سے تم کو منع فرمایا؟ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بیٹھا پایا (اس لئے بیٹھ گیا) تو آپ نے فرمایا: جب تم مسجد آؤ مت بیٹھو تاوقتیکہ دو رکعت نماز نہ پڑھ لو۔ (مسلم، کشف الغمۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)

مسجد میں جوتا چپل کہاں اتارے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً منقول ہے کہ جوتوں کو مسجد کے دروازے پر اتارنے کا طریقہ

اختیار کرو۔ (طبرانی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۶۳)

فائدہ: مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ مسجد کے حدود میں جہاں نماز اور جماعت ہوتی ہے ایسی زمین پر جوتے چپل کے ساتھ جانا بے ادبی اور اکرام کے خلاف ہے جوتے چپل میں گندگی نہ ہوتب بھی اکرام مسجد کے خلاف ہے۔ لہٰذا دروازے پر ہی جہاں سے مسجد کی حد شروع ہو جاتی ہے جوتے چپل کھول دینا چاہئے۔

جوتے چپل مسجد میں کہاں رکھ سکتا ہے

عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فتح مکہ کے موقعہ پر (مسجد حرام) میں نماز پڑھی اور اپنے چپل مبارک کو اپنی بائیں جانب رکھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۳، ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سنت میں سے یہ ہے کہ جب آدمی بیٹھے تو جوتے اتارے اور آدمی اپنے بغل میں رکھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱، ادب مفرد صفحہ ۳۴۷)

فائدہ: معلوم ہوا کہ جوتا چپل اتار کر مسجد لے جا سکتا ہے۔ اور مسجد میں کسی محفوظ جگہ میں یا اپنے بغل میں رکھ سکتا ہے۔ چونکہ غیر محتاط جگہ میں رکھنے سے گم ہونے پر شدید پریشانی اور مال کا ضیاع ہو سکتا ہے۔ اگر گرد غبار ہو تو اسے جھاڑ لے تاکہ نہ مسجد میں گرے اور نہ مسجد ملوث ہو۔ بہتر تو یہ ہے کہ کسی پولیتھین یا تھیلے میں ڈال کر پھر مسجد میں رکھے تاکہ نجاست یا غلاظت کے ریزے مسجد میں نہ گریں۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جوتے احترام قبلہ کے پیش نظر آگے کی جانب نہ رکھے اور نہ دائیں جانب رکھے اور نہ پیچھے رکھے کہ کوئی اٹھا لے جائے۔ (مرقات جلد ۲ صفحہ ۴۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مسجدوں میں سامنے قبلہ کی جانب جو جوتے رکھنے کے بکس وغیرہ بنے ہوئے ہوتے ہیں یہ بہتر نہیں کہ بے ادبی ہے۔ اسے مسجد کے دونوں جانب رکھ دیئے جائیں۔ نیز حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں اپنے بغل میں رکھنا بے ادبی اور شرافت کے خلاف نہیں۔ اس طرح مسجد کے اندر لے جانا اور محفوظ طور پر رکھنا کوئی بے ادبی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں چپل لے کر گئے اور اپنے بغل میں رکھا۔

مسجد سے گزرنا اور نماز نہ پڑھنا قیامت کی علامت ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ آدمی مسجد سے گزرے گا اور دو رکعت نماز نہ پڑھے گا۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۲۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نماز کی اہمیت عبادات کا ذوق شوق جاتا رہے گا چنانچہ آپ دیکھیں گے بہت سے لوگ مسجد کی زیارت کرتے ہیں مسجد کو دیکھتے ہیں مگر ان کو دو رکعت نماز کی توفیق نہیں ہوتی۔ سنت یہ ہے کہ کسی بھی مسجد کی زیارت کرے مثلاً مشہور یا تاریخی مسجد تو وہاں نماز بھی پڑھ لے تاکہ مسجد کا حق ادا ہو اور وہ کل قیامت کے

میدان میں گواہی دے۔

قبلہ کی جانب ایسی چیز کا ہونا جس سے خلل پیدا ہو ممنوع ہے

عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں داخل ہونے کے بعد بلایا اور فرمایا: میں جب بیت اللہ میں داخل ہوا تو مینڈھے کی سینگھوں کو دیکھا میں اس وقت بھول گیا کہ تمہیں کہوں کہ اسے چھپا دو، سو ان دونوں کو چھپا دو (پردہ ڈال دو) اس لئے کہ (بیت اللہ) کے قبلہ کی جانب کوئی ایسی چیز نہ ہو جو نماز میں خلل ڈالے۔ (ابوداؤد، نیل الاوطار صفحہ ۱۶۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے ایک جانب تصویر دار کپڑا بطور پردے کے لگا تھا آپ نے ان سے فرمایا: اس سے اس تصویر کو مٹا دو کہ نماز میں یہ ہمیشہ خلل ڈالتی رہی۔ (بخاری صفحہ ۵۴، نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۱۶۴)

فائدہ: معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والے کے رخ قبلہ کی جانب کسی بھی ایسی چیز کا ہونا جس سے ذہن اور آنکھ اس کی جانب جائے اور نماز میں دھیان منتشر ہو خلل پیدا ہو خشوع و خضوع میں مخل ہو منع ہے، اسی خلل ہونے کی وجہ سے آپ نے منع فرمایا، اگر کوئی چیز ہو اور زبان سے پڑھ لیا تو نماز ہی فاسد ہوگئی اور دل سے پڑھا تو نماز میں کراہت ہوئی۔ عموماً لوگ مسجد میں قبلہ کی جانب اعلان واشتہار وغیرہ آویزاں کر دیتے ہیں یہ درست نہیں کہ نماز میں ذہن منتشر ہوتا ہے اس سے خلل پیدا ہوتا ہے چنانچہ مدارس کے اشتہار عموماً مسجدوں میں بجانب قبلہ آویزاں کر دیتے ہیں بہت بری بات ہے۔ یہ رنگ برنگ کے خوشنما ہوتے ہیں نماز میں خلل پیدا کرتے ہیں۔ کچھ ناواقف لوگ تو زبان سے پڑھ بھی لیتے ہوں گے تو ان کی نماز ہی فاسد ہو جاتی ہوگی اس سے سختی سے منع کیا جائے، ہاں دائیں جانب یا پیچھے کی طرف لگانے کی گنجائش ہے اگر نماز یا مسجد کے آداب ومسائل کے متعلق کوئی مفید بات ہو تو ذرا اوپر کر کے لگائیں تاکہ نماز میں نگاہ کے سامنے نہ پڑے۔

قبروں کو سجدہ گاہ یا مثل سجدہ گاہ بنانا حرام ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت ہو یہود پر کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ (بخاری صفحہ ۶۲، صفحہ ۱۸۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے۔ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں کہ میری قبر کو بت (جائے عبادت) بنا دیا جائے۔ سو اللہ پاک جل شانہ کا غضب انتہائی سخت ہوگیا اس قوم پر جس نے حضرات انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ (کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۲۲۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ مرض وفات میں ذرا ہوش میں آتے تو فرماتے۔ خدا کی لعنت اور پھٹکار اس قوم پر جس نے نبیوں کی قبروں کو جائے عبادت بنالیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس طرح فرمایا۔ (مسند بزار، کشف الاستار جلد ا صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: نبی پاک ﷺ مرض وفات میں بہت اہتمام سے بار بار فرمارہے تھے کہ دیکھو خدا کی لعنت و پھٹکار اس قوم پر جس نے معزز ہستیوں حضرات انبیاء کرام کی قبروں کو جائے عبادت بنالیا اس کا مطلب یہ تھا کہ تم ہرگز اس طرح یعنی خدا کے برگزیدہ ہستیوں کی قبروں کے ساتھ عبادت گاہ کی طرح تقرب و تعظیم کا معاملہ کرکے خدائی لعنت میں ہرگز گرفتار نہ ہونا۔

قبروں کو مثل مسجد و عبادت گاہ بنانے کا مطلب

❶ جس طرح مسجد میں نماز، ذکر تلاوت تسبیح و استغفار وغیرہ پڑھی جاتی ہیں اس طرح مقبرہ پر ان عبادتوں کا کرنا گو اللہ کے لئے کرے مگر شائبہ شرک ہے۔

❷ اس طرح نماز پڑھنا کہ رخ قبلہ بھی ہو اور سامنے قبر بھی ہو یہ حرام ہے اس میں شرکت ہے رخ عبادت میں غیر اللہ کی۔

❸ جس طرح مساجد، اللہ کے گھر سے تقرب خداوندی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح مزاروں سے ان بزرگوں کے تقرب اور خوشنودی کو حاصل کرنا۔

❹ جس طرح رنج و غم و فکر پریشانی کے موقعہ پر مسجد میں آنا اور دربار الٰہی میں تضرع و انکساری کرنا مشروع اور محمود و مطلوب ہے اسی طرح اور اس مقصد کے لئے مقبروں اور مزاروں پر آنا ممنوع اور حرام ہوگا۔

❺ جس طرح مسجد میں رکنا، ٹھہرنا، تلبث اختیار کرنا جسے اعتکاف سے موسوم کیا جاتا ہے اسی طرح مزاروں پر رکنا ٹھہرنا اور اعتکاف کی طرح رہنا ممنوع ہوگا۔

❻ مزاروں کی مجاورت اختیار کرنا، وہاں شب و روز گزارنا اور اسے باعث ثواب اور فعل محمود سمجھنا ممنوع ہوگا۔

❼ جس طرح مسجد کی خدمت کے لئے وقف کرنا باعث ثواب ہے اسی طرح مزاروں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنا ممنوع ہوگا۔

❽ جس طرح مسجدوں کو احترام و اکرام میں خوشنما اور مزین کیا جاتا ہے گو یہ درست نہیں خلاف سنت ہے اسی طرح مزار کو مزین کرنا، روشنی کرنا اور عبرت کے خلاف اسے سجانا درست نہیں۔

❾ مسجد میں خوشبو جلانا، دھونی دینا اور معطر رکھنا مسنون ہے اسی طرح مزار پر اگر بتی جلانا، خوشبو اور دھونی دینا، درست نہیں۔ یہ سب امور مزار اور قبر پرستی کے ہیں جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ افسوس کہ

آج امت اسی میں مبتلا ہے۔

⑩ اللہ پاک کے دربار میں ضرورت و حاجات کو پیش کرنا شریعت کا حکم ہے اسی طرح مزاروں پر حاجات و ضروریات کو پیش کرنا شرک ہے۔

⑪ مزار اور قبروں پر صرف عبرت کے لئے اور ایصال ثواب کے لئے مردوں کا جانا درست ہے اس کے علاوہ کے لئے جانا درست نہیں۔

⑫ عورتوں کا قبروں اور مزاروں پر جانا حدیث پاک کے اعتبار سے باعث لعنت ہے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت کی مسنون و ماثور دعائیں

① ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسجد سے تم نکلو تو یہ دعا پڑھو:

"اللهم افتح لی ابواب رحمتك"

ترجمہ: "اے اللہ اپنی رحمت کے دروازے ہم پر کھول دے۔"

اور جب مسجد سے نکلے تو یہ پڑھے:

"اللهم انی اسئلك من فضلك"

ترجمہ: "اے اللہ آپ سے فضل کا سوال کرتا ہوں۔"

② حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ پڑھتے:

"باسم اللّٰه والسلام علی رسول الله اللهم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك"

ترجمہ: "اللہ کے نام سے سلامتی ہو خدا کے رسول پر اے اللہ گناہ معاف فرما اور اپنی رحمت کے دروازے ہم پر کھول دے۔" (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۳۸، ابن ماجہ، سبل الہدیٰ)

اور جب نکلتے تو یہ دعا پڑھتے اور "رحمتك" کے بجائے "فضلك" فرماتے۔

③ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ پڑھتے: "اعوذ باللّٰه العظیم و بوجهه الکریم وسلطانه القدیم، من الشیطان الرجیم" پھر فرماتے جو شخص یہ پڑھے گا تمام دن شیطان سے محفوظ رہے گا۔ (ترغیب صفحہ ۴۵۹، ابوداؤد صفحہ ۹۳، بخاری)

ترجمہ: "پناہ مانگتا ہوں اس اللہ سے جو بزرگ و برتر ہے اور اس ذات سے جو محترم ہے اور اس کی قدیم سلطنت سے شیطان مردود کے حملے سے۔"

۴ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہوتو اولاً نبی پاک پر سلام بھیجے پھر یہ پڑھے: "اللهم افتح لی ابواب رحمتك"

اور جب نکلے تو سلام بھیجے اور یہ پڑھے: "اللهم اجرنی من الشيطان الرجيم" (سنن کبریٰ صفحہ ۴۴۲)

اے اللہ مردود شیطان سے مجھے محفوظ فرمادے۔

۵ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ جب کوئی تم میں سے مسجد میں داخل ہوتو درود پڑھے پھر یہ دعا پڑھے: "اللهم اغفر لنا ذنوبنا وافتح لنا ابواب رحمتك."

اور جب نکلے تو درود پڑھے پھر یہ دعا پڑھے: "اللهم افتح لنا ابواب فضلك"

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۶۰، مجمع الزوائد صفحہ ۳۲)

۶ حضرت عبداللہ بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اللهم افتح لی ابواب رحمتك ويسرلی ابواب رزقك" (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۳۹)

ترجمہ: "اے اللہ ہم پر رحمت کے دروازے کھول دے اور مرے لئے رزق کے دروازں کو آسان فرما۔"

۷ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو "اللهم افتح لی ابواب رحمتك" پڑھتے اور جب مسجد سے نکلتے تو "اللهم افتح لی ابواب فضلك" پڑھتے۔ (مجمع الزوئد جلد ۶ صفحہ ۳۲)

۸ عمرو بن حزم بیان کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو یہ فرماتے: "السلام على النبی ورحمة الله اللهم اعذنی من الشيطان ومن الشر كله"

سلامتی اور خدا کی رحمت ہو نبی پر اے اللہ ہمیں شیطان اور اس کی تمام برائیوں سے محفوظ فرمایا۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۵)

۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ پڑھتے: "السلام علینا وعلى عباد الله الصالحين" (ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۱۲۷)

جب مسجد سے نکلے تو خاص کر کے کیا پڑھے

۱۰ عبداللہ بن سعید نے متعدد صحابہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد سے نکلتے تو یہ پڑھتے: "اللهم احفظنی من الشيطان الرجيم" (مطالب عالیہ صفحہ ۱۰۴)

۱۱ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد سے نکلنے کا

ارادہ کرنا چاہتا ہے تو ابلیس کے لشکر اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں اس طرح اسے گھیر لیتے ہیں جیسا کہ شہد کی مکھی رس چوسنے کی جگہ گھیر لیتی ہے، لہٰذا جب تم مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو تو یہ پڑھو وہ نقصان نہیں پہنچائے گا:

"اللھم انی اعوذبك من ابلیس وجنوده"

ترجمہ: "اے اللہ میں ابلیس اور اس کی فوج سے پناہ مانگتا ہوں۔"

فائدہ: ان متعدد دعاؤں میں سے کسی کو پڑھ لے تو سنت ادا ہو جائے گی۔ (کنز العمال صفحہ ٦٦٠، ابن سنی)

اذان کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

اذان ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اذان دی جاتی ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (مسند طیالسی مرتب صفحہ ۷۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان کے دروازے پانچ اوقات میں کھل جاتے ہیں:

1. تلاوت قرآن کے وقت۔
2. جہاد میں جماعتوں کے مقابلہ کے وقت۔
3. بارش ہونے کے وقت۔
4. مظلوم کی دعا کے وقت۔
5. اور اذان کے وقت۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۳۲۸)

اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں اذان کے وقت (جہاد میں) عین معرکہ اور قتال کے وقت۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۲۱۹، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۴۱۰)

ان دو موقعوں پر خصوصیت کے ساتھ دعائیں قبول ہوتی ہیں یہ دو وقت مستجاب ہیں۔ مزید مستجاب اوقات کی تفصیل کے لئے کہ کن کن اوقات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں عاجز کی تالیف "الدعاء المسنون" کا مطالعہ کیجئے۔

اذان سے بستی عذاب سے مامون

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی بستی میں اذان دی جاتی ہے تو اللہ عزوجل اس دن اس بستی کو عذاب سے محفوظ کر دیتے ہیں۔ (عمدہ صفحہ ۱۱۳، ترغیب صفحہ ۱۸۲، تلخیص صفحہ ۱۹۹)

ایک روایت میں ہے کہ صبح کو اذان دی جاتی ہے تو شام تک اور شام کو دی جاتی ہے تو صبح وہ بستی خدا کی امان وحفاظت میں ہو جاتی ہے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۸۲، ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس بستی میں اذان نہیں ہوتی یعنی کوئی مسجد نہیں وہ عذاب الٰہی سے محفوظ نہیں خیال رہے کہ جہاں بھی مسلمان کی تھوڑی بھی آبادی ہو مسجد کا بنانا، اذان اور جماعت کا انتظام کرنا اور جماعت کا اہتمام کرنا، اسلام کے اولین فرائض میں سے ہے۔

اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شیطان اذان سنتا ہے تو پیچھے بھاگتا ہے اور اس کی ہوا خارج ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ وہ اذان نہ سنے۔ (اتنی دور بھاگ جاتا ہے)۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۵، ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۵، دارمی جلد ۱ صفحہ ۲۷۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن اذان دیتا ہے تو شیطان بھاگنے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ روحا پہنچ جاتا ہے، جو مدینہ منورہ سے تین میل پر ہے۔

(ترغیب صفحہ ۱۷۷، مسلم صفحہ ۱۶۷، ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۹)

فائدہ: اذان کی آواز شیطان کے حق میں تکلیف دہ ہوتی ہے اور اسے ناگواری ہوتی ہے اس لئے وہ اس سے پریشان ہو کر وہاں تک بھاگتا ہے جہاں اسے اذان کی آواز سنائی نہ دے۔

اذان کا ثواب معلوم ہو جائے تو تلوار سے لڑائی کریں

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ اذان کے ثواب کو جان لیں تو تلواروں سے لڑائی کریں۔ (مجمع صفحہ ۳۲۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس قدر ثواب ہے کہ لوگ اس کے ثواب کو حاصل کرنے کے لئے اذان دینے پر باہم تلوار سے لڑنے کی نوبت آجائے تو دریغ نہ کریں اور لڑ کر اذان دینا گوارا کر لیں۔

مشک کے ٹیلے پر ہوں گے کوئی خوف وغم نہ ہوگا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار یہاں تک کہ سات مرتبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو بیان نہ کرتا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تین لوگ مشک کے ٹیلے پر ہوں گے جن کو کوئی ڈر ودہشت نہ ہوگی، جس دن کے لوگ بڑے خوف زدہ ہوں گے ایک وہ جس نے قرآن پاک پڑھا اللہ کی رضا کے خاطر اس کے ساتھ قائم رہا (نفل نماز میں پڑھایا اس پر عمل کیا) دوسرا جس

نے پانچ وقت لوگوں کو اذان دے کر بلایا محض ثواب کے خاطر، تیسرا وہ غلام جس کو غلامی نے خدائے پاک کی عبادت سے روکا نہیں (یعنی غلامی کے حقوق ادا کرتے ہوئے عبادت الٰہی میں لگا رہا)۔

(مجمع جلد ا صفحہ ۳۲۷، عمدۃ صفحہ ۱۱۳، ابن عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۴۸۸)

اذان دین کا شعار ہے

زہری نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اذان ایمان کے شعائر میں سے ہے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۳)

فَائِدَہ: اذان دین کے شعائر میں ہے اسی وجہ سے تو جس بستی میں اذان کی آواز نہ آتی وہاں جہاد فرماتے، اور اذان کے تارکین سے جہاد ہے۔ دین کے اساسی اور بنیادی امور میں سے ہے۔

خدا کے محبوب بندے کون؟

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اگر میں قسم کھالوں تو حانث نہ ہوں گا کہ اللہ کے محبوب بندے وہ ہیں جو سورج اور چاند پر نگاہ رکھتے ہیں یعنی مؤذن۔ کہ پچھلے زمانے میں گھڑی نہ ہونے کی وجہ سے سورج چاند ہی سے وقت پہچانا جاتا تھا) اور وہ لوگ قیامت کے دن اونچی گردن ہونے کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔ (ترغیب: صفحہ ۱۷۸)

ابن ابی اوفی کی حدیث میں مؤذن کو خیار عباداللہ خدا کا بہترین بندہ کہا گیا ہے۔ اس سے اذان دینے والے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ افسوس کہ آج کے ماحول میں مؤذن کو کس خساست کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ان کے ساتھ کیسا نچلا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ کاش کہ وہ لوگ ان احادیث کو اگر پڑھ لیتے تو شاید کچھ ذہن بدل جاتا، اور ان کی وقعت نگاہوں میں آجاتی۔ اور ان کے ساتھ وقعت اور احترام کا برتاؤ کرتے۔

اذان کا ثواب معلوم ہوجاتا تو لوگ قرعہ اندازی کرتے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اگر لوگوں کو اذان اور صف اول کا ثواب معلوم ہوجائے پھر اسے وہ بغیر قرعہ نہ پاسکیں تو (لڑائی اور تنازع سے بچنے کے لئے) قرعہ اندازی سے اس کا ثواب حاصل کرتے۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۸۶)

موتیوں کے قبہ میں

حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں جب جنت میں داخل ہوا تو موتیوں کا قبہ دیکھا میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کس کا ہے کہا! آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی امت کے مؤذنوں اور امام

حضرات کے لئے۔ (مطالب عالیہ جلد۱ صفحہ ٦٦)

قیامت میں اذان دینے والے کی گردن اونچی ہوگی

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مؤذن کی گردن اونچی ہوگی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مؤذن کی گردن اونچی ہوگی۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۰۳)

فائدہ: متعدد احادیث میں مؤذن کی یہ فضیلت آئی کہ قیامت کے دن اس کی گردن اونچی اور بلند ہوگی۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ مؤذن حضرات قیامت کے دن گردن کی بلندی کے وجہ سے پہچانے جائیں گے۔ (جلد۵ صفحہ ۱۱۳)

گردن کی بلندی کا مطلب مقام کی بلندی ہے۔ کہ لوگوں میں فضل کے اعتبار سے نمایاں ہوں گے، محاورہ میں کہا جاتا ہے کہ گردن اونچی ہوگئی رتبہ بلند ہوگیا۔ ملا علی قاری نے اس کا ایک مطلب سردار رئیس ہونا لیا ہے، علامہ مبرک نے ذکر کیا کہ اس سے مراد استقامت اور طمانیت قلب ہے، بعضوں نے یہ مطلب لیا ہے کہ ان کو شرمندگی اور پریشانی نہ ہوگی۔ یعنی ثواب اور نجات سے پر امید ہوں گے۔ (مرقات جلد۱ صفحہ ۴۲۲)

حافظ نے اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ مؤذن کو قیامت کے دن پیاس نہیں لگے گی۔
(تلخیص الحبیر جلد۱ صفحہ ۲۱۹، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۳)

قیامت کے دن جنت کا جوڑا مؤذنین کو

بشرہ بن مرہ حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء کرام اور شہداء کے بعد جنت کا جوڑا حضرت بلال اور صالح مؤذنین کو پہنایا جائے گا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۱۳)

حضرت حسن سے مروی ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کے جوڑے مؤذنین کو پہنائے جائیں گے۔ (مطالب عالیہ صفحہ ٦٧)

فائدہ: چونکہ وہ اللہ کا منادی ہے اس نے اللہ کی طرف لوگوں کو بلایا ہے وہ قاصد خدا ہے اس لئے اس کے اعزاز واکرام میں جنت کے جوڑے پہنائے جائیں گے۔

انبیاء شہداء کے بعد مؤذن حضرات جنت میں داخل ہوں گے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا! سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے کون لوگ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: حضرات انبیاء، پھر شہداء، پھر بیت اللہ کے مؤذنین، پھر بیت

المقدس کے مؤذنین پھر ہماری (مسجد نبوی کے مؤذن) پھر تمام مساجد کے مؤذنین۔

(عمدة القاری جلد۵ صفحہ۱۱۳، بیہقی فی الشعب جلد۳ صفحہ۱۱۳)

فَائِدَہ: دیکھئے کتنی بڑی فضیلت ہے مؤذنین کی۔ آج ان کو ماحول میں کمتر سمجھا جاتا ہے۔ مگر کل بہتر ہوں گے۔ قیامت کا دن عجیب ہوگا۔ جو آج ماحول میں کمتر کل قیامت میں بہتر، عموماً ایسا ہی ہوگا۔

ایک سال تک اذان سے جنت واجب

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پابندی سے ایک سال تک اذان دی اس پر جنت واجب ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۳ صفحہ۱۱۹)

عبادہ بن نسی سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے ایک سال تک پابندی سے اذان دی اس نے جنت کو واجب کردیا۔ (عمدة القاری جلد۵ صفحہ۱۱۳)

جس نے پانچ سال تک اذان دی

ابن حبان نے نقل کیا ہے کہ جس نے پانچ سال تک خلوص اور ثواب کی نیت سے اذان دی اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (عمدة القاری جلد۵ صفحہ۱۱۳)

۷ سال تک مسلسل اذان کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سات سال تک مسلسل اذان دی محض ثواب کی نیت سے اس کے لئے جہنم سے آزادی کا پروانہ لکھ دیا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ۵۳، ترمذی صفحہ۵۱)

فَائِدَہ: اللہ اکبر اذان کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ سات سال تک مسلسل اذان دے (اور کبائر سے محفوظ رہے) تو جہنم سے آزادی کا سرٹیفکیٹ ملتا ہے۔

۱۲ سال اذان دینے سے جنت واجب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بارہ سال تک مسلسل اذان دیتا رہتا ہے اس کے لئے جنت واجب۔ اور ہر دن اذان پر ساٹھ نیکیاں اور اقامت پر تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(ابن ماجہ صفحہ۵۳، سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۴۳۳)

فَائِدَہ: اللہ اکبر کتنی بڑی فضیلت ہے۔ ایک مدت تک اذان دینے پر جنت واجب جہنم سے آزادی کا پروانہ۔ افسوس کہ آج اذان کی خدمت کو کمتر سمجھا جاتا ہے جو قیامت کی علامت ہے۔

آسمان والوں کو زمین سے صرف اذان سنائی دیتی ہے

سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آسمان والے زمین والوں سے صرف اذان ہی سنتے ہیں۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۱۳)

فائدہ: ملاء اعلیٰ کے رہنے والے مقرب فرشتے صرف اذان ہی سنتے ہیں۔ باقی اور امور کی آواز ان کو نہیں پہنچتی ہے۔ یہ اذان کے شرف کی بات ہے۔

قیامت کے دن گفتگو کی اجازت سب سے پہلے مؤذن کو ہو گی

حضرت ابوالخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت میں مؤذنین کی گردن اونچی ہو گی۔ اور بولنے اور گفتگو کی اجازت سب سے پہلے مؤذنوں کو دی جائے گی۔

فائدہ: چونکہ اس نے اللہ کی طرف اس کی عبادت کی طرف بلانے کے لئے دن میں دس مرتبہ لب کشائی کی ہے اس لئے اس کے اعزاز و کرام میں یہ دولت ملے گی۔

اذان کے بعد مؤذن کو خدا کی بشارت

حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مؤذن جب اذان سے فارغ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا اور حق کی شہادت دی پس تم کو بشارت حاصل ہو۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۱۳)

فائدہ: یعنی جنت کی بشارت حاصل ہو کہ تم نے حق کی شہادت دی۔

اذان میں سبقت کا حکم

یحییٰ بن کثیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان دینے میں سبقت کرو امامت میں نہیں۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۸۸)

مؤذن پر خدا کا ہاتھ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کا ہاتھ مؤذن کے سر پر رہتا ہے تاوقتیکہ وہ اذان سے فارغ نہ ہو جائے۔ اور یہ کہ منتہائے آواز تک اس کی مغفرت ہو جاتی ہے جہاں تک بھی اس کی آواز پہنچ جائے۔

(عمدۃ صفحہ ۱۱۳، ترغیب صفحہ ۱۷۹)

فائدہ: کہ نماز پڑھانے کی ذمہ بہت اہم ہے۔ مقتدی کی نماز کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

درخت اور پتھر بھی مؤذن کے گواہ ہوتے ہیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام جنات اور انسان

پتھر اور درخت مؤذن کے گواہ ہوتے ہیں۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۵)

فائدہ: کل قیامت میں اللہ پاک درخت اور پتھر کو گویائی کی قوت دے دیں گے جس کی وجہ سے وہ مؤذن کی اذان سننے پر گواہی دیں گے کہ اس نے اللہ کے کلمہ کو بلند کیا اور اس کی عبادت کے واسطے لوگوں کو آواز دی۔

مؤذن مجاہد فی سبیل اللہ ہے

جابر نے محمد بن حنفیہ سے نقل کیا ہے ثواب کے لئے اذان دینے والا راہ خدا میں تلوار کے چلانے والا ہے۔
(ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۶)

جہاں تک اذان کی آواز وہاں تک زمین گواہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان دینے والے کی بخشش کی جاتی ہے جہاں تک اس کی آواز جاتی ہے اور ہر تر اور خشک اس کے لئے گواہی دیتے ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۶، ابن ماجہ صفحہ ۵۳، مشکوٰۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنات و انسان جہاں تک مؤذن کی آواز سنتے ہیں وہاں تک زمین مؤذن کے حق میں قیامت تک گواہی دے گی۔ (بخاری صفحہ ۸۶)

حضرت براء عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک اور اس کے ملائکہ صف اول والوں کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ اور مؤذن کی جہاں تک آواز جاتی ہے مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اور جو سبز اور خشک چیزیں سنتی ہیں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ جو اس کی آواز پر نماز میں شریک ہوتے ہیں اس کا ثواب ان کو ملتا ہے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۷۶)

فائدہ: ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے وہاں تک انسان و جنات ہی سبز و خشک چیزیں حتیٰ کہ پتھر جمادات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں اس کے اعلان کلمۃ اللہ پر گواہی دیتے ہیں۔
(فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۸۸)

چنانچہ ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ درخت، پتھر، انسان جنات جو بھی سنتے ہیں گواہی دیتے ہیں۔
(فتح الباری)

کتنی بڑی فضیلت ہے اذان دینے کی مگر افسوس کہ آج کل ماحول میں اذان دینے کی ذمہ داری اور اس کی خدمات کو نیچی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں اسے قرب قیامت کی علامت کہا گیا ہے۔

مؤذن کی قبر میں کیڑے نہ لگیں گے

مجاہد سے منقول ہے کہ مؤذن حضرات کی گردنیں قیامت کے دن اونچی ہوں گی اور ان کی قبروں میں

کیڑے نہیں لگیں گے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۳)

فائدہ: اللہ اکبر کتنی بڑی فضیلت ہے جنہوں نے اخلاص کے ساتھ خدا کی رضا کے واسطے سنت کے مطابق اذان دی ہوگی اس کی قبر میں کیڑے نہیں لگیں گے۔ آج مؤذن حضرات کو ذلیل اور کمتر سمجھا جاتا ہے حالانکہ قیامت کے دن وہ بلند مرتبہ پر ہوں گے۔

مؤذن قبر سے اذان دیتے ہوئے اٹھیں گے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤذن اور تلبیہ پڑھنے والے (حالت احرام والے) اپنی قبروں سے اذان اور تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھیں گے۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۲۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ انکا حشر قبروں سے اذان دیتے ہوئے ہوگا جو بڑی فضیلت کی بات ہے۔

مؤذن مثل شہید کے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے واسطے ثواب کے لئے اذان دینے والا اس شہید کی طرح ہے جو خون میں لت پت ہو رہا ہو، یہاں تک کہ اذان سے فارغ ہو جائے اور خشک اور تر سب اس کے لئے گواہ ہوتے ہیں (کہ اس نے اللہ کی طرف لوگوں کو بلایا) اور مر جائے تو اس کی قبر میں کیڑے نہ پڑیں گے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳، ترغیب جلد ا صفحہ ۱۸۱)

آخر زمانہ میں مؤذن کمتر اور نچلے طبقہ کے لوگ ہوں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن اور مؤذن امانت دار ہے۔ اے اللہ امام کو ہدایت پر رکھئے اور مؤذن کی مغفرت فرمائیے۔ اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا آپ نے تو (اس دعا کی وجہ سے) لوگوں میں تنافس پیدا کر دیا۔ (ہر ایک آپ کی دعاء مغفرت کی وجہ سے مؤذن ہونا چاہے گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد یا تمہارے بعد قوم کے کمتر اور کم درجہ والے لوگ مؤذن ہوں گے۔

(کشف الاستار جلد ا صفحہ ۱۸۱، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۱)

فائدہ: اللہ اکبر۔ آج اس دور میں یہ پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے۔ مسجد کے مؤذن قوم کے کمتر جاہل کم پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں ماحول میں انکا کوئی مقام عز شرف کے اعتبار سے نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ آج ماحول میں دین ہی غریب اور کمتر ہو چکا ہے۔ تو اہل مدینہ کیوں نہ ہوں گے۔

سب سے پہلی اذان ہند کی زمین پر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سب سے پہلے اذان

دی جب کہ وہ جنت سے اترے تھے۔ (السعایہ جلد۲ صفحہ۳)

علامہ شعرانی نے کشف الغمہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سرزمین ہند پر اتارے گئے تو ان کو (اکیلے ہونے کی وجہ سے) وحشت ہوئی، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ اکبر...... الخ اذان دی۔ جب "اشھد ان محمدا رسول اللہ" دومرتبہ کہا تو حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا یہ محمد کون ہیں۔ فرمایا حضرت جبرئیل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں آخری نبی۔ (کشف الغمہ صفحہ۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع کو حافظ ابن حجر نے ذکر کرتے ہوئے کہا: اس کی روایت کو ابونعیم نے (الحلیہ) میں ذکر کیا ہے جس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔ (فتح الباری جلد۲ صفحہ۷۹)

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی وحشت تنہائی دور کرنے کے لئے کلمات اذان جو ذکر خدا پر مشتمل ہے تعلیم کی۔ ذکر سے قلب کو اطمینان ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" خدا کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے وحشت اور رنج وغم کے موقعہ پر اذان کہنا مشروع اور مواقع اذان میں ہے۔ (السعایہ جلد۲ صفحہ۳)

اذان شب معراج میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کے لئے آسمان پر تشریف لے گئے تھے تو اس وقت اللہ پاک نے اذان کی وحی کی یعنی تعلیم دی۔ (طبرانی فتح الباری جلد۲ صفحہ۷۸)

فائدہ: ممکن ہے کہ شب معراج میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو گیا ہو مگر جماعت کے ساتھ نوبت مدینہ میں پیش آئی اس لئے دو خوابوں کی تصدیق کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل شروع کیا اس سے قبل ضرورت نہ سمجھی ہو کہ مکہ میں جماعت کا وجوب کہاں تھا؟

اذان اور اس کی ابتداء

عمیر بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر ہوئی کہ نماز کے لئے لوگوں کو کیسے جمع کریں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ایک علم جھنڈا نصب کر دیا جائے جب نماز کا وقت ہو جائے جب لوگ اسے دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو اطلاع کر دیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ آیا پھر نرسنگے کا ذکر کیا گیا تو یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھا نہ معلوم ہوا کہ یہ تو یہودیوں کا ہے پھر ناقوس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو نصاریٰ کا طریق ہے حضرت عبداللہ بن زید (جب اس مجلس سے) واپس ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ بھی متفکر تھے (چنانچہ جب رات سوئے تو) انہوں نے خواب دیکھا۔ صبح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور خواب

بتایا کہ میں نیند اور جاگنے کے درمیانی حالت میں تھا ایک آنے والا آیا اس نے مجھے یہ اذان سکھا دی اس سے پہلے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہ خواب دیکھ چکے تھے مگر بیس دن تک چھپائے رہے پھر انہوں نے بھی آپ ﷺ کو بتا دیا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تم کو بتانے سے کس چیز نے روکا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں پہل کر گئے اور میں شرم سے رکا رہا تو آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے بلال کھڑے ہو جاؤ اور عبداللہ بن زید جس طرح کہیں اسی طرح تم کہو چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷)

فائدہ: نماز باجماعت جب مدینہ طیبہ میں ہونے لگی تو آپ ﷺ پریشان اور متفکر تھے کہ کن الفاظ اور کس طرح لوگوں کو بلائیں۔ ادھر ایک روایت کے اعتبار سے شب معراج میں جو آپ نے فرشتہ سے اذان سنی تھی اس کا خیال نہ رہا۔ اور لوگوں نے جو مشورہ دیا وہ پسند نہ آیا۔ چنانچہ عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں ایک شخص کو ناقوس فروخت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اسے بیچ دو۔ پوچھا کیا کرو گے بتایا اس کے ذریعہ لوگوں کو جمع کروں گا جماعت میں شریک ہونے کے لئے۔ تو فرشتہ نے کہا میں اس سے بہتر کلمہ نہ سکھا دوں۔ چنانچہ انہوں نے اذان اور تکبیر کے کلمے سکھا دیئے۔ بیدار ہونے کے بعد انہوں نے یہ واقعہ آپ سے بتایا۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایسا ہی خواب بتایا۔ گویا دو سے اس کی تصدیق ہوگئی۔ ادھر آپ کو بھی یاد آ گیا ہوگا۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے اسی طرح اذان دینے کو کہا۔ گویا فرشتہ کی تعلیم کردہ اور آپ کی تصدیق کردہ اذان کی ترویج ہوگئی۔

آپ ﷺ نے بھی اذان دی ہے

یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے نماز کا وقت آ گیا ادھر آسمان سے بارش ہونے لگی ادھر نیچے سے زمین تر ہوگئی آپ ﷺ نے سواری پر ہی رہتے ہوئے اذان دی اور اقامت کہی۔

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اذان دی۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۴۱، مسند احمد ترمذی صفحہ ۹۴، دار قطنی)

فائدہ: اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے خود بنفس نفیس اذان دی، امام نووی نے اسی سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ ﷺ نے سفر کے موقعہ پر ایک مرتبہ اذان دی۔ علامہ سیوطی کی بھی یہی رائے ہے کہ آپ ہی نے اذان دی انہوں نے اس مسئلہ پر بسط سے کلام کیا ہے۔ سنن بن سعید بن منصور کے حوالہ سے بھی اس کی تصریح ہوتی ہے، اسی طرح الضیاء نے المختارہ میں بھی اسے ذکر کیا ہے علامہ شامی نے بھی الرد المختار

میں اسی الضیاء کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک مرتبہ خود اذان دی اور تکبیر کہی اور ظہر کی نماز پڑھی۔ (معارف السنن جلد ۲ صفحہ ۲۴۴)

اسی طرح علامہ سہیلی کی رائے بھی حافظ نے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ نے سفر میں اذان دی اور اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور وہ سب اپنے اپنے کجاوہ میں تھے، اسی طرح بغوی کی رائے کو بھی نقل کیا ہے کہ آپ ہی نے اذان دی۔ مگر خود ابن حجر کی اپنی رائے اس کے خلاف ہے کہ آپ نے اذان دی، بلکہ آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے اذان دی، چونکہ آپ حکم اور امر کرنے والے تھے اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نسبت کر دی اس سلسلے میں وہ مسند احمد کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ اسی سند سے **"فامر بلا لا فاذن"** سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال نے اذان دی۔ (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۷۹)

السعایہ میں بھی علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے یہی تحقیق پیش کی ہے علامہ عینی نے بھی عمدۃ القاری میں ترمذی کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ علامہ نووی اور سہیلی کی رائے کو نقد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (عمدہ جلد ۶ صفحہ ۱۰۹)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ ابن ملیکہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی ہے۔

(کشف الغمہ صفحہ ۷۷)

اذان کے کلمات کے آخر میں سکون ہے

حضرت ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ اذان (کے آخر) میں سکون ہے تکبیر کے آخر میں سکون ہے۔

(کنز العمال صفحہ ۳۵۱، العنایہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۸)

حضرت ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ اللہ اکبر کے آخر میں سکون پڑھتے تھے۔ (کنز جلد ۸ صفحہ ۳۵۱)

حضرت ابراہیم نخعی سے موقوفاً اور مرفوعاً منقول ہے کہ اذان (کے آخری کلمات میں) سکون ہے۔

اسی طرح تکبیر میں، اسی طرح اللہ اکبر تکبیر تحریمہ میں۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۹۷، الشامیہ صفحہ ۳۸۶)

فَائِدَہ: حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی نے بیان کیا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابراہیم نخعی ہی کا قول ہے علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اذان کا دوسرا کلمہ اللہ اکبر ساکن پڑھا جائے گا پیش پڑھنا غلط ہے۔ اور پہلے کلمہ تکبیر میں اللہ اکبر کی را کو زبر دیا جائے گا، اس پر بھی ضمہ پڑھنا خلاف سنت ہے۔ (الشامیہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۶)

اذان اور اقامت کے کلمات آخر میں بہر صورت مجزوم اور ساکن ادا کئے جائیں گے، خواہ کلمات ملا کر کیوں نہ پڑھے جائیں۔ یعنی اکبر کی راء ساکن اور اسی طرح الفلاح کی حاء ساکن ہوگی اور اقامت میں بھی قد قامت الصلوٰۃ کی تاء ساکن ہوگی، چنانچہ بعض لوگ جب تکبیر میں ایک سانس میں حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح پڑھتے ہیں تو تاء پر زیر پڑھ دیتے ہیں یہ غلط ہے اور مسائل اذان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہے اسی طرح بعضوں کو

دیکھا گیا ہے کہ وہ قد قامت الصلوٰۃ کی تا کے پیش کو ظاہر کرتے ہیں۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ بہرصورت خواہ ایک سانس میں ملا کر پڑھے سکون اور جزم ہوگا فرشتے نے اسی طرح اذان دی تھی۔ ہاں اذان کے علاوہ تلاوت اور عربی کی عبارت میں یہ قاعدہ علی حالہ رہے گا کہ ملا کر پڑھنے سے حرکت ظاہر ہوگی اور رک کر وقف کرنے کی صورت میں حرکت ظاہر نہ ہوگی۔ خوب سمجھ لیا جائے اہل علم لوگ بھی اس میں غلطی کرتے ہیں۔

(کذا فی البحر صفحہ، الشامی جلد ۱ صفحہ ۳۸۶، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۲۹۷)

سفر کی نماز میں بھی اذان

حضرت مالک ابن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سفر کرو تو اذان دیا کرو تکبیر کہا کرو۔ اور جو بڑا ہو امامت کیا کرے۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۱۱)

مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم سفر میں جاؤ (اور نماز کا وقت آ جائے) تو اذان کہو، اقامت کہو پھر جو بڑا ہو وہ تم میں امامت کرے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی نماز اور جماعت کے لئے اذان و تکبیر سنت ہے۔ اگر ماحول اور مصلحت کی وجہ سے بلند آواز سے نہ دے سکے تو آہستہ سے ہی دے دے۔ عمدۃ القاری میں تمام علماء کے نزدیک سفر میں اذان سنت ہے۔ قاضی خاں کے حوالہ سے لکھا ہے بلا اذان و اقامت کے نماز مکروہ (تنزیہی) ہے۔ خیال رہے کہ ہمارے ماحول میں جماعت تو رائج ہے مگر اذان نہیں، یہ سنت متروک ہوتی جا رہی ہے، سفر کرنے والوں کو اس کا اہتمام چاہئے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے **"باب الاذان للمسافرین"** کا باب قائم کر کے اس کی سنت ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۸۸)

جنگل اور صحراء میں نماز پڑھے تو اذان و اقامت کہے

حضرت ابن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو جنگل اور صحرا میں نماز پڑھتا ہے اور اقامت کہتا ہے تو اس کی دائیں اور بائیں جانب فرشتے ہو جاتے ہیں، جو اذان اور اقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے ساتھ مثل پہاڑ ملائکہ شریک ہو جاتے ہیں۔ (ابن عبد الرزاق صفحہ ۵۱۰)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی آدمی جنگل اور صحرا جہاں کوئی نہ ہو جب نماز کا وقت آ جائے تو وضو کرے پانی نہ ملے تو تیمّم کرے اگر وہ صرف اقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو دو فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اگر اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کے

پیچھے اللہ کے وہ لشکر (رجال الغیب) نماز پڑھتے ہیں جسے وہ ان آنکھوں سے دیکھ نہیں پاتا ہے۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۱۱)

بہتر ہے کہ جو اذان دے وہی تکبیر کہے

حارث صدائی کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب صبح صادق ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا چنانچہ میں نے اذان دے دی پھر جب جماعت کھڑی ہونے لگی تو حضرت بلال تشریف لائے تاکہ تکبیر کہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا صدا بھائی نے اذان دی ہے۔ جو اذان دے وہی اقامت کہے۔ (ترمذی صفحہ ۵۰، طحطاوی صفحہ ۸۵)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ نے خواب دیکھا (اذان کے متعلق) تو آپ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اذان دیں پھر عبداللہ کو حکم فرمایا کہ تکبیر کہیں۔ (طحاوی صفحہ ۸۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن ہی اقامت کہے اولیٰ ہے بہتر ہے اگر کوئی دوسرا کہہ دے تو یہ بھی جائز ہے، مؤذن کا حق واجب نہیں۔ لہٰذا چونکہ اس نے اذان دی لہٰذا اس کا حق اولویت ہے۔

صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ مؤذن فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہے۔ (تلخیص جلد ۱ صفحہ ۲۱۲)

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے صبح کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہنا سکھایا۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۸۲)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فجر کی اذان میں حی علی خیر العمل کہا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کی جگہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہا کریں۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳۳۰)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی اذان کے بعد آپ کو اطلاع کرنے آئے تو آپ کو آرام فرماتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے یہ کہہ کر آپ کو اٹھایا "الصلوٰۃ خیر من النوم" تو آپ نے اسے فجر کی اذان میں داخل فرما دیا۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۲۲، عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۰۸)

اذان مسجد سے باہر دینا مسنون ہے

عبداللہ بن سفیان سے مرسلاً مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر ہو۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۲۲، عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۰۸)

اذان مسجد سے باہر دینا مستحب ہے

عبداللہ بن سفیان سے مرسلاً مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر ہو۔ (اعلاء السنن جلد۲ صفحہ ۱۲۱)

بنی نجار کی ایک عورت نے بیان کیا کہ مسجد حرام کے ارد گرد کے گھروں میں ہمارا گھر زیادہ اونچا تھا حضرت بلال سحری کے وقت تشریف لائے اور بیٹھتے انتظار کرتے رہتے، فجر کا۔ جب صبح صادق دیکھتے تو اذان دیتے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۴۲۵)

فائدہ: ابن سفیان کہتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ اذان مینارہ پر اور اقامت مسجد کے اندر دی جائے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۲۴، اعلاء السنن: صفحہ ۱۲۱)

عروہ ابن زبیر کی روایت میں ہے کہ مسجد کے ارد گرد گھروں میں ہمارا گھر ذرا اونچا تھا حضرت بلال فجر کی اذان اسی پر سے دیتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۲۵)

مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے زید بن ثابت کی والدہ کے گھر سے اذان دی جاتی تھی۔

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں اذان گاہ نہیں تھی حضرت بلال مسجد کے قریب کسی انصاری کے مکان کی اونچی دیوار پر چڑھ کر اذان دیتے تھے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ عین مسجد سے ذرا ہٹ کر اذان دی جائے تا کہ زیادہ دور تک آواز جائے، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ حضرت بلال مسجد کی تعمیر سے قبل زید کی والدہ کے گھر سے دیتے تھے۔ پھر مسجد نبوی کی تعمیر ہوگئی۔ تو مسجد کی چھت پر سے اذان دیتے تھے۔

مسجد نبوی میں کوئی الگ سے منارہ یا اذان گاہ نہیں تھی۔ سب سے پہلے اذان گاہ حضرت امیر معاویہ کے حکم سے مصر میں تعمیر کی گئی۔ (الشامیہ صفحہ ۳۸۴)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ کسی بلند مکان پر اذان دینا مسنون ہے۔ (الشامیہ صفحہ ۳۸۴)

ہاں البتہ لوگ موجود ہیں اِدھر اُدھر سے لوگوں کا آنا نہیں ہے تو کسی بلند مکان کی ضرورت نہیں جیسے سفر وغیرہ میں۔ (الشامیہ صفحہ ۳۸۴)

جہاں لاؤڈ اسپیکر کا انتظام ہو وہاں مؤذن کا کسی اونچے مقام سے اذان کہنا مسنون نہیں ہے، مسجد کے اندر، زمین اور فرش پر سے بھی اذان دی جا سکتی ہے۔

اذان کے درمیان بات ممنوع ہے

ابراہیم نخعی اور ابن سیرین کا قول ہے کہ اذان کے درمیان گفتگو نہ کرے یہاں تک کہ فارغ ہو جائے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۱۲)

شعبی کا قول ہے کہ اذان کے درمیان گفتگو مکروہ ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۱۲)

ابو معشر نے ابراہیم نخعی کا قول ذکر کیا ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان گفتگو مکروہ ہے یہاں تک کہ فارغ ہو جائے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۱۳، ابن عبد الرزاق صفحہ ۴۶۸)

فائدہ: اذان اور اسی طرح تکبیر کے درمیان بات وغیرہ مکروہ تحریمی ہے۔

اذان اور تکبیر کے درمیان کتنا فرق ہو

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال اذان اور تکبیر (جماعت) کے درمیان اتنا وقت ہو کہ آدمی اپنے کھانے سے فارغ ہو جائے اور وضو کرنے والوں کو وضو کی مہلت اور اس کا موقعہ مل جائے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا تھا کہ اذان اور تکبیر میں اتنا فصل رکھو کہ کھانے والا کھانے سے، پینے والا پینے سے اور قضاء حاجت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے۔ (ترمذی، عمدۃ القاری صفحہ ۱۳۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مغرب کے علاوہ کم از کم پندرہ منٹ یا آدھا گھنٹہ وقفہ رکھے۔ اور مغرب میں فراغت اذان کے بعد شروع کر دے کہ تاخیر مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۳۸)

مغرب میں اذان و جماعت کے درمیان فاصلہ خلاف سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب جیسے سورج ڈوب جاتا تھا پڑھتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۷۹)

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب اس وقت پڑھتے جب سورج ڈوبتا۔ اور چھپ جاتا۔ (بخاری صفحہ ۷۹، مسلم صفحہ ۲۲۸)

حضرت رافع فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے (اور اتنی جلدی پڑھتے کہ) فارغ ہوتے تو تیر چلانے کے بعد اس کے گرنے کی جگہ دیکھ لیتے۔ (مسلم صفحہ ۲۲۸)

فائدہ: خیال رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز جیسے ہی سورج ڈوبتا اور اس کا ٹکیہ غائب ہوتا پڑھ لیتے۔ چونکہ جلدی پڑھتے اس وجہ سے فارغ ہونے کے بعد فضاء میں اتنی روشنی رہتی کہ تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیا جاتا۔ اس کا واضح اور بین مطلب یہ نکلا کہ اذان کے بعد متصلاً بلا فصل وقفہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز پڑھتے مغرب میں تاخیر کی گنجائش نہیں اسی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دونوں دن مغرب سورج ڈوبتے ہیں پڑھایا تھا۔ (دار قطنی صفحہ ۲۵۹ تا ۲۶۲)

حضرت عبداللہ نے ایک مرتبہ مغرب کی نماز پڑھائی ان کے اصحاب سورج دیکھنے لگے کہ آیا وہ ڈوبا کہ نہیں۔ (طحاوی صفحہ ۹۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل جابیہ کو خط لکھا کہ مغرب کی نماز تاروں کے نظر آنے سے قبل پڑھیں۔ (طحاوی صفحہ ۹۲)

ابن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام اہل شہر کو لکھ بھیجا کہ مغرب کی نماز (جلد پڑھیں) تاروں کے طلوع ہونے کا انتظار نہ کریں۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۵۲)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ بطریق تواتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سورج ڈوبتے ہی مغرب پڑھنا منقول ہے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حدیث پاک کی اس بات پر دلالت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز سورج غروب ہوتے ہی جلد پڑھتے کہ جب فارغ ہوتے تو فضاء روشنی باقی رہتی۔ (صفحہ ۵۵)

اسی طرح حافظ ابن حجر شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حدیث کا تقاضہ ہے کہ مغرب بالکل شروع وقت ہوتے ہی پڑھتے اس طرح کہ فارغ ہونے پر روشنی باقی رہے۔ (فتح الباری صفحہ ۵۸۰)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سنت یہ ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد بلا فاصلہ اور تاخیر کے مغرب کی نماز پڑھنا لکھا ہے۔ چنانچہ علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں "**لا یفصل بین الاذان والاقامة فی صلوة المغرب لان تاخیرها مکروه**" (البنایہ جلد ۲ صفحہ ۳۷)

ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ اذان اور اقامت کے درمیان جلسہ خفیفہ کے مثل فصل کیا جا سکتا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۲۲۷)

چنانچہ آج اسی پر عمل بھی ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کو جلد پڑھنا خیر کا باعث قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۲۸)
اور تاخیر میں یہود کی مشابہت ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ اور نمازوں کی طرح مغرب میں اذان و جماعت کے درمیان فصل اور وقفہ رکھنا خلاف سنت مکروہ ہے۔ پندرہ، بیس منٹ کا وقفہ مغرب میں باعث کراہت ہے۔ کہ تاروں کے طلوع ہونے کا وقت ہو جاتا ہے۔ جو ممنوع ہے۔

گھر میں اذان و اقامت کی ضرورت نہیں

حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ حضرت علقمہ اور اسود نے حضرت ابن مسعود نے بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھ لی۔ سفیان نے فرمایا اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا شہر (کے مسجد کی

اذان و) اقامت کافی ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۳، ابن عبدالرزاق جلد۱ صفحہ۵۱۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب کسی شہر و بستی میں جہاں اذان و اقامت (مسجد میں) ہوتی تو اسی کو کافی سمجھتے۔ (ابن عبدالرزاق جلد۱ صفحہ۵۱۲)

کھڑے ہو کر اذان دینا

ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت بلال کو اذان کی تعلیم دی تو ان سے فرمایا: جاؤ کھڑے ہو نماز کے لئے اذان دو۔ (تلخیص الحبیر صفحہ۲۱۴)

ابن جریج سے منقول ہے کہ انہوں نے عطاء سے پوچھا کہ بلا کھڑے اذان دیا جا سکتا ہے انہوں نے کہا نہیں۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ۴۷۰)

فائدہ: کھڑے ہو کر اذان دینے کی سنت پر اجماع ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال اور دیگر مؤذن حضرات کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے ابن منذر نے اجماع نقل کیا ہے اہل علم حضرات کہ مؤذن کا اذان کھڑے ہو کر دینا سنت ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد۱ صفحہ۲۱۴)

فائدہ: علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ بیٹھ کر اذان دینا ناجائز ہے۔ جس پر علماء کا اتفاق ہے۔ ہاں صرف اپنے لئے اذان دے رہا ہو تو بیٹھ کر دے سکتا ہے۔ (محیط، عمدہ جلد۶ صفحہ۱۰۷)

باوضو اذان دینا سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلا وضو اذان نہ دیا جائے۔
(سنن کبریٰ صفحہ۳۹۷، عمدۃ القاری صفحہ۱۴۹)

ابن جریج کہتے ہیں کہ حضرت عطا کہتے ہیں حق ہے اور سنت ہے کہ بلا وضو اذان نہ دیا جائے وہ نماز میں سے ہے، اس سے نماز کا افتتاح ہوتا ہے، لہٰذا بلا وضو اذان نہ دیا جائے۔ (عبدالرزاق جلد۱ صفحہ۴۶۶، عمدہ صفحہ۱۴۸)

فائدہ: باوضو اذان دینا سنت ہے اس کے برخلاف اذان مکروہ ہے۔ اگر دے دے تو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہاں اگر ناپاک ہے نہانے کی حاجت ہے تو بلا نہائے اور غسل کئے اذان دینا جائز نہیں۔ امام محمد نے جامع صغیر میں بیان کیا ہے کہ اگر جنابت کی حالت میں اذان دے دے تو اسے لوٹائے۔ مجاہد نے بیان کیا کہ بلا وضو اذان نہ دے۔ ابن وائل نے کہا کہ حق اور سنت یہ ہے کہ بلا وضو اذان نہ دے۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۱۴۹)

حی کے وقت چہرے کا پھیرنا

حضرت ابن ابوجحیفہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ ابطح کی طرف نکلے۔ اذان دی جب "حی علی الصلاۃ" اور "حی علی الفلاح" پر پہنچے تو دائیں جانب اور بائیں جانب

اپنی گردن کو پھیر لیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳ تا ۵)

فائدہ: ان دونوں کلمات کے وقت مؤذن کا گردن کو دائیں بائیں جانب پھیر لینا مسنون ہے خواہ اذان گاہ اور مینارہ پر دے یا لاؤڈ اسپیکر پر دے۔

بلند آواز سے اذان دینا

ابوصعصعہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم کو جنگل میں بکریوں کا چرانا پسند ہے۔ جب تم اپنی بکریوں میں رہو یا جنگل میں رہو تو نماز کے لئے اذان دیا کرو۔ اور اپنی آواز کو اذان میں بلند کیا کرو۔ یہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۹۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بلند آواز سے اذان دیا کرو جس کو یہ آواز پہنچے گی وہ تمہارے لئے گواہی دیں گے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۶)

فائدہ: اذان بلند آواز سے دینا سنت ہے اور اس کے مقصد کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اذان بلند آواز سے دی جائے اس وجہ سے امام بخاری نے باب قائم کیا ہے "رفع الصوت بالنداء" صفحہ ۸۵، چنانچہ آج کل اس "رفع الصوت" کا مقصد لاؤڈ اسپیکر سے پورا ہو جاتا ہے اس لئے اذان کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اس سنت کی ادائیگی باحسن وجوہ ہونے کے باعث بہتر اور مستحب ہے، اور نماز میں بھی اس کا استعمال بلا کراہت درست ہے۔

اذان سننے کے وقت کلمات اذان کو لوٹانا مسنون ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہہ رہا ہے۔ (بخاری صفحہ ۸۶، مسلم صفحہ ترغیب صفحہ ۱۸۳، ابوداؤد صفحہ ۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن کے مثل کہتا ہے۔ (یعنی اذان کے کلمات کو) یقین کے ساتھ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (نسائی صفحہ ۱۰۹)

حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت لاحول ولاقوۃ مسنون ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن اللہ اکبر کہتا ہے۔ اس کے جواب میں کوئی اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے۔ اسی طرح مؤذن اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اس کے جواب میں وہ بھی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے۔ پھر وہ اشہد ان محمد رسول اللہ کہتا ہے اس کے جواب میں اشہد ان محمد رسول اللہ کہتا ہے۔ پھر وہ حی علی الصلوٰۃ کہتا ہے تو وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہتا ہے۔ پھر وہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے یہ اللہ

اکبر اللہ اکبر کہتا ہے۔ پھر وہ لا الٰہ الہ الا اللہ کہتا ہے یہ بھی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے۔ دل سے کہتا ہے تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم صفحہ ۱۶۷، ابوداؤد صفحہ ۸۷، مشکوٰۃ صفحہ ۶۵)

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کی اذان سنتے تو اس طرح لوٹاتے جس طرح مؤذن کہتا ہاں جب حی علی الصلوٰۃ کہتا ہے اور حی علی الفلاح کہتا ہے تو آپ لاحول ولاقوۃ الا باللہ فرماتے۔ (طحطاوی صفحہ ۸۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے جواب میں وہی کلمات لوٹائے جو مؤذن کہہ رہا ہے البتہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں یہی کلمات نہ لوٹائے بلکہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے یہی سنت ہے۔
(عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۲۰)

اذان کے جواب میں یہ کہے تو گناہ معاف

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مؤذن کے جواب میں یہ کہے تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ "وانا اشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شريك لهٗ وان محمداً عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبالاسلام ديناً" (مسلم صفحہ ۱۶۷، طحطاوی صفحہ ۸۷)

فجر کی اذان صبح صادق سے پہلے نہ دے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرات مؤذن (عہد نبوت میں) اس وقت تک اذان نہ دیتے جب تک کہ فجر صادق نہ ہو جاتی۔ (کنز جلد ۸ صفحہ ۳۵۰، ابن ابی شیبہ صفحہ، اعلاء صفحہ ۱۱۳)

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مؤذن فجر کی اذان دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے فجر کی دو رکعت نماز پڑھتے پھر مسجد تشریف لاتے اور (اس وقت سحری) کھانا بند ہو جاتا۔ اور اذان نہ دی جاتی یہاں تک کہ صبح صادق نہ ہو جاتی۔ (بیہقی، اعلاء صفحہ ۱۱۳)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تاوقتیکہ صبح صادق نہ ہو جائے اذان مت دو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے سمجھایا کہ وہ آسمان کی چوڑائی میں ہوتا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۹)

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت کے مؤذن مسروح نے اذان صبح صادق سے پہلے دے دی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دوبارہ حکم دیا کہ اذان دیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۹)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک مرتبہ اذان دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا میں نے اذان دے دی اے اللہ کے رسول تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک صبح صادق نہ ہو جائے اذان مت دو۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۹۱، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۴۲)

حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ اگر کوئی مؤذن رات میں اذان دے دیتا ہے تو ان سے لوگ کہتے خدا سے ڈرو اور اذان دوبارہ دو۔ (جلد ۱ صفحہ ۴۹۱)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک فجر کی اذان نہ دیتے جب تک صبح صادق فجر کا وقت نہ ہو جاتا۔

(کنز العمال صفحہ ۳۴۱)

فائدہ: ان روایتوں اور آثار سے معلوم ہوا کہ فجر کی اذان صبح صادق سے پہلے دینی جائز نہیں اگر دے گا تو صبح صادق کے بعد دوبارہ دینا ضروری ہوگا جیسا کہ روایتوں میں مذکور ہے۔

اور وہ جو رات میں اذان دی جاتی تھی وہ صبح صادق کی نماز کے لئے نہیں تھی بلکہ سحری کے لئے اور نماز تہجد کے لئے تھی پھر اس اذان کے علاوہ دوبارہ نماز کے لئے اذان دی جاتی تھی۔ اگر رات کی اذان جو صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی کافی ہوتی تو دوبارہ دوسری اذان کیوں دلوائی جاتی۔ پس معلوم ہوا کہ جس اذان کے لوٹانے کا حکم تھا وہ صبح کی نماز کے لئے تھی۔ لہٰذا جو لوگ صبح صادق کے قبل نماز فجر کی اذان درست سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں۔

وقت ہوتے ہی اذان دے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال اذان کو وقت سے موخر نہیں کرتے تھے (بلکہ وقت ہوتے ہی اذان دیتے تھے)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۲)

حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ اذان کو وقت سے مؤخر نہیں کیا جاتا۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۴۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وقت ہونے کے بعد مؤذن کو چاہئے کہ اذان دے دے یہ اہتمام خاص کر مغرب اور فجر میں کرے۔ اس لئے عوام الناس آج بھی نماز اور سحری اور افطار میں مؤذن کی اذان کا اعتبار کرتے ہیں خصوصاً عورتیں اگر صبح کی اذان صبح صادق کے بعد کچھ وقفہ سے دے گا تو عموماً عورتیں جو نفلی روزہ رکھتی ہیں ان کا روزہ خراب ہوگا وہ اذان پر اعتماد کر کے سحری کو وقت گزرنے کے بعد بھی کھاتی رہیں گی اسی طرح نوافل اور تہجد پڑھنے والے بھی سوچیں گے ابھی وقت باقی ہے نوافل پڑھتے رہیں گے حالانکہ وقت ختم ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگیا۔ نہ عموماً لوگوں کو صبح صادق کا علم ہوتا ہے اور نہ جنتری ہر گھر میں ہوتی ہے نہ عورتیں اس قسم کا اہتمام کرتی ہیں اسی طرح مغرب میں اگر تاخیر سے اذان دے گا تو روزہ رکھنے والوں کو افطار میں تاخیر ہوگی اس لئے ان دو اوقات میں اذان وقت ہوتے ہی دے دیا کرے تاکہ لوگوں کا روزہ اور نماز درست ہو۔ اور حدیث پاک میں فرمایا بھی گیا ہے کہ مؤذن لوگوں کی نماز اور روزہ کا ذمہ دار ہے لہٰذا اس ذمہ داری کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ ان دو وقتوں میں اذان وقت کے بعد فوراً دے دے۔

وقت سے پہلے اذان دے دے تو لوٹانا ضروری ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلال نے طلوع فجر سے قبل اذان دے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ واپس جائے اور اعلان کرے کہ بندہ سو گیا تھا (یعنی غفلت سے وقت سے قبل اذان دے دیا ہے)۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۸۳، طحاوی صفحہ ۸۳، ابوداؤد صفحہ ۷۹)

فَائِدَہ: وقت سے قبل اگر اذان دے دے تو دوبارہ وقت پر اذان دینا لازم ہے اور وقت سے قبل اذان دینا مکروہ تحریمی ہے۔ (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۲)

اگر بعض اذان وقت سے قبل اور بعض وقت کے بعد تو کل اذان کا لوٹانا واجب ہوگا۔ (السعایہ صفحہ ۱۱)

دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان دینا

حضرت ابو جحیفہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان دے رہے ہیں۔ (ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۳)

عمار بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالیں۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۹۶، ابن ماجہ صفحہ ۵۲)

حضرت عمار کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اذان دو تو اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالو، یہ بلندی آواز کا باعث ہے۔ (کبریٰ صفحہ ۱۱، عمدۃ القاری صفحہ ۴۸)

فَائِدَہ: اذان کی سنتوں میں سے ہے کہ کان میں انگشت شہادت ڈال کر اذان دے۔ جمہور علماء اسی کے قائل ہیں۔ (ترمذی، عمدۃ صفحہ ۱۴۸)

بعض لوگ تکبیر میں بھی انگلیاں کان میں ڈالنے کو مستحب کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۴۸، القاری)

قبلہ رخ اذان دینا

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب انہوں نے خواب دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے اور کہا کہ میں ہوش اور نیند کے درمیان تھا کہ ایک شخص کو دیکھا جو سبز لباس میں ملبوس تھا (یعنی فرشتہ) قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ الخ۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۹۱)

سعد قرظ کہتے ہیں کہ حضرت بلال جب اذان دیتے تو قبلہ رخ ہو جاتے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۲۱۴)

ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ حضرات صحابہ اور تابعین کا معمول تھا کہ رخ قبلہ اذان دیا کرتے تھے۔

ابن سیرین کہتے ہیں مؤذن جب اذان دے تو قبلہ رخ اختیار کرے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۶۷)

فَائِدَہ: اذان قبلہ رخ دینا لازم ہے اس کے خلاف جائز نہیں۔

اذان کسی اونچی اور بلند جگہ پر سنت ہے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت ابن مکتوم بیت کے اوپر اذان دیتے تھے۔ ابو برزہ اسلمی نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر اور تکبیر مسجد میں کہے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۲۱۷)

ابن ابی ملیکہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر اذان دیں۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۶۴)

فائدہ: اذان اونچی اور بلند جگہ پر اس لئے سنت ہے تا کہ اذان کی آواز پھیل جائے اور دور تک جائے۔ اب لاؤڈ اسپیکر سے دینے کی صورت میں مؤذن کا کسی اونچی اور بلند جگہ ہونے کی ضرورت نہیں کہ لاؤڈ اسپیکر سے آواز پھیل جاتی ہے۔

نابالغ سمجھدار لڑکے کی اذان درست ہے

ابن جریج نے حضرت عطا سے نقل کیا ہے کہ بالغ ہونے سے قبل لڑکے (جو سمجھدار ہوں) اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۱۶)

حضرت شعبی نے بیان کیا کہ کوئی لڑکا اچھی طرح اذان دے تو بلوغ سے قبل بھی اس کی اذان صحیح ہے۔
(ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۶)

حضرت سفیان ثوری سے پوچھا گیا کہ نابالغ (سمجھدار لڑکا) اذان دے سکتا ہے انہوں نے کہا ہاں دے سکتا ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۶۹)

فائدہ: ایسا نابالغ جو نماز اور اذان کے عرفی مفہوم کو سمجھتا ہو۔ اذان کا مقصد لوگوں کو اس کے ذریعہ بلایا جاتا ہے جانتا ہو اس کی اذان درست ہے۔

شامی میں ہے عاقل غیر بالغ کی اذان درست ہے۔ (الرد المحتار جلد ۱ صفحہ ۳۱۱، السعایہ صفحہ ۳۸)

اذان آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر دینا مسنون ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ جب اذان دو تو ٹھہر ٹھہر کر دو۔ اور تکبیر کہو تو جلدی کہو۔ (ترمذی صفحہ ۴۸، حاکم بیہقی، سنن کبریٰ صفحہ ۴۲۸)

حضرت سوید بن غفلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اذان ترتیل سے دیں اور اقامت ذرا جلدی سے۔ (دار قطنی، تلخیص الحبیر صفحہ ۲۱۱)

حضرت عمر بن الخطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیت المقدس کے مؤذن حضرت ابوالزبیر سے کہا کہ جب اذان دو تو آہستہ آہستہ دو۔ اور اقامت میں جلدی کہا کرو۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۲۸)

فَائِدَہ: احادیث میں اذان کے متعلق ترسّل کا لفظ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اذان کے کلمات کو جدا جدا ہر کلمہ پر رکتا ہوا ادا کرے۔ بحرالرائق میں ہے کہ کلمات کو ادا کرنے کے بعد وقفہ کرے۔ اور ترسّل کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اذان کے کلمات کو کھینچے اور طول کرے۔ (السعایہ جلد۲ صفحہ ۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اذان میں اللہ کے لام کو کچھ کھینچا طول کیا جا سکتا ہے۔ ہاں مگر زیادہ طول فاحش نہ کرے۔ اللہ کے لام کو مد کرنے کے متعلق کچھ تفصیل شمائل پنجم میں قرأت النبی کے ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

حدیث پاک میں اذان کے متعلق ترسّل کا حکم ہے اس کی تشریح فقہائے کرام نے اطالۃ الکلمہ سے کی ہے۔ اور یہ بین و واضح بات ہے کہ اس اطالۃ سے مراد معروف عادت سے کچھ زائد مد کرنا مراد ہوگا ایک الف ہرگز مراد نہ ہوگا۔ وہ تو ہر الف کی ادائیگی کے لئے لازم ہے۔ اسے عرفاً مد نہیں کہا جاتا مد کا مفہوم ایک الف سے خواہ کچھ ہی زائد ہو مراد ہوگا۔ چنانچہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں "**ومد لام الله صواب**" (صفحہ ۲۹۷)

اسی طرح ابن قیم نے البحرلرائق میں لکھا ہے:

اور نہایۃ المراد کے حوالے سے ہے: "**وَلَو مُدَّ لَامُ اللّٰهِ فَحَسَنٌ مَالَمْ يُخْرَجْ عَنْ حدّها كما فی التبيين**" (البلاغ ماہنامہ صفحہ ۴۷ کراچی)

اسی طرح مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال میں شیخ محمد نے ایک الف سے زائد اللہ کے مد کو کھینچنا جائز قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۶۶)

اسی طرح فن تجوید وقرات کے امام اور جلالت شان کے حامل قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نے تحفہ نذیریہ میں ایک الف سے زائد جائز قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۳۰)

اگر اس میں یہ توسع اور گنجائش نہ ہوتی تو یہ ماہرین فن ہرگز اسے جائز قرار نہ دیتے، لہٰذا ان تحقیقات مذکورہ کی روشنی میں اذان میں ایک الف سے زائد کی اجازت ثابت ہوتی ہے۔ اور امت کا اس پر تعامل ہے اور یہ سلسلہ اذان کا عہد قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ ہاں خیال رہے دوسری تحقیق کہ اللہ کے لام کو ایک الف کی مقدار سے زائد کچھ کھینچنا منع ہے، اس کے قائل بھی جید اور محقق علماء ہیں۔ دونوں جانب محققین علماء اور ماہرین فن ہیں لہٰذا اس کی تردید اور ابطال نہ کیا جائے بلکہ توسع پر محمول کیا جائے اور چونکہ یہ دین کی بنیادی اور اساسی امور میں سے نہیں ہے اور نہ قرآن واحادیث کے نصوص سے ثابت ہے اس لئے اس میں شدت اختیار نہ کی جائے کہ فروعی اختلافی مسائل میں ایک دوسرے پر رد، انکار ابطال منع ہے۔ "**وللناس فيما يعشقوق مذاهب**"

اذان واقامت میں پیروں کو اپنی جگہ رکھنا سنت ہے

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم فرماتے تھے کہ ہم جب اقامت کہیں تو

اپنے پیروں کو اپنی جگہ سے نہ ہٹائیں۔ (کشف الغمہ صفحہ۷۷)

فائدہ: اذان اور تکبیر کہتے وقت پیروں کو نہ حرکت ہوگی اور نہ پیروں کا رخ بدلے گا اس سے معلوم ہوا کہ اذان اور اقامت کہتے ہوئے چلنا ایک صف سے دوسرے صف منتقل ہونا ممنوع ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ مسجد میں اندر آتے ہوئے تکبیر شروع کر دیتے ہیں پھر صف پھاڑتے ہوئے اگلی صف چلے آتے ہیں سو یہ طریقہ خلاف سنت ہے صف میں کسی ایک جگہ جم اور رک جائیں پھر تکبیر کہیں، تکبیر کہتے ہوئے جگہ نہ بدلیں۔

اقامت اور تکبیر مسجد کے اندر سے کہنا سنت ہے

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ تکبیر اقامت مسجد کے اندر سے ہو مسجد کے باہر اذان گاہ سے نہ ہو۔ (کشف الغمہ جلد۲ صفحہ۱۲۱)

عبداللہ بن شقیق سے مروی ہے کہ اذان مینارہ پر (مسجد سے باہر) اور اقامت مسجد کے اندر ہو۔ صحابی کا سنت کہنا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک یہ تھا۔ (اعلاء السنن جلد۲ صفحہ۲۲۱، ابن ابی شیبہ صفحہ۲۲۴)

مؤذن کیسا ہونا چاہئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں جو بہتر ہو وہ اذان دیا کرے، اور جو زیادہ قرآن پڑھا ہو وہ امامت کیا کرے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۴۲۶)

حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا مؤذن وہ ہونا چاہئے جو تمہارے میں افضل ہو (یعنی اوقات صلوٰۃ کے اعتبار سے)۔ (سنن کبریٰ صفحہ۴۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نابالغ لڑکا امامت نہ کرے اور تم میں جو بہتر ہو وہ اذان دے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ۴۸۷)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگوں میں خسیس ذلیل و جاہل ہو خفیف العقل ہو عزت وقار کے خلاف امور کا مرتکب ہو ان کو، خصوصاً جو اوقات سے ناواقف ہو مؤذن نہ بنانا چاہئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا غلام کمتر لوگوں کا مؤذن ہونا تمہارے لئے بڑے نقصان کا باعث ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ۴۸۷)

مؤذن اور امام لوگوں کی نماز کے ذمہ دار ہیں

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤذن لوگوں کی نماز اور سحری کے ذمہ دار ہیں۔ (سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۴۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن ذمہ دار ہے اے اللہ! آئمہ کو رشد سے نوازے اور مؤذن کی مغفرت فرمائے۔ (سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۴۳۰)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: امام ذمہ دار ہوتا ہے (ضامن) اور مؤذن ذمہ دار ہوتا ہے اللہ پاک امام کو رشد و ہدایت سے نوازے مؤذنوں کو معاف فرمائے۔

(ترغیب جلد اصفحہ ۱۷۷)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُمَا کی مرفوع حدیث میں ہے کہ دو امور مؤذن کی گردن پر معلق ہیں مسلمانوں کا نماز اور روزہ۔ (ابن ماجہ جلد اصفحہ ۵۲)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ امام نماز کا قائد اور اس کا بوجھ اٹھانے والا ہوتا ہے، لہٰذا نماز کے متعلق جتنی بھی کوتاہی ہوگی فرائض واجبات، سنن، مستحبات، مکروہات اور سجدہ واجب کرنے والی صورتیں۔ ان سب کے ذمہ دار اور مسئول امام ہوں گے۔ اور مؤذن چونکہ لوگوں کو اذان دے کر وقت نماز کی اطلاع کرتا ہے۔ اس لئے اذان میں اقامت کے متعلق کوئی کوتاہی ہو جائے مثلاً اذان وقت سے پہلے دے دے اور لوگ ان کی اذان پر اعتبار کرتے ہوئے نماز پڑھ لیں جیسا کہ عورتیں تو اس کے ذمہ دار مؤذن ہوں گے۔ اس لئے ایسا مؤذن رکھنا جائز نہیں ہے جو اوقات نماز سے واقف نہیں۔ ایسا مؤذن رکھنا واجب ہے جو نماز کے اوقات اور اس کے مسائل سے واقف ہو۔

اچھی آواز والا مؤذن بہتر ہے

ابن ابی محذورہ نے حضرت ابومحذورہ کے متعلق بیان کیا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب غزوہ حنین کی جانب نکلے تو میں بھی اہل مکہ کی جانب سے دسویں میں سے ایک تھا ہم نے ان لوگوں کو (مسلمانوں کو) نماز کے لئے اذان دیتا ہوا پایا تو ہم بھی کھڑے ہوئے اذان دے کر ان کا استہزاء اور مذاق اڑانے لگے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے میری مذاق والی اذان سن لی) تو فرمایا ان لوگوں میں (کفار میں) تم نے ایک اچھی آواز والے کی اذان کو سنا۔ تو ہماری طرف ایک آدمی بھیجا۔ جس نے ہر ایک کی اذان کا جائزہ لیا۔ میری اذان کا سب سے آخر میں نمبر آیا تو آپ نے اپنے سامنے بٹھایا، میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی تین مرتبہ اور فرمایا۔ جاؤ مسجد حرام میں اذان دو۔

(نسائی، اعلاء السنن جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

ابومحذورہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے قریب بیس آدمیوں کو اذان دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ابومحذورہ کی اذان پسند آئی۔ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کو اذان سکھائی۔

(سنن دارمی صفحہ ۲۷۱)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مؤذن دیگر ضروری اوصاف، وقت کی معلومات، صحت اذان کے ساتھ اچھی آواز والا ہو تو بہتر ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت ابومحذورہ کو اچھی آواز کی وجہ سے منتخب فرما کر مسجد حرام کا مؤذن بنایا۔

خیال رہے کہ اذان دینے والا صحیح کلمات کی ادائیگی کے ساتھ اذان دیتا ہو۔ اذان میں صحیح کلمات کا ادا ہونا واجب و لازم ہے۔ ث و حاء، را، کی ادائیگی صحیح نہ ہو، ادائیگی کے قواعد اور رعایت سے ناواقف اور جاہل ہو، یا زبان ہی صحیح نہ ہو تو ایسے کی اذان اور اس کو مؤذن بنانا درست نہیں۔ اگر ایسا مؤذن ہو تو اس کو بدلنا لازم ہے تا کہ اللہ کے کلمات کی ادائیگی درست ہو۔ اذان کی صحت کے ساتھ اچھی آواز ہو تو بہت محمود ہے۔ فقہا نے بھی اچھی آواز والے مؤذن کو بہتر قرار دیا ہے۔ ہاں مگر یہ کہ گانے کی طرح اذان دینے والا نہ ہو کہ ایسی اذان ممنوع ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مؤذن سے فرمایا اذان اچھی طرح دو ورنہ اذان سے ہٹا دوں گا۔

(طحاوی علی المراقی صفحہ ۱۰۵)

اقامت کی آواز آجائے تو رک کر جماعت میں شریک ہوجائے

عمر بن عبید ذکر کرتے ہیں کہ ہم (بسا اوقات) مسجد کے قریب سے گزرتے ہوئے اقامت سن لیتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ یہاں سے گزر کر دوسری جگہ پہنچ جائیں تو فرمایا: حضرات صحابہ ایک دوسرے سے فرماتے تھے جب تکبیر سن لو تو رک جاؤ۔ (ابن عبدالرزاق)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مسجد سے تکبیر کی آواز جائے تو جماعت میں شریک ہو جائے دوسرا کام نہ کرے ورنہ جماعت چھوٹ جائے گی۔

اذان ہوجائے تو مسجد سے نہ نکلے

حضرت ابن مسیّب سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان کے بعد مسجد سے منافق ہی نکلتا ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۰۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تھے مؤذن نے اذان دی ایک صاحب مسجد سے باہر آئے۔ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اس نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم جب اذان سنیں تو اس وقت تک مسجد سے نہ نکلیں جب تک کہ نماز نہ پڑھ لیں۔

(مسند طیالسی مرتب جلد ۱ صفحہ ۸۰)

ابوشعثا کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد میں تھے مؤذن نے جب عصر کی اذان دی تو ایک شخص مسجد سے نکلا اس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اس نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۹)

فائدہ: ہاں اگر ضرورت مجبور کرے مثلاً پاخانہ پیشاب کرنا ہو یا کسی ناخوشگوار واقعہ کی اطلاع مل جائے یا دوسری جگہ کوئی ذمہ داری ہو تو مسجد سے نکلنے کی اجازت ہے۔

اقامت کے وقت کیا کہے

حضرت ابوامامہ یا بعض صحابہ سے منقول ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکبیر شروع کی۔ اور قد قامت الصلوٰۃ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اقامھا اللہ وادامھا" فرمایا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۱۱)

فائدہ: تکبیر میں اذان کی طرح جواب دیا جائے گا اور قد قامت الصلوٰۃ کے جواب میں "اقامھا اللہ وادامھا" کہا جائے گا یہی سنت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

اقامت شروع ہو جائے تو دوڑ کر نہ آئے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اقامت ہو جائے تو (رکعت ملنے کے لئے) دوڑ کر مت آؤ ٹھیک سے چل کر آؤ، تم پر اطمینان لازم ہے، جو مل جائے اس میں شریک ہو جاؤ، جو چھوٹ جائے اسے پورا کرلو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۶۷)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (جماعت کے لئے) آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع فرما رہے تھے۔ (دوڑ کر آنے کی وجہ سے) میری سانس پھول رہی تھی میں نے صف کے پیچھے ہی رکوع کرلیا پھر جا ملا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کون تھا جس نے صف کے پیچھے ہی رکوع کرلیا؟ ابوبکر نے کہا: میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ ایسا مت کرنا خدا تیری حرص اور شوق میں زیادتی فرمائے۔ (طحاوی صفحہ ۲۳۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تکبیر ہو جائے (جماعت کھڑی ہو جائے) تو دوڑ کر مت آؤ، اطمینان سے چل کر آؤ، جو مل جائے پڑھ لو، اور جو چھوٹ جائے پورا کرلو۔
(طحاوی صفحہ ۲۳۱، عمدۃ القاری صفحہ ۱۵۳)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ تکبیر ہو جائے، جماعت کھڑی ہو جائے تو رکوع اور رکعت پانے کے لئے دوڑ کر نہ آئے۔ ہاں تیز قدم بڑھا کر آنے میں کوئی حرج نہیں۔ دوڑ کر رکوع پانا منع ہے۔ اس کا التزام رکھے کہ جماعت شروع ہونے سے قبل مسجد میں آجائے تا کہ شروع تکبیر سے شریک ہو جس کا عظیم ثواب ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔ نماز کے لئے نہ دوڑے بلکہ اطمینان سکون کے ساتھ آئے۔ (بخاری صفحہ ۸۸)

نماز کے لئے اطمینان سے آئے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نماز کے لئے جب آؤ تو سکون واطمینان کے ساتھ آؤ (دوڑ بھاگ کر نہ آؤ)۔ (کنز العمال صفحہ ۲۴۶)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جلد بازی مت کرو نماز کے لئے آؤ تو سکون واطمینان کے ساتھ آؤ۔ (ابن حبان، کنز صفحہ ۲۴۷)

مؤذن اقامت کب شروع کرے

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اذان دیتے تو رکے رہتے، جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں تو تکبیر کہتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن جب امام کو نماز کے لئے آتا دیکھے جب تکبیر شروع کرے۔ ایسا نہ کرے کہ جب وقت ہو جائے تو تکبیر شروع کر دے اور پھر امامت کے لئے آدمی ڈھونڈھتا پھرے۔

اقامت شروع ہو جائے تو کوئی نماز نہ پڑھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تکبیر ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھے۔ (مسلم، طحاوی: مشکوۃ صفحہ ۹۶)

فائدہ: تکبیر اور اقامت شروع ہو جانے پر کسی نماز کی نیت باندھنی درست نہیں ہاں فجر کی سنت جماعت نہ چھوٹنے کی صورت میں پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود آئے اور نماز کھڑی ہو چکی تھی تو ایک ستون کے قریب جا کر فجر کی دو سنت پڑھی پھر جماعت میں شریک ہوئے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۷۵)

تاوقتیکہ امام نہ آئے نہ تکبیر ہو نہ لوگ کھڑے ہوں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اقامت ہو جائے تو اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک کہ مجھے نہ دیکھ لو۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۵)

اوپر کی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ جب امام کو نہ دیکھ لے یا نہ تیار ہو کر آ جائے تکبیر نہ کہے۔ اس میں ہے کہ جب تک مجھے نہ دیکھ لے کھڑے نہ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا بہتر نہیں جب امام آ جائے تب ہی کھڑے ہوں اور تکبیر کہیں، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام کے دیکھنے سے قبل کھڑا ہونا ممنوع ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۵۴)

اذان کا جواب دینا جس طرح مردوں پر ہے اسی طرح عورتوں پر بھی

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں اور عورتوں کی صف میں تشریف فرما تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت جب تم (حضرت بلال) حبشی کی اذان سنو تو اور اقامت سنو تو اسی طرح جواب دو جس طرح وہ کہہ رہے ہیں۔ اس پر تم کو ہر ہر حرف کے بدلے ایک ایک نیکی ملے گی اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اور ہمیں کیا ملے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم لوگوں کو دگنا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۳۲، السعایہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اذان کا جواب دینا جس طرح مردوں کو سنت ہے اسی طرح عورتوں کو بھی ثواب اور سنت ہے، افسوس آج کل لوگ اذان سنتے ہیں مگر اس کا جواب نہیں دیتے ہیں اور اپنے کام یا بات چیت میں مست اور غافل رہتے ہیں۔ سنت اور اس کی تاکید ہے کہ مؤذن کی اذان جب سنے تو خاموش ہو جائے اور اذان کا جواب دے اور اس کے بعد دعا پڑھے پھر کام میں یا بات چیت میں لگے۔ اگر کسی کام میں مصروف ہے تو کام کرتا ہوا زبان سے اذان کا جواب دے اور اذان کے بعد کی دعا کرے۔ عورتوں کو بھی اس کی تاکید ہونی چاہئے۔ عموماً عورتیں اذان سنتی ہیں بسا اوقات خاموش ہو جاتی ہیں مگر جواب اور دعا کا التزام و اہتمام نہیں کرتیں اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عورتوں کو تاکید فرمائی تاکہ غافل نہ رہیں۔

کن موقعوں پر اذان کا جواب دینا مشروع نہیں بلکہ ممنوع ہے

ان مقامات میں اذان کا جواب دینا ممنوع ہے۔

1. نماز کی حالت میں۔
2. خطبہ سننے کے وقت۔
3. جنازہ کے وقت۔
4. جماع کے وقت۔
5. قضائے حاجت کے وقت۔
6. علمی مشغولیت کے وقت یعنی علم حدیث وتفسیر وفقہ کی مشغولیت کے وقت اگر منطق وفلسفہ میں مشغول ہے تو جواب دے۔
7. کھانا کھانے کی حالت میں۔

اسی طرح جمعہ کی دوسرے اذان کا جواب جو خطبہ کے وقت منبر کے سامنے دیا جاتا ہے اس کا زبان سے جواب نہ دے۔ جنابت کی حالت میں اذان کا جواب دے۔ (السعایہ صفحہ ۵۱ تا ۵۳)

تلاوت کلام پاک کرنے والا اگر مسجد میں تلاوت کر رہا ہے تو تلاوت کرتا رہے اور اذان کا جواب نہ دے اور گھر میں ہے تو پھر اذان کا جواب دے۔ (کذا فی الظہیر یہ والسعایہ صفحہ ۵۲)

اگر مختلف مسجدوں سے اذان کی آواز آئے تو ایک اذان کا جواب دے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱)

عید و بقر عید میں اذان وتکبیر نہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کتنی مرتبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید و بقر عید کی

نماز بلا اذان واقامت کے پڑھی ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۱۹، ابوداؤد)

فائدہ: امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کے نزدیک عید بقرعید اور کسی نفل نماز کے لئے اذان واقامت نہیں دی جائے گی۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)

چنانچہ فقہائے کرام اور ہمارے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ عید بقرعید اور نماز کسوف وخسوف واستسقاء وغیرہ کے لئے اذان نہیں ہے۔ ہاں البتہ اعلان اور اطلاع کی ضرورت پڑ جائے تو "الصلٰوۃ جامعۃ" جماعت تیار ہے، جماعت ہونے جارہی ہے، جماعت کا وقت ہوگیا ہے ان کلموں سے اعلان کیا جاسکتا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے "الصلٰوۃ جامعۃ" منقول ہے۔ (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنوں کی تفصیل

حافظ ابن حجر عسقلانی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنوں کی تعداد بیان کرتے ہوئے کہا کہ دو مؤذن متفق علیہ تھے: حضرت بلال، ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ تین مؤذن تھے حضرت ابومحذورہ کا اضافہ کرتے ہوئے حافظ اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سعد القرظ کو ملا کر جو قبا میں تھے چار تھے۔ (تلخیص الحبیر جلد ۱ صفحہ ۳۱۹)

ابوصالح دمشقی نے ابن قیم کے حوالہ سے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار مؤذن تھے (یعنی جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے لئے متعین فرمایا تھا) بلال، ام مکتوم مدینہ میں، سعد قرظ کو قبا میں، اور ابومحذورہ کو مکہ مکرمہ میں جن کا نام اوس بن مغیرہ الجمعی تھا۔ (السبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۸۸)

علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے مزید تحقیق کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ مؤذن تھے: حضرت بلال، ابن ام مکتوم، سعد القرظ، ابومحذورہ، زیاد بن الحارث الصدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۴۲)

کن مقامات اور احوال میں اذان مشروع ہے

علامہ عبدالحیٔ ذکر کرتے ہیں کہ اصل تو اذان کی مشروعیت اور اذان کا اولین مقصد نماز (باجماعت) کے لئے اطلاع کرنا ہے۔ مگر ان مقامات میں بھی مشروع ہے۔

1. بچوں کی پیدائش کے وقت ان کے کان میں جیسا کہ ابورافع کی روایت میں ہے کہ میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کے کان میں اذان دے رہے تھے۔
2. صحراء یا جنگل میں جن یا بھوت کا احساس ہو کہ شیطان اذان سن کر بھاگتا ہے۔
3. سواری پریشان کرے۔

۴ کوئی شخص پریشان ہو اور لوگوں کو پریشان کرے تو اس کے کان میں اذان دے۔

۵ غمزدہ شخص پر۔

۶ مرگی اور بے ہوش ہونے والے پر۔

۷ غیض غصہ میں مبتلا شخص پر۔

۸ لشکر کے مقابلہ کے وقت۔

۹ آگ لگنے کے وقت۔

۱۰ جو جنگل وصحرا میں جہاں کوئی شخص راستہ بتانے والا نہ ہو۔ (السعایہ جلد۲صفحہ۴۵)

اذان اور امامت میں کون افضل ہے

ابو غالب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوامامہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مؤذن مسلمانوں (کی نماز کے) ذمہ دار ہیں اور امام ضامن ہے۔ اور مجھے اذان امامت سے زیادہ محبوب ہے۔ (سنن کبریٰ جلد۱صفحہ۴۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور گزارش کی کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤذن ہو جاؤ۔ اس نے کہا میں یہ نہ کر سکوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر امام بن جاؤ۔ اس نے کہا یہ بھی مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر امام کے مقابل (پیچھے) کھڑا ہوا کرو۔ (ترغیب جلد۱صفحہ۱۸۱)

فائدہ: اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً فرمایا کہ مؤذن ہو جاؤ، پھر دوسرے نمبر پر امامت کو فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اذان امامت سے افضل ہے۔ تیسری بات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ مسجد میں اتنے پہلے آؤ کہ بالکل امام کے پیچھے جگہ مل جائے۔ یعنی صرف جماعت ہی میں شرکت نہیں بلکہ جماعت سے اتنے پہلے آؤ کہ امام کے بالکل پیچھے جگہ ملے۔ ظاہر ہے کہ اس کا التزام تکبیر اولیٰ سے بھی زیادہ اہتمام کا حامل ہے، اس لئے کہ کسی بھی صف میں رہ کر تکبیر اولیٰ یعنی امام کی تکبیر تحریمہ میں شریک ہو جائے گا مگر امام کے مد مقابل کھڑا ہونا اس کے لئے تو پہلے ہی آنا پڑے گا۔ تب یہ جگہ ملے گی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مؤذن لوگ تو ہم پر فضیلت حاصل کر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم بھی اسی طرح کہو جس طرح وہ کہہ رہا ہے۔ (یعنی اذان کے کلمات) اور جب ختم ہو جائے تو دعا کرو۔ (ترغیب جلد۱صفحہ۱۷۸)

فائدہ: اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی افضلیت کو تسلیم کیا اس سے اس کا افضل ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ محدث رافعی نے احادیث سے (جو اس باب میں افضلیت پر دال ہیں)

اذان کی افضلیت پر استدلال کیا ہے۔ محدث بیہقی نے ’’باب فضل التاذین علی الامامۃ‘‘ قائم کیا ہے جس سے وہ اذان کی امامت پر افضیلت کو ثابت کررہے ہیں۔

شرح احیاء میں ہے کہ علامہ نووی نے اذان کو امامت پر افضل قرار دیا ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے اسی فضیلت کی وجہ سے حضرات صحابہ امامت سے بچتے تھے۔ (شرح احیاء جلد۲ صفحہ ۱۷۴)

اس کے برخلاف امام غزالی امامت کو افضل قرار دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے اسی پر حضرات خلفاء اور ائمہ مقتدی نے بھی عمل کیا ہے شرح احیاء میں ہے کہ امامت کے افضل ہونے کی تصریح امام شافعی نے کتاب الام میں کی ہے۔ اور یہی رائے قاضی ابوطیب، دارمی، صاحب الافصاح کی ہے علامہ ازرعی نے کہا کہ اسی کو اکثر علماء نے راجح قرار دیا ہے۔ علامہ ردویانی نے امامت کی اولویت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(اتحاف السادۃ صفحہ ۱۷۴)

علامہ فرنگی محلی نے اس میں تین قول ذکر کیا ہے۔

1. امامت افضل ہے۔
2. اذان افضل ہے۔
3. دونوں برابر ہیں۔ (سعایہ صفحہ ۴۳)

مؤذن کی تنخواہ کا حکم

حضرت ابوفروہ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جس نے مؤذن کا وظیفہ متعین کیا وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۸۳)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی نے جو امام الہدیٰ ہیں انہوں نے مؤذن کا وظیفہ متعین کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۲۹)

فائدہ: بعض حدیث میں اذان پر اجرت وتنخواہ لینے کو منع کیا گیا ہے چنانچہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایسے مؤذن کو اختیار کرو جو اذان پر اجرت وتنخواہ نہ لے۔ (ابوداؤد ۷۹، ترمذی ۵۱)

اس حدیث پاک میں امام ترمذی لکھتے ہیں کہ اہل علم کی ایک خاص جماعت نے اجرت وتنخواہ کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۵۱)

چنانچہ بہتر یہ ہے کہ حسبۃً للہ خالص اللہ کے واسطے اذان دے اسی لئے حدیث پاک میں جو فضیلت ہے وہ محتسباً بلا اجرت ثواب کی نیت سے دینے پر ہے لیکن اگر گنجائش نہ ہو دیگر معاشی سہولت نہ ہو تو تنخواہ کا لینا اور وظیفہ متعین کرنا بھی درست ہے جلیل القدر صحابہ کرام نے درست قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خلفاء راشدین میں ہیں انہوں نے مؤذن کا وظیفہ بیت المال سے متعین کیا اور خلفاء راشدین کا عمل قابل اتباع ہے۔ حدیث پاک میں ان کے طریقہ کے اختیار کرنے کا حکم ہے چنانچہ ابن ماجہ میں ہے تم پر میری اور خلفاء راشدین کی اتباع لازم ہے حضرت عثمان غنی کے اس عمل سے علماء نے جواز اخذ کیا ہے چنانچہ امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں باب سے اس جواز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (صفحہ ۴۳۹)

اس کی ایک بہتر صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ طے اور متعین تو اپنی جانب سے نہ کرے کہ اتنا دوگے تب ہی اذان دوں گا، جوار باب نظم دے دیں تعاون سمجھ کر قبول کرلے چنانچہ حضرت قتادہ کی یہی رائے ہے کہ بلاشرط جو مل جائے درست ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۳)

ایک صورت یہ ہے کہ مؤذن کو اذان کے علاوہ مسجد سے متعلق دوسرے کام جھاڑو، صفائی پانی وغیرہ کے نظم پر لگادے اور اس خدمت پر تنخواہ متعین کرے، اور ہر ایک یہ سمجھے کہ ان خدمات کی تنخواہ ہے تو بلاشبہ اذان کی فضیلت کا حامل ہوگا عموماً ہمارے دیار میں مؤذن کے ذمہ ایسے امور ہوتے ہیں تو اس شکل میں گویا کہ وہ اذان کی اجرت نہیں لے رہا ہے تاہم یہ شکل نہ ہونے پر بھی مطلقاً اذان اور مؤذن کی تنخواہ جائز اور درست ہے۔ امام محمد نے مسبوط میں اذان، امامت، تعلیم درس تدریس کی تنخواہ کو جائز قرار دیا ہے امام مالک امام شافعی رحمہما اللہ بہر صورت جائز قرار دیتے ہیں۔

احناف کے یہاں متقدمین کے یہاں تو منع ہے مگر متاخرین علماء نے بلاقباحت جائز قرار دیا ہے۔

(معارف السنن جلد ۲ صفحہ ۲۴۰، ہدایہ)

اذان کے بعد کی مسنون دعائیں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کے بعد یہ دعا پڑھے قیامت کے دن اس پر میری شفاعت ثابت ہوجاتی ہے۔

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ" (بخاری صفحہ ۸۶، ترمذی، نسائی صفحہ ۱۱۰)

ترجمہ: "اے اس دعاء تام کے اور قائم ہونے والی نماز کے رب۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت کی دولت سے نوازے اور ان کو مقام محمود سے نوازے جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا۔"

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اذان سنتے تو یہ دعا فرماتے:

"اللھم رب ھذہ الدعوة التامة والصلٰوة القائمة صلّ علی محمد واعطه سُؤالَهٗ یوم القیمة" (ترغیب صفحہ ۱۸۷)

ترجمہ: ''اے اللہ اس پوری دعا اور قائم ہونے والی نماز کے رب محمد پر رحمت کاملہ نازل فرمایئے اور قیامت کے دن ان کی مراد برلایئے۔''

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اذان سنتے تو یہ دعا پڑھتے:

''اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلٰوة القائمة صلّ على عبدك ورسولك واجعلنا فى شفاعته يوم القيمة'' (ترغیب صفحہ ۱۸۸، سبل الہدیٰ صفحہ ۸۹)

ترجمہ: ''اے اس پوری دعا کے رب اور قائم ہونے والی نماز کے رب اپنے بندے اور رسول پر رحمت کاملہ نازل فرمایئے اور قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب فرمایئے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن کی اذان سنو تو یہ کہو:

''اللهم افتح اقافل قلوبنا بذكرك. واتمم علينا نعمتك من فضلك واجعلنا من عبادك الصالحين''

ترجمہ: ''اے اللہ اپنے ذکر سے ہمارے دلوں کی بندش کو کھول دیجئے۔ اور اپنے فضل سے اپنی نعمت کو مکمل کر دیجئے۔ اور ہمیں صالح بندے میں بنا دیجئے۔'' (ابن سنی صفحہ ۴۱)

حضرت عبداللہ کی طویل حدیث میں ہے جو یہ کہے (اذان کے بعد) اس پر قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

''اللهم اعط محمدا ٍالوسيلة واجعل فى العليّين درجته وفى المصطفين تحيته وفى المقربين ذكره'' (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۴۵، مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۳۳۳، ابن سنی صفحہ ۴۰)

ترجمہ: ''اے اللہ ان کو وسیلہ سے نوازیئے۔ اور علیین میں ان کا درجہ بلند فرمایئے اور برگزیدہ لوگوں میں انکا ادب وتحیہ ہو اور مقربین میں ان کا ذکر ہو۔''

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ اذان کے بعد یہ دعا پڑھے اور پھر اپنی حاجت مانگے:

''اللهم رب هذه الدعوة المستجابة المستجاب لها ودعوة الحق وكلمة التقوىٰ احيينا عليها. وامتنا عليها وابعثنا عليها واجعلنا من خيار اهلها محيا ومماتا''

ترجمہ: ''اے اللہ! اس مستجاب دعا کے رب جو دعا قبول کی جا چکی ہے جو دعا حق ہے کلمہ تقویٰ ہے

اسی پر ہمیں زندہ رکھئے اسی پر ہمیں موت دیجئے اسی پر ہمیں اٹھائیے اور ان کے پسندیدہ لوگوں میں ہمیں حیات وموت کے اعتبار سے کر دیجئے۔''

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مؤذن کی اذان پر یہ کہتا ہے تو اللہ پاک اس کی دعا کو قبول فرماتے ہیں:

''اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ صلّ علی محمد وارض عنا رضی لا سخط بعدہ'' (ابن سنی صفحہ ۳۹، مجمع الزوائد)

ترجمہ: ''اے اللہ اس دعا تام اور قائم ہونے والی نماز کے رب محمد پر رحمت نازل فرمایئے، اور ہم سے ایسے راضی ہو جایئے کہ اس کے بعد ناراضگی نہ ہو۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مؤذن کی اذان سنتے تو یہ کہتے:

''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ'' (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۸۹)

ترجمہ: ''گواہ ہوں کہ کوئی اللہ کے سوا معبود نہیں۔ گواہ ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اذان سنتے تو یہ دعا فرماتے: ''مرحبا بالقائلین عدلا وبالصلوٰۃ مرحبا واھلا'' (مطالب عالیہ صفحہ ۶۷، ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۸)

اس کے کہنے والے پر مرحبا ہے ٹھیک ٹھیک اے نماز مرحبا ہے خوش آمدید ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اذان کے بعد یہ درود پڑھے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔

''اللھم صلّ علی محمد وبلغہ درجۃ الوسیلۃ عندك واجعلنا فی شفاعتہ یوم القیمۃ'' اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کاملہ بھیجئے اور ان کو اپنے نزدیک وسیلہ کے مرتبہ تک پہنچایئے۔ اور قیامت کے دن ان کی شفاعت میں داخل فرمایئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی نماز کی اذان سنے اور یہ پڑھے تو قیامت کے دن اس کی شفاعت واجب ہو جائے گی:

''اللّٰہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ. اللھم اعط محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ واجعل فی العلیین درجتہ وفی المصطفین محبتہ وفی المقربین ذکرہ'' (القول البدیع صفحہ ۱۸۳)

ترجمہ: ''اللہ بڑا ہے گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ گواہ ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

اے اللہ محمد کو وسیلہ اور فضیلہ سے نوازیئے اور اونچے لوگوں (فرشتوں) میں ان کا درجہ کر دیجئے۔ برگزیدہ لوگوں میں ان کی محبت ڈال دیجئے۔ مقرب لوگوں میں ان کا ذکر کر دیجئے۔"

مغرب کی اذان کے وقت کیا پڑھے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی اذان کے وقت یہ دعا سکھائی:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْ لِيْ"

(کبریٰ جلد ا صفحہ ۴۱۰، ابوداؤد صفحہ ۲۹)

ترجمہ: "اے اللہ یہ ترے رات کے آنے کے وقت ہے اور تیرے دن کے جانے کا اور یہ تیرے داعی کی آواز ہے۔ پس میری مغفرت فرما۔"

اذان کی رائج اور مشہور دعاء میں الدرجة الرفيعة وغیرہ کی علمی تحقیق

خیال رہے کہ صحاح میں جو دعاء اذان منقول ہے اس کے مقابلے میں جو ہمارے عرف اور زبانوں پر رائج ہے اس میں تین کلمات زائد ہیں:

۱. "الدرجة الرفيعة"
۲. "وارزقنا شفاعته"
۳. "انك لا تخلف الميعاد"

"الدرجة الرفيعة" کے متعلق حافظ ابن حجر نے تلخیص میں ذکر کیا ہے کہ کسی روایت میں یہ لفظ مروی نہیں ہے۔ (جلد ا صفحہ ۲۲۱)

ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ "الدرجة الرفيعة" جو زبانوں پر مشہور ہے علامہ سخاوی نے اس کے متعلق کہا ہے کہ میں نے کسی روایت میں نہیں پایا۔ (مرقات جلد ا صفحہ ۴۲۵)

علامہ زبیدی نے شرح احیاء میں علامہ سخاوی کی مقاصد سے لکھا ہے۔ یہ مدرج ہے، کسی روایت میں نہیں پایا ہے۔ شفاء کے بعض نسخوں کے حوالے سے حضرت جابر کی روایت میں کسی نے ذکر کیا ہے مگر میں نے شفاء کے تمام نسخوں کو دیکھا تو کسی میں نہیں پایا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۷)

علامہ عبدالحئی فرنگی محلی نے بھی یہی کہا کہ حافظ نے کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں علامہ سخاوی نے کہا کہ میں نے اسے کہیں نہیں پایا۔

السعایہ جلد ۳ صفحہ ۴۷۔ معارف السنن میں بھی ہے لا اصل لہا۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ اذان میں "الدرجة الرفیعة" کا لفظ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اذان کی دعا میں اسے داخل رکھا جا سکتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ بہتر تو یہی ہے کہ اسے داخل نہ رکھا جائے چونکہ اوراد اور دعاؤں میں منقول اور ماثور کا لحاظ رکھنا مامور اور مشروع ہے۔ ہاں مگر گنجائش ہے۔ درجۃ رفیعہ کا ثبوت گو یہاں لفظاً نہیں ہے مگر معنی ہے۔ اور آپ کے لئے درجہ رفیعہ مطلوب ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو۔ اور وسیلہ کی شرح کرتے ہوئے حافظ نے لکھا ہے "وتطلق علی المنزلة العالیة" (جلد۲ صفحہ۹۵)

درجہ رفیعہ سے مراد جنت اور تقرب الٰہی کے بلند درجات ہیں۔ اور وسیلہ کی تشریح میں جنت کے درجات عالیہ ثابت ہیں۔

چنانچہ علامہ عینی نے ایک حدیث ذکر کی ہے آپ نے فرمایا میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو یہ جنت کا وہ بلند درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں کسی بندے کے لئے ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔ (عمدۃ القاری صفحہ۱۲۲)

اسی طرح ایک حدیث سے درجہ رفیعہ کی دعا کا ثبوت مل رہا ہے چنانچہ محدث ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اذان سنے پھر یہ کہے "اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك لهٗ وان محمدا عبده ورسوله ابلغها الدرجة. والوسيلة عندك واجعلنا فی شفاعته يوم القيمة الا وجبت لهٗ الشفاعة" (عمدہ القاری جلد۳ صفحہ۱۲۴)

دیکھئے اس میں الدرجۃ کی دعا ہے جس سے درجات عالیہ اور درجات رفیعہ ہی مراد ہے۔ لہٰذا درجات رفیعہ کا ثبوت اس سے ہو رہا ہے۔ اسی طرح بروایت ابن مسعود اذان کی ایک دعا میں یہ کلمہ اسی طرح وارد ہے۔ "اللهم اعط محمداً الوسيلة والفضيلة واجعل فی العليين درجته وفی المصطفين محبتهٗ والمقربين ذكره" (القول البدیع صفحہ۲۸۲)

سے بھی اس درجہ رفیعہ کا ثبوت ہو رہا ہے۔ (ابن سنی صفحہ۴۰)

نیز یہ کہ کسی محدث نے بھی اسے نہ کرنے اور نہ پڑھنے کو ذکر نہیں کیا۔ صرف عدم ثبوت کی تصریح کی ہے۔ اس کے کرنے پر نکیر یا ترک پر ترغیب نہیں بیان کیا ہے۔ بعضوں نے اس لفظ کو ذکر کیا ہے چنانچہ ابن سنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں جو دعاء اذان نقل کی ہے اس میں "الدرجة الرفيعة" ہے۔ (صفحہ۳۸)

نیز یہ ایک اہم دلیل ہے کہ حضرت اقدس مسند الہند شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب بے مثال تصنیف حجۃ اللہ البالغۃ میں دعاء اذان جو نقل کی ہے۔ اس میں "الدرجة الرفيعة" کو ذکر کرتے ہیں۔

(جلد۲ صفحہ۸۱)

یا تو ان کے زعم میں کسی روایت یا اثر سے ثابت ہے یا اس کی گنجائش ہے۔ اور مشروع ہے تب ہی تو ذکر کیا ہے۔

اسی طرح تلخیص الحبیر میں بھی الرافعی کی دعاء اذان میں "الدرجة الرفيعة" ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد۲ صفحہ ۸۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ اس پر نکیر اور اس کے ترک پر شدت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں دائر گنجائش میں ہے۔ کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ دعا اذان ابن سنی تلخیص میں الرافعی الوجیز کے حوالے سے اور حجۃ اللہ البالغہ میں مذکور ہے۔ "وارزقنا شفاعته"

معلوم ہوتا ہے کہ خطہ عرب کی رائج دعاؤں میں صرف "الدرجة الرفيعة" ہے یہ کلمہ نہیں ہے اسی وجہ سے اصحاب تحقیق اور نقد نے اس پر کچھ کلام ہی نہیں کیا ہے۔

چنانچہ اذان کی دعاء میں یہ بھی کسی روایت سے ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ بنوری معارف السنن شرح ترمذی میں لکھتے ہیں: "وارزقنا شفاعته فلا اصل لهٗ ايضا" (صفحہ ۲۳۹)

چنانچہ تحقیق و تفتیش سے یہی معلوم ہوا کہ دعاء اذان کی کسی روایت میں یہ کلمہ اس طرح مروی اور ثابت نہیں ہے۔ گو یہ کلمہ اور لفظ ثابت نہیں مگر دعا شفاعت روایت سے ثابت ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث مرفوع میں دعا اذان میں "اجعلنا فی شفاعته یوم القیمة" ہے جس سے معنی کا اثبات ہو رہا ہے اسی طرح ابن علان مکی نے "الفتوحات الربانية على اذكار النووية" میں طبرانی اوسط کے حوالے سے یہ دعا نقل کی ہے۔ "(صل) على عبدك ورسولك واجعلنا فی شفاعته یوم القیمة" جو اذان کے بعد یہ دعا پڑھے گا قیامت کے دن میری شفاعت سے نوازا جائے گا۔ (الفتوحات جلد۲ صفحہ ۱۳۲)

رحمت نازل فرما اپنے بندے اور رسول پر۔ اور قیامت کے دن ان کی شفاعت میں داخل فرما۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ دعاء اذان میں شفاعت کی دعا ثابت ہے۔ جیسا کہ "واجعلنا فی شفاعته" ہے۔ یہی مفہوم "وارزقنا شفاعته" کا ہے۔ لہٰذا دوسری حدیث میں اس کے ثابت اور مذکور ہونے کی وجہ سے دعا اذان میں اسے شامل کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اس لفظ کے ساتھ اس دعا میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر نکیر اور شدت سے منع وارد نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہاں نہ شامل کرے تو بہتر ہے۔

"انك لا تخلف الميعاد" اس کلمہ کا ثبوت تو صراحتاً احادیث سے روایت ہے۔ چنانچہ ارباب حدیث نے اس کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ محدث بیہقی نے سنن کبریٰ میں باب "بالقول اذا فرغ من ذلك" کے تحت جو جابر کی حدیث دعاء اذان نقل کی ہے اس میں "الذی وعدته انك لا تخلف الميعاد" ذکر کیا ہے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۴۱۰)

چنانچہ علامہ عینی شرح بخاری میں دعاء اذان کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ "**وفی روایة البیهقی الذی وعدته انك لا تخلف المیعاد**" (عمدۃ جلد۵ صفحہ۱۲۳)

اسی طرح اس زیادتی کو حافظ نے فتح الباری میں (جلد۲ صفحہ۹۵)

میں اس زیادتی کو تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح السعایہ میں بھی اس زیادتی کو بیہقی ہی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (جلد۲ صفحہ۴۷)

لہٰذا دعاء اذان میں "**انك لا تخلف المیعاد**" بعض سند میں ثابت ہونے کی وجہ سے پڑھنا اور اس کا اضافہ صحیح ہے۔

مقتدی کب کھڑے ہوں گے

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے یعنی تکبیر شروع کرے تو کھڑا ہونا لازم ہے۔

(فتح الباری صفحہ۱۲۰)

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن (مکبّر) اللہ اکبر تکبیر شروع کرتا۔ (فتح الباری جلد۲ صفحہ۱۲۰)

سعید بن مسیب اور عمر بن عبدالعزیز اس وقت کھڑے ہونے کو لازم قرار دیتے تھے جب مؤذن اللہ اکبر (تکبیر شروع کرے)۔ (عمدۃ القاری صفحہ)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اس وقت کھڑے ہوتے جب کہ قد قامت الصلوٰۃ مؤذن کہتا ہے۔

(عمدۃ القاری صفحہ)

امام اعظم امام محمد اس کے قائل ہیں کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تب کھڑے ہوں اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام تکبیر تحریمہ شروع کردے۔ (عمدۃ القاری صفحہ)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی حدیث ہے کہ جیسے تکبیر شروع ہوتی ہم لوگ کھڑے ہو جاتے اور صف درست کرتے قبل کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لاتے۔ (مسلم عمدۃ القاری)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نکلنے سے قبل ہم لوگ صف درست کرنے کے لئے (کھڑے) ہو جاتے۔ ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ نماز کے لئے اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن اللہ اکبر (تکبیر) شروع کرتا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لاتے صفوں کو برابر فرماتے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ۵۰۷)

امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز مسجد میں ایسے لوگوں کو بھیجتے تھے جو لوگوں کو کہتے

تھے کہ نماز کے لئے جب اقامت شروع ہو جائے تو کھڑے ہو جائیں۔ (عبدالرزاق جلدا صفحہ ۵۰۶)

ابراہیم کی روایت میں ہے کہ وہ محتسب اور پہرے دار کو بھیجتے تھے کہ (وہ اس پر لوگوں کو عمل کرائیں) جب مؤذن اقامت شروع کرے تو نماز کے لئے لوگ کھڑے ہو جائیں۔ (ابن عبدالرزاق جلدا صفحہ ۵۰۶)

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ وہ اولاً ایک آدمی کو صف درست کرنے کے لئے مقرر فرما دیتے تھے اور اس وقت تکبیر نہیں کہی جاتی تھی جب تک یہ منادی جاتے تھے کہ صف درست ہوگئی ہے۔ یعنی اس وقت نماز شروع ہوتی جب تک کہ صف درست نہ ہو جاتی۔ (ترمذی صفحہ ۳۱)

حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہماری صفوں کو درست فرمانے کے لئے نکلتے تھے۔ (ترمذی، بخاری صفحہ ۱۰۰)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ تکبیر اقامت کے وقت کھڑے ہونے کی متعدد صورتیں ہیں احادیث و آثار و اقوال فقہاء کے اعتبار سے ہر ایک کی گنجائش ہے۔ نہ شدت نہ ایک دوسرے پر ملامت۔ حی علی الصلوٰۃ اور قد قامت الصلوٰۃ کے وقت بھی کھڑے ہونے کا احادیث و آثار سے ثبوت ہے۔ امام اعظم امام محمد رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی روایت سے بھی یہ منقول ہے۔ اور یہ بھی احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ شروع اقامت سے کھڑے ہو جائیں صف درست کی جائے پھر تکبیر تحریمہ امام کہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس امر کا اہتمام فرماتے کہ نماز سے قبل صف بندی ہو جائے۔ صف درست ہو جائے احادیث پاک میں صف بندی کی بڑی تاکید آئی ہے۔ اس سے غفلت پر سخت وعید و توبیخ ہے۔ اس کے پیش نظر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے بعد خلفائے راشدین نے خصوصاً حضرت عمر فاروق حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کا اہتمام کیا تکبیر سے پہلے صف بندی ہو جائے یا تکبیر کے آغاز ہی میں لوگ کھڑے ہو کر صف بندی کرلیں چنانچہ انہی احادیث و آثار کے پیش نظر امت کا ایک طبقہ شروع اقامت میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ خصوصاً اس دور میں لوگ صف کی رعایت اور صف بندی کر کے لوگ نہیں بیٹھتے اور تسویہ صفوف کی تاکید سے غافل ہیں اس لئے شروع اقامت سے کھڑے ہونا اور صف کا درست کرنا اولیٰ ہے اور احادیث و آثار کے موافق ہے لہٰذا اس پر ملامت کرنا اسے مسئلہ اور دین کے خلاف سمجھنا نادانی اور جہالت ہے۔ البتہ اس کا ثبوت تو کسی حدیث و آثار سے نہیں اور نہ خیر القرون کے تعامل سے ثابت ہے کہ امام مصلیٰ پر اولاً قوم کی طرف رخ کر کے بیٹھ جائے۔ مؤذن تکبیر کہے پھر حی علی الصلوٰۃ یا قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہو جائیں۔ امام کا مصلے پر بیٹھنا پھر یہ صورت اختیار کرنا اور اس پر شدت اختیار کرنا اس کے خلاف پر رد و ملامت کرنا یہ اصول شریعت سے نادانی اور جہالت کی بات ہے۔ مزید تفصیل کے لئے اس موضوع پر لکھے گئے رسائل صدائے رفعت اور مقتدی کب کھڑے ہوں وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

اذان کے متعلق چند اہم مسائل و آداب

اذان سنت مؤکدہ ہے۔ اگر کسی علاقے کے لوگ اذان بالکل چھوڑ دیں تو ان سے قتال کیا جائے گا۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۴۰)

اذان و اقامت دونوں قبلہ رخ سنت ہے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۲۵۲)

اذان فرض نماز کی ادائیگی کے لئے ہے خواہ قضا ہی کیوں نہ ہو۔ (سنت اور واجب کے لئے نہیں)۔ (الشامی صفحہ ۳۸۴)

کان میں انگلی دیتے ہوئے اذان سنت ہے۔ اقامت میں نہیں۔ (فتح صفحہ ۲۴۵، بحر الرائق صفحہ ۲۷۴)

حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت چہرے کا دائیں بائیں پھیرنا سنت ہے۔ (فتح، الشامیہ صفحہ ۲۸۷)

اذان میں اذان کے کلمات کے درمیان وقفہ ہونا چاہئے اور ایک کلمہ دوسرے سے الگ ادا ہونا چاہئے۔ (طحاوی صفحہ ۱۰۵)

اذان میں اللہ اکبر کے کلمہ میں اللہ کے لام کو تھوڑا سا کھینچنا صحیح ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۲۷)

حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت صرف چہرے کا پھیرنا مسنون ہے پیر اپنے جگہ پر جمے رہیں گے۔ (بحر صفحہ ۲۷۲)

اذان و اقامت کے درمیان اتنا وقفہ ہونا چاہئے کہ آدمی پاخانہ پیشاب اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو جائے۔ (فتح صفحہ ۲۴۴)

ناسمجھ بچے اور نشہ سے مست کی اذان کو لوٹایا جائے گا۔ (فتح صفحہ ۲۴۴)

وقت سے پہلے اذان دینے سے وقت کے بعد دوبارہ اذان دینا ضروری ہے۔ (فتح صفحہ ۲۵۳)

بلا وضو کے اذان دے دے تو جائز خلاف سنت ہوگا مگر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اقامت بلا وضو کے کہنا مکروہ تحریمی ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۵۲)

اذان کے درمیان اگر بات کر لی گفتگو کر لی تو اذان کا اعادہ کرے۔ (الشامیہ صفحہ ۳۸۹)

چلتے ہوئے آدمی کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ رک کر اذان کا جواب دے اذان کے بعد سلام رسم کے طور پر کرنا بدعت ہے اس کا ترک واجب ہے۔ (الشامیہ صفحہ ۳۹۰)

عورتوں بچوں کی جماعت کے لئے اذان کی اجازت نہیں۔ (الشامیہ صفحہ ۳۹۱)

عیدین، جنازہ، کسوف اور خسوف، استسقا اور تراویح کے لئے اذان درست نہیں۔ (بحر الرائق صفحہ ۲۶۹)

فاسق و فاجر کی اذان مکروہ ہے۔ اگر اذان دے دی تو اب دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

(البحر الرائق صفحہ ۲۷۸)

محلے اور شہروں میں جہاں اذان ہوتی ہو وہاں گھر میں نماز پڑھنے والوں کے لئے اذان اقامت نہ کہے تو درست ہے۔ (بحر صفحہ ۲۷۹)

اذان کے تمام کلمات کے آخر میں جزم اور سکون رہے گا حرکت نہیں ادا کی جائے گی۔ (شامی صفحہ ۳۸۶)

پہلے اللہ اکبر کے کلمہ میں زبر اور پیش دونوں کی اجازت ہے۔ (شامی صفحہ ۳۸۶)

اگر کسی نے اذان بہت جلدی جلدی دے دی تو دوبارہ پھر سے آہستہ آہستہ دینا مستحب ہے۔

(الشامی صفحہ ۳۸۷)

فاسق (جس کا گناہ کبیرہ میں مبتلا ہونا معروف ہو) اس کی اذان مکروہ ہے۔ (الشامی صفحہ ۳۹۲، طحطاوی صفحہ ۱۰۰)

ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے۔ (الشامیہ صفحہ ۴۰۰)

عین مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔ (طحطاوی علی اعراقی صفحہ ۱۰۷، بحر الرائق صفحہ ۲۶۸)

گانے کی طرح ترنم کی شکل بنا کر اذان دینا مکروہ تحریمی ہے۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۱۰۷)

عورت کو اذان دینا درست نہیں اسی طرح خنثیٰ بھی عورت کے حکم میں ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۸، بحر الرائق صفحہ ۲۷۷)

قضا نماز کی ادائیگی کے لئے اذان اور اقامت مسنون ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۸، الشامیہ)

مختلف قضاء نمازوں میں صرف پہلی مرتبہ اذان اس کے بعد ہر ایک کے لئے اقامت کہنا یہ بھی صحیح ہے۔

(طحطاوی صفحہ ۱۰۹)

اذان کے درمیان کھانسنے سے احتیاط کرے۔ ہاں مگر آواز درست کرنے کے لئے گنجائش ہے۔

(الشامیہ صفحہ ۳۸۹)

اذان کا جواب دینا سنت ہے۔ اسی طرح تکبیر کا جواب دینا بھی مستحب ہے۔ (بحر الرائق صفحہ ۲۷۳)

اذان کی آواز سننے کے وقت باتوں کو بند کر دینا چاہئے اذان سننے اور جواب دینے میں مشغول ہونا چاہئے۔

(بنایہ جلد ۲ صفحہ ۳۲)

جنبی کے لئے بھی اذان کا جواب دینا ہے۔ جواب دینے میں کوئی قباحت نہیں۔ (الشامیہ صفحہ ۳۹۶)

ان لوگوں کو اذان کا جواب دینا منع ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے والے کو۔ حائضہ اور نفساء کو۔ پاخانہ اور پیشاب کرنے والے کو۔ (الشامی)

مؤذن کے انتخاب کا حق یا تو مسجد کے بانی کو ہے یا پھر اہل محلّہ کو۔ (الشامیہ صفحہ ۴۰۰)

تلاوت کرنے والے کو بہتر ہے کہ اذان کا جواب دے پھر تلاوت کرے۔ (طحطاوی)

اگر اس محلے کی مسجد کی اذان نہیں ہے دوسرے مسجد کی اذان ہے تو پھر گنجائش ہے کہ تلاوت میں مشغول رہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۹)

بعضوں نے کہا مسجد میں بیٹھا تلاوت کر رہا ہے تو تلاوت کرتا رہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۹)

اذان اور امامت کی تنخواہ شرعاً درست ہے۔ (بحرالرائق صفحہ ۲۶۸)

مسافر کے لئے سفر میں اداء نماز کے بعد اذان واقامت مسنون ہے۔ (بحرالرائق صفحہ ۲۷۹)

اذان اور اقامت کے وقت کھانسنا منع ہے۔ (فتح صفحہ ۲۴۸)

اوقات نماز کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ اور تعلیمات کا بیان

اول وقت میں نماز ادا کرنا افضل الاعمال ہے

حضرت امام فروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ افضل اعمال کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کو اول وقت میں ادا کرنا۔ (ابوداؤد ترمذی صفحہ ۶۱، دار قطنی صفحہ ۲۴۸)

حضرت امام فروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ احب الاعمال، اللہ کے نزدیک تمام اعمال میں پسندیدہ و محبوب عمل یہ ہے کہ نماز کو اول وقت میں ادا کیا جائے۔ (دار قطنی صفحہ ۲۴۷)

شروع وقت میں نماز ادا کرنا خوشنودی رب کا باعث

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول وقت میں نماز ادا کرنا خدا کی خوشنودی کا باعث ہے اور آخری وقت میں ادا کرنا خدا کی طرف سے معافی ہے (یعنی اجازت ہے)۔

(ترمذی صفحہ ۴۳، مشکوٰۃ صفحہ، دار قطنی جلد ا صفحہ ۲۴۹)

ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول وقت خدا کی رضا مندی کا باعث۔ بیچ کا وقت رحمت خداوندی کا باعث اور آخری وقت معافی ہے۔ (دار قطنی جلد ا صفحہ ۵۲)

فائدہ: ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ اول وقت میں ادا کرنا۔ نیکی کی طرف سبقت اور جلدی کرنا ہے۔ اس لے عبادت میں جلدی کی یہی خوشنودی الٰہی کا سبب ہے اور آخری وقت سے مراد آخری مکروہ وقت ہے جیسے عصر کی نماز سورج میں زردی آجانے کے وقت ادا کرنا۔ (مرقات جلد ا صفحہ ۴۰۵)

اول وقت میں ادا کرنا وجوب جنت کا باعث ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جو اول وقت میں اس خوف سے نماز پڑھ لے کہ کہیں نماز رہ نہ جائے اس کے لئے جنت واجب ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۶۱)

فائدہ: حد درجہ مشغولیت و مصروف آدمی اس خوف سے اول وقت میں پڑھ لے کہ کہیں مشغولیت زیادہ تاخیر

یا قضاء کا باعث نہ ہو جائے اسی طرح بیمار آدمی جب اول وقت میں سہولت پائے یا مسافر آدمی کبھی بعد میں پڑھنے کا موقع نہ ملے تو اول وقت میں ہی پڑھ لینا بہتر ہے مسافر کے لئے تو اول وقت ہی میں فارغ ہو جانا بہتر ہے کہ بسا اوقات سفر کے مواقع بعد میں پیش آ جاتے ہیں پھر پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اول وقت کی نماز عرش پر جا کر مغفرت کا باعث

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ اول وقت میں ہی نماز پڑھ لیتا ہے تو وہ نماز آسمان پر چڑھتی ہے یہاں تک کہ عرش پر پہنچتی ہے اور اس کے لئے قیامت میں دعائے مغفرت کرتی ہے اور کہتی ہے خدا تمہاری حفاظت کرے جیسا کہ تو نے میری حفاظت کی۔ (کنز العمال: ۷/۳۶۱)

فائدہ: بسا اوقات تاخیر کی وجہ سے نماز رہ جاتی ہے کبھی مکروہ وقت کی نوبت آ جاتی ہے کبھی قضاء ہو جاتی ہے اس لئے اول وقت میں پڑھ لینا گویا اس کو محفوظ کر لینا ہے خیال رہے کہ سفر میں یا انفرادی حالت میں اس کی فضیلت ہے جماعت چھوڑ کر تنہا اول وقت میں پڑھ لینا باعث فضیلت نہیں کہ جماعت چھوڑ کر تنہا ادا کرنے کی شکل ممنوع ہے ہاں جہاں جماعت کی شکل نہ ہو یا جماعت کے ساتھ اول وقت میں ہو تو ٹھیک ہے۔

اول وقت کو ایسی فضیلت جیسی آخرت کو دنیا پر

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول وقت کو آخر وقت پر ایسی فضیلت ہے جیسی آخرت کو دنیا پر۔ (ترغیب صفحہ ۲۵۶)

اول وقت میں نماز ادا کرنا زیادتی ثواب کا باعث

حضرت عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم پر خدا کا ذکر لازم ہے اور یہ کہ نماز کو اول وقت میں ادا کرو، اس سے اللہ تعالیٰ ثواب زیادہ دے گا۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۳۰۴)

فائدہ: خیال رہے کہ اول وقت میں جو نماز کی فضیلت مذکور ہے وہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں نہیں بلکہ بعض نماز میں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور قول سے گرمی میں ظہر میں ذرا تاخیر اور مغرب میں ہمیشہ جلدی پڑھنا ثابت ہے سوائے بدلی کی صورت میں۔ چنانچہ محدث ابن خزیمہ فرماتے ہیں: "**الصلاة فی اول وقتها لبعض الصلاة دون جمیعها**" (مجمع ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

ملا علی قاری نے اس سے مراد وقت مستحب جو ہے اس میں شروع ہی میں پڑھنا مراد لیا ہے۔

(مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۰۵)

اسی طرح بیشتر اصحاب تحقیق نے مطلقاً اول وقت سے مراد وقت مستحب کا اول وقت ہی مراد لیا ہے۔

وقت مکروہ میں یا وقت گزرنے کے بعد پڑھنے پر سخت وعید

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اس بات کا خوف ہے کہ نماز کو وقت سے موخر کر کے پڑھیں گے۔ (یعنی وقت گزرنے دیں گے اور مکروہ یا قضا وقت کر کے پڑھیں گے)۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۲۴)

تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کے لئے ویل جہنم

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے "الذین ھم عن صلاتھم ساھون" کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں۔ (ترغیب صفحہ ۳۸۷، مجمع الزوائد صفحہ ۳۲۵)

پرانے کپڑے کی طرح نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نماز کو اپنے وقت کے علاوہ پڑھے (یعنی ایسی تاخیر سے جو مکروہ ہو یا قضا کر کے) اور نہ ٹھیک سے وضو کرے اور نہ خشوع وخضوع کے ساتھ اسے پورا کرے، اور نہ رکوع وسجدہ ٹھیک سے کرے تو ایسی صورت میں وہ نہایت ہی سخت وتاریک وسیاہ ہو کر ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ خدا تجھے ضائع کرے جس طرح تم نے مجھے ضائع کیا پھر اللہ جیسا چاہتا ہے ہو جاتی ہے پرانے بوسیدہ کپڑے کی طرح اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۵۸)

فائدہ: نماز کے مردود اور غیر مقبول ہونے میں مختلف اسباب اور باتوں کو دخل ہے اس میں ایک سبب نماز کو مؤخر کر کے پڑھنا بھی ہے جو سستی اور غفلت اور کوتاہی سے پیدا ہوتا ہے پرانے کپڑے کی طرح منہ پر ماردی جاتی ہے۔

نماز کو مؤخر کرنے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے امراء حکام نمازوں کی جان نکالیں گے یا نمازوں کو اپنے وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے۔ (مسلم صفحہ ۲۳۰، مشکوٰۃ صفحہ ۶۱)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک نقل کرتے ہیں کہ عنقریب ہمارے بعد ایسے حکام ہوں گے جو نماز کو دوسروں کاموں کی وجہ سے وقت سے مؤخر کر دیں گے یہاں تک کہ نماز کا وقت ہی چلا جائے گا تو تم نماز اپنے وقت پر پڑھ لینا کسی نے پوچھا ان کے ساتھ بھی نماز پڑھوں گا آپ

ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۲، مجمع الزوائد صفحہ ۳۲۵، مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۱)

عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ ولید بن عقبہ نے ایک نماز کو وقت سے مؤخر کر دیا (یعنی تقریر کرتا رہا یہاں تک کہ نماز کا وقت مستحب ختم ہو کر مکروہ وقت آ گیا) حضرت عبداللہ بن مسعود نے اقامت کہی اور لوگ ان کے ساتھ نماز پڑھنے لگے ولید نے معلوم کرایا! تم کو اس کام پر کس نے آمادہ کیا؟ کیا امیر المؤمنین کا کوئی حکم آیا یا خود سے کوئی بدعت ایجاد کی حضرت ابن مسعود نے کہا نہ امیر المؤمنین کا کوئی حکم آیا نہ بدعت ایجاد کی بلکہ خدا اور رسول ﷺ نے منع کیا کہ ہم تمہارے نماز کے انتظار میں رہیں اور تم اپنے کام میں لگے رہو (یعنی تمہارے ساتھ تاخیر میں موافقت کے بجائے اپنی نماز صحیح وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے)۔
(مجمع صفحہ ۳۲۴)

حکام کی تاخیر میں موافقت کے بجائے صحیح وقت میں نماز ادا کرنے کا حکم

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب حکام لوگ نماز کی جان نکالیں گے یا اپنے وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے؟ حضرت ابوذر نے پوچھا پھر آپ ﷺ کیا حکم فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے صحیح وقت پر نماز پڑھو۔ پھر ان کے ساتھ بھی پڑھنا پڑھے تو اسے بھی پڑھ لو یہ تمہاری نفل ہو جائے گی۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۲، مسلم صفحہ ۲۳۰)

فائدہ: آپ ﷺ کی پیشین گوئی بنی امیہ کے زمانے میں پوری ہوگئی، ولید حجاج وغیرہ طویل خطبہ دیتے تھے اور نماز کو وقت مستحب سے مؤخر کر دیتے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اپنی نماز وقت مستحب میں پڑھ لے۔ ظہر اور عشاء کو تو دوبارہ نفل کے طور پر پڑھا جا سکتا ہے کہ اس کے بعد نفل کا وقت رہتا ہے۔ مغرب عصر اور فجر میں دوبارہ نفل نہیں پڑھ سکتا اس لئے پڑھنا ممنوع ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ نفل کے طور پر دوبارہ پڑھنے کو اس وجہ سے کہا تا کہ کمی کی تلافی ہو جائے۔ (مرقات صفحہ ۴۰۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حاکم حکماء بڑے سربراہ وغیرہ کی رعایت اور موافقت میں نماز کو مستحب سے مؤخر کرنا درست نہیں ہے ایسی حالت میں جماعت چھوڑ کر تنہا مستحب وقت میں نماز پڑھ لے اور مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کرے "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق"

نماز میں تاخیر کرنا ہلاکت کا باعث ہے

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو تعلیم دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز کو اسی وقت پڑھو جو وقت اللہ پاک نے اس کے لئے مقرر کیا کہ بے وقت پڑھنے میں ہلاکت ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۱۶)

اہل وعیال و مال کی ہلاکت سے برا ہے بے وقت نماز کا پڑھنا

نوفل ابن معاویہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے اہل و عیال اور مال کا ہلاک ہونا بہتر ہے اس سے کہ نماز اپنے وقت سے فوت ہو جائے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۸۳، ترغیب جلد ا صفحہ ۳۸۷)

فائدہ: یعنی نماز کا اپنے وقت سے موخر ہو جانا اس سے زیادہ خسارے اور گھاٹے اور رنج فکر کا باعث ہے جتنا کہ تمام اہل وعیال و جائداد کا ہلاک ہو جانے سے ہوتا ہے مگر افسوس صد افسوس عموماً فجر میں نیند اور راحت میں خلل نہ آئے قضا کر دیتے ہیں خصوصاً جوانوں کا طبقہ تو اس میں بکثرت مبتلا ہے۔ وقت پر فجر ادا کرنے کی اہمیت جاتی ہے۔ یہ نفاق عملی کی علامت ہے۔

اپنے وقت میں نماز ادا کرنا

ابوعمرو شیبانی کہتے ہیں کہ مجھ سے اس گھر والے نے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا خدائے تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے پوچھا پھر کون سا عمل؟ تو آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ بھلائی۔ میں نے پوچھا پھر کون سا تو آپ نے فرمایا: راہِ خدا میں جہاد۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۷۶)

اپنے وقت پر نماز ادا کرنا جنت میں داخلہ کا باعث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ ایک دن اپنے اصحاب کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان سے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ اللہ پاک تم لوگوں سے کیا فرما رہے ہیں؟ انہوں نے کہا اللہ و رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ اللہ پاک اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرما رہے ہیں جس نے نماز کے وقت میں نماز ادا کیا اسے جنت میں داخل کروں گا اور جس نے غیر وقت (مکروہ یا قضاء وقت) میں ادا کیا، چاہے اس پر رحم کروں یا عذاب دوں۔ (مجمع جلد ا صفحہ ۳۰۲)

حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے یہ فرماتے ہیں کہ جو اپنے وقت پر نماز ادا کرے اور اس کی حفاظت کرے اور اس کے حق کو کمتر سمجھتے ہوئے ضائع نہ کرے اس سے میرا عہد و پیمان ہے کہ اسے جنت میں داخل کروں گا۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۵۸)

وقت پر نماز ادا کرنا مغفرت کا سبب

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ پانچ وقت کی نماز

خدائے پاک نے فرض کی ہے جو اچھی طرح وضو کرے اپنے وقت پر اسے ادا کرے رکوع سجود ٹھیک سے کرے اور خشوع کے ساتھ پڑھے تو اللہ کا عہد اس سے ہے کہ وہ اس کی مغفرت فرما دے۔ اور جو ایسا نہ کرے اللہ کا اس سے کوئی عہد نہیں خواہ عذاب دے یا معاف فرما دے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۵۷، ابوداؤد، نسائی)

فَائِدَۃ: نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا فرض ہے وقت گزرنے دینا اور قضاء پڑھنا بلا عذر شدید کے ناجائز اور اس پر سخت وعید ہے خیال رہے کہ وقت جواز کے اندر پڑھنا واجب ہے اور وقت مستحب میں پڑھنا باعث فضیلت ہے علامہ عینی نے لکھا ہے کہ وقت مستحب میں ادا کرنا حب الاعمال ہے۔ (جلد ۵ صفحہ ۱۴)

اپنے وقت میں پڑھنے سے مراد یہ بھی ہے کہ خارج وقت میں نہ پڑھے وقت گزرنے سے بچائے۔ نماز کو وقت گزرنے کے بعد پڑھنا حرام ہے۔ (جلد ۵ صفحہ ۱۴)

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ کام میں مصروف رہتے ہیں وقت گزرتا رہتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتے بڑی بری بات ہے۔

صبح کی نماز کا مسنون وقت

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز فجر (صبح صادق کے بعد فوراً) تاریکی میں ادا فرمائی پھر دوسرے دن خوب روشنی میں ادا فرمائی پھر فرمایا ان ہی دونوں وقتوں کے درمیان صبح کا وقت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز کا وقت پوچھا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح صادق ہوتے ہی پڑھا پھر دوسرے دن روشنی میں پڑھا پھر آپ نے فرمایا کہاں ہے معلوم کرنے والا؟ انہی دو وقتوں کے مابین وقت ہے۔ (مجمع صفحہ ۳۱۷، بزاز)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ فجر کا وقت صبح صادق ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور طلوع شمس تک رہتا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن خوب روشنی میں طلوع شمس سے پہلے پڑھ کر دکھایا۔

ذرا روشنی ہو جانے پر صبح کی نماز ادا فرماتے

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے کہ آدمی اپنے بغل والے کو پہچانتا تھا یعنی روشنی ہو جاتی تھی۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۷۸)

قیس بن السائب کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اس وقت ادا فرماتے جس وقت آسمان میں روشنی آجاتی۔ (مجمع جلد ا صفحہ ۳۰۵)

عبداللہ بن سحرہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوطریف نے بیان کیا کہ وہ قلعہ طائف کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ تسے وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو رسول پاک ﷺ فجر کی نماز اس وقت پڑھاتے تھے کہ اگر کوئی آدمی تیر پھینکتا تو وہ اپنے تیر کی جگہ کو دیکھ لیتا۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۵)

عروہ بن مفرس کہتے ہیں کہ آپ ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے جب صبح کا وقت شروع ہوتا۔

(بزاز صفحہ ۱۹۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں عورتیں چادر اوڑھے آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتیں تھیں اور نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو واپس ہوتی تھیں تو ایک دوسرے کو نہیں پہچانتی تھیں اندھیرا ہونے کی وجہ سے۔ (بخاری، ترمذی صفحہ ۴۰، ابوداؤد، ابن ماجہ)

فائدہ: آپ ﷺ فجر کی نماز کبھی بالکل صبح ہوتے ہی پڑھتے کبھی روشنی ہونے پر ادا فرماتے۔ امام طحطاوی فرماتے ہیں آپ ﷺ نے دونوں وقت میں پڑھ کر دونوں کی اجازت اور گنجائش دی۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۵)

تاکہ امت کو آسانی رہے خیال رہے کہ آپ ﷺ نے صبح ہوتے ہی اندھیرے میں نماز پڑھتے اور اندھیرے میں فارغ بھی ہوتے مگر آپ ﷺ نے اندھیرے میں پڑھنے کی تاکید نہیں کی بلکہ روشنی میں پڑھنے کا حکم دیا اور تاکید فرمائی اور زیادتی ثواب کا باعث قرار دیا۔

صبح کی نماز کو روشنی آجانے پر پڑھنے کا حکم فرماتے

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے صبح کو روشنی ہو جانے دو اس سے تمہیں زیادہ ثواب ملے گا۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۱، ابن ماجہ صفحہ ۴۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صبح کی نماز روشنی ہو جانے کے وقت پڑھو اس میں زیادہ ثواب ہے۔ (کشف الاستار صفحہ ۱۹۴، مجمع صفحہ ۳۱۵)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز روشنی ہو جانے کے وقت پڑھو۔ اس میں تمہیں زیادہ ثواب ہے۔ (کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۱۹۴، مجمع صفحہ ۳۱۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ صبح روشن وقت میں پڑھو اس میں تمہیں زیادہ ثواب ہے۔ (مجمع صفحہ ۳۱۵)

حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ صبح کے وقت کو روشن ہونے دیا کرو یہاں تک کہ لوگوں کو اپنے تیر کا مقام نظر آجائے روشنی کی وجہ سے۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۳۱۶)

حضرات صحابہ وتابعین بھی روشنی کے وقت پڑھتے

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ صبح کی نماز روشنی کے وقت پڑھتے تھے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۸، عبدالرزاق صفحہ ۵۶۹)

حضرت علی بن ربیعہ کہتے ہیں میں نے سنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے مؤذن سے کہہ رہے تھے روشنی ہونے دو روشنی ہونے دو یعنی صبح کی نماز میں۔ ابن ایاس کہتے ہیں سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے مؤذن سے کہتے تھے روشنی ہونے دو صبح کی نماز میں (یعنی روشنی ہونے دو تب اقامت کہنا اور نماز شروع کرنا)۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۶۹، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۲)

حضرت زیاد بن المقطع کہتے ہیں کہ ہم نے حسین بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو دیکھا کہ خوب روشنی جب ہو جاتی تو صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۱)

حضرت جبیر بن نفیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ نماز اندھیرے میں پڑھائی تو حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا یہ نماز روشنی ہو جانے پر پڑھا کرو یہ زیادہ فقہ اور سمجھ کی بات ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۲)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام کا جتنا صبح کی نماز کا اِسفار (روشنی) میں پڑھنے پر اتفاق ہو گیا تھا، اتنا اتفاق اور کسی امر پر نہیں ہوا، یعنی سبھی اِسفار پر عامل یا قائل تھے)۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۹، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۲)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور سفیان ثوری اور حسن بن حی اِسفار کو افضل قرار دیتے تھے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۱۷)

حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ صبح کا وقت تو طلوع فجر سے ہی شروع ہو جاتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اسے اسفار روشنی کے وقت پڑھا جائے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۶۹)

ابن طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت طاؤس صبح کی نماز روشنی ہونے پر پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب صبح اسفار میں پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۲)

بشیر عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علقمہ کے ساتھ سفر کیا تو وہ روشنی ہونے پر صبح کی نماز پڑھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱)

(خلیفہ راشد) حضرت عمر بن عبدالعزیز صبح کی نماز اسفار میں پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۲)

فَائِدَہ: ان تمام احادیث وآثار صحابہ سے معلوم ہوا کہ صبح کی نماز کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے طلوع صبح صادق کے بعد اندھیرے میں بھی پڑھا ہے اور اسفار روشنی ہونے کے بعد بھی پڑھا ہے دونوں سنت ہے البتہ اسفار میں پڑھنا زیادہ باعث فضیلت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اسفار میں پڑھا بھی ہے اور اس میں پڑھنے کی تاکید فرمائی اور اس

میں زیادہ ثواب بتایا کہ اس میں لوگوں کو جو پہلے سے اٹھے اور بیدار نہیں رہتے بلکہ صبح صادق کے بعد یا اذان کے بعد بیدار ہوتے ہیں یا ذرا تاخیر سے اٹھتے ہیں ان کو بھی جماعت میں شرکت کا موقع مل جاتا ہے۔ جس سے ثواب کا اضافہ ہوتا ہے اس دور میں تو یہی بہتر ہے کہ اب تہجد کے وقت اٹھنے اور نماز پڑھنے کا ماحول جاتا رہا عشاء کے بعد دیر سے سوتے ہیں دیر سے اٹھتے ہیں اسفار میں پڑھنے سے یہ لوگ جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں۔
عہد صحابہ اور خیر القرون میں تہجد کا ماحول تھا، تہجد کے بعد صبح صادق تک بیدار اور عبادات میں مصروف رہتے تھے اس لئے صبح صادق کے بعد اندھیرے ہی میں نماز پڑھ لینا سہل اور بہتر تھا سب شریک جماعت ہو جاتے تھے اس وجہ سے ہمارے اکابر نے رمضان المبارک میں کہ سب لوگ سحری اور عبادات کی وجہ سے جاگے رہتے ہیں صبح صادق کے اندھیرے میں پڑھنے کا معمول بنایا ہے اس طرح غَلَس اندھیرے اور اسفار روشنی دونوں پر عمل ہو گیا۔

موسم کے اعتبار سے غَلَس اور اسفار

ملا علی قاری نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت معاذ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن بھیجا تو فرمایا کہ جب سردی کا موسم ہو تو فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھو لوگوں کی طاقت کے اعتبار سے قرات طویل کرو ان کو تعب میں مت ڈالو اور موسم گرما ہو تو فجر کی نماز اسفار میں پڑھو کہ رات چھوٹی ہوتی ہے لوگ سوتے ہوتے ہیں لہٰذا ان کو موقعہ دو کہ جماعت پالیں۔ (مرقات صفحہ ۴۰۷)
اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی رعایت جماعت کی وجہ سے غَلَس اور اسفار کی فضیلت ہے اس روایت کے پیش نظر جاڑے میں غَلَس افضل ہے اور گرمی میں اسفار کا بہتر ہونا معلوم ہوتا ہے۔

عورتوں کے لئے نماز کا افضل وقت کیا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مؤمن عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتی تھیں پھر جب اپنے گھر لوٹتیں تو ان کو اندھیرے کی وجہ سے پہچانا نہیں جاتا تھا۔ (بخاری، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۰)
حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتیں صبح کی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوتی تھیں اور اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس ہوتی تھیں تو صبح کی تاریکی اور اندھیرے کی وجہ سے ان کو پہچانا نہیں جاتا۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳۱۸)
فائدہ: خیال رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو روشنی میں نماز پڑھنے کو فرمایا ہے مردوں کے متعلق ہے چونکہ وہ جماعت کے لئے اپنے گھروں سے مسجد حاضر ہوں گے عورتوں کو چونکہ اپنے گھروں میں نماز پڑھنی ہوتی ہے آپ نے اس کی تاکید بھی فرمائی ہے اور اسے افضل بھی قرار دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اندھیرے میں نماز فجر

میں شریک بھی ہوتی تھیں اس لئے عورتوں کے لئے فجر کی نماز غَلَس اندھیرے میں صبح صادق کے بعد بھی روشنی ہونے سے قبل پڑھنا افضل اور سنت ہے ابن نجیم "البحر الرائق" میں ذکر فرماتے ہیں "الافضل للمراۃ فی الفجر الغلس" (صفحہ ۲۶۰)

اسی طرح ایک اور مقام پر مردوں اور عورتوں کی نماز کے درمیان مختلف فرقوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "ولا یستحب فی حقھا الاسفار بالفجر" عورتوں کے لئے فجر کی نماز میں اسفار (روشنی میں پڑھنا) مستحب نہیں۔ (جلد ا صفحہ ۳۳۹)

یعنی اندھیرے میں پڑھنا مستحب اور افضل ہے اسی طرح علامہ حصکفی نے الدر المختار میں اور علامہ الشامی نے الرد المحتار میں عورتوں کو غَلَس اندھیرے میں نماز پڑھنا افضل قرار دیا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۳۶۶ مصری)

صبح کی نماز وقت پر نہ پڑھ سکنا منافق کی پہچان

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ دو نمازیں منافق پر بہت بھاری ہوتی ہیں۔ عشاء اور فجر۔ (بخاری صفحہ ۹۰، مسلم ترغیب جلد ا صفحہ ۲۶۸)

فَائِدَہ: فجر کی نماز کا وقت پر نہ پڑھ سکنا اور اس کا بہت مشکل ہونا یہ منافق ہونے کی پہچان ہے۔ یعنی مؤمن ایسا نہیں کر سکتا۔

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ہم لوگ (اصحاب کی جماعت) جب کسی کو فجر و عشاء میں (اس کی جماعت میں) نہ پاتے تو ان سے بدگمان ہو جاتے تھے (کہ شاید مؤمن نہیں منافق ہے)۔

(ترغیب جلد ا صفحہ ۲۶۸)

فَائِدَہ: دیکھئے ایمان کی شان اور مؤمن کی بنیادی علامت ہے کہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ اپنے وقت پر پڑھے فجر کی نماز کو وقت پر نہ پڑھنا منافق ہونے کی پہچان ہے یعنی ان کو منافق خیال کرنے لگ جاتے تھے۔

بڑے افسوس اور حسرت و رنج کی بات ہے کہ امت کا ایک اچھا خاصہ طبقہ جو ماحول میں اہل علم ہونے کی وجہ سے یا کچھ دینی تعلق ہونے کی وجہ سے دیندار کہلاتا ہے وہ بھی فجر کی نماز وقت پر پڑھتے نہیں یا پابند نہیں۔ عوام اور بے دینیوں کا تو کیا پوچھنا؟ حیرت ہے کہ فجر کی نماز وقت پر نہ پڑھنے کا رنج و احساس بھی نہیں، بس یہ عذر کافی سمجھتے ہیں کہ نیند نہیں ٹوٹتی۔ اسی طرح جوانوں کا وہ طبقہ جو اور نمازوں کا پابند ہے فجر میں تغافل کا شکار ہو جاتا ہے اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے جس قدر لوگ ظہر عصر مغرب و عشاء میں ہوتے ہیں اس کا چوتھائی بھی فجر کی نماز میں نہیں آتے، آخر کیا بات ہے؟ یہ تو منافق کی علامت ہے۔ مؤمن کی شان سے بعید ہے ذرا کلفت اور مشقت برداشت کر کے تھوڑی دیر نیند قربان کر کے وقت پر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ ذرا اس کی اہمیت ذہنوں میں ڈالیں گے،

کچھ قربانی دیں گے، کچھ عادت بنائیں گے تو ضروری وقت کے پابند ہو سکتے ہیں۔ رہا عذر کہ نیند نہیں ٹوٹتی تو یہ عذر معتبر نہیں، کسی کو متعین کر دیں، الارم والی گھڑی کا انتظام کریں۔ ایسوں پر یہ امور لازم ہیں۔ جو فرض ہے اس کے اسباب کا اختیار کرنا فرض ہے، اسی طرح غسل کی حاجت ہو جاتی ہو تو غسل کی سہولت کا اختیار کرنا بھی اس کے ذمہ واجب ہو جاتا ہے تاکہ ادائے فرض میں کوتاہی نہ ہو۔ جاڑے کا موسم ہو، ٹھنڈا پانی نقصان دیتا ہو تو گرم پانی کے اسباب اختیار کرنا واجب ہے۔ بہر حال جس وجہ سے فرض اور واجب کے ادا کرنے میں رکاوٹ اور کوتاہی ہو رہی ہو اس کا دور کرنا اور اس پر مال کا خرچ کرنا واجب ہے۔ یہ جائز نہیں کہ دن ہو گا، دھوپ نکلے گی تو غسل کر کے نماز پڑھ لیں گے۔ افسوس امت کا ایک طبقہ فجر کی نماز وقت پر نہ پڑھنے کے گناہ عظیم میں مبتلا ہے۔ خدا ہی دینی فہم اور سمجھ عطا فرمائے اور ہدایت دے۔

گرمی میں ظہر تاخیر سے ادا فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گرمی تیز ہوتی تو ظہر کو ٹھنڈے وقت میں ادا فرماتے۔ (نسائی جلد ۱ صفحہ ۸۷، طحطاوی صفحہ ۱۱۱، عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۴)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سفر میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے ظہر کی اذان کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذرا ٹھنڈا ہونے دو۔ پھر اس نے ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ذرا ٹھنڈا ہونے دو۔ (یعنی تیزی ختم ہونے دو) یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں تک آ گیا۔ پھر فرمایا: گرمی کی تیزی جہنم کے سانس سے ہے، جب گرمی تیز ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۷)

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ ظہر عین دوپہر (کی گرمی میں) ادا کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ٹھنڈا ہو جانے پر پڑھو۔ (طحاوی عمدۃ جلد ۵ صفحہ ۲۴)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ مکہ میں عین دوپہر میں ادا فرماتے تھے اور مدینہ میں ذرا گرمی کی تیزی کم ہونے پر ادا فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۴)

موسم گرما میں ظہر کی تاخیر کا حکم فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب گرمی تیز ہو جائے تو ظہر کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔ (بخاری صفحہ ۷۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ظہر کو ذرا ٹھنڈے وقت ادا کرو کہ گرمی کی تیزی جہنم کی سانس سے ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۷)

فائدہ: گرمی کی شدت جہنم کے سانس لینے کی وجہ سے ہے۔ مراد اس سے یا تو حقیقۃً سانس لینا ہے یا مراد اس سے جہنم کا جوش مارنا اور بھڑکنا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ زوال کے وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے۔
(عمدۃ جلد۵ صفحہ۲۰)

حاصل یہ ہے کہ گرمی کی شدت جہنم کے اثر سے ہے۔

جاڑے میں ظہر کی نماز جلد پڑھتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ٹھنڈک ہوتی تو نماز جلد (زوال کے بعد زیادہ تاخیر نہ فرماتے) ادا فرماتے اور گرمی ہوتی تو ٹھنڈے وقت میں ادا فرماتے۔ (نسائی صفحہ۸۷، طحطاوی صفحہ۱۱۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا کہ ظہر کو سورج ڈھلنے کے بعد پڑھتے اور گرمی کی شدت میں تاخیر فرماتے۔ (طحطاوی جلد۱ صفحہ۱۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ موسم سرما میں کہ دن چھوٹا ہوتا ہے اور لوگوں کو مسجد میں آنے میں تعب بھی نہیں ظہر جلد ہی ادا فرماتے اور موسم گرما میں کہ دن بڑا ہوتا ہے اور لوگوں کو شدت دھوپ سے مسجد آنے میں پریشانی ہوگی ظہر میں اتنی تاخیر فرماتے کہ دھوپ کی تمازت کم ہو جاتی جیسا کہ رائج اور معمول بھی ہے۔

عصر کی نماز سورج میں زردی آنے سے قبل ادا فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج بلند اور زندہ رہتا۔ (بخاری صفحہ۷۸، نسائی ۷۸)

زندہ رہنے کا مطلب علامہ عینی نے یہ لکھا ہے کہ روشنی صاف سفید رہتی یعنی زردی نہ آتی۔
(عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۳۵)

حضرت علی بن شیبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ حاضر ہوا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیکھا) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کو اس وقت موخر فرماتے جب تک کہ سورج صاف شفاف رہتا (یعنی اس میں زردی نہ آتی)۔ (ابوداؤد صفحہ۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک کہ سورج میں زردی نہ آئے۔ (ابوداؤد صفحہ۵۸)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ بھیجا تھا کہ عصر کی نماز سورج کے صاف روشن ہونے کے وقت زردی آنے سے قبل تک پڑھ لیں۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد۱ صفحہ۵۳۶)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کو تاخیر سے پڑھتے کہ یہاں تک کہ دھوپ دیواروں پر آجاتی (یعنی دیواروں

کا سایہ سورج کے نیچے آنے سے نمایاں ہو جاتا۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کو تاخیر سے ادا فرماتے۔ (ابن عبد الرزاق جلد ا صفحہ ۵۵۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کو اتنی تاخیر سے ادا فرماتے کہ سورج میں زردی آنے کا (گمان) ہوتا۔

ثابت کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عصر کے وقت کے متعلق پوچھا تو فرمایا: پڑھنے کے بعد چھ میل چلے تو سورج غروب ہو جائے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۷)

فائدہ: معلوم ہوا کہ عصر اتنی تاخیر سے پڑھنا کہ سورج میں زردی نہ آئے زیادہ بہتر ہے اسی کا تخمینہ سایہ اصلی سے دو مثل ہو جائے کہا گیا ہے۔

عصر میں زیادہ تاخیر کرنا منافق کی علامت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ عصر کے وقت تاخیر کرتا رہے پھر جب سورج شیطان کی دو سینگوں کے بیچ ہو جائے یعنی سورج میں زردی آجائے اور قریب غروب ہو جائے تو چار رکعت جلدی جلدی پرندہ کے چونچ مارنے کی طرح پڑھ لے (یعنی اطمینان نہ خشوع وخضوع) کہ خدا کی یاد (نماز وغیرہ کا وقت نہیں فرصت نہیں) کا وقت نہیں مگر تھوڑا۔

(ابوداؤد صفحہ ۶۰، نسائی صفحہ ۸۹)

فائدہ: عموماً دوکان دار تاجر دنیا کے مشاغل میں مصروف لوگوں کی عادت اکثر یہی ہوتی ہے کہ جماعت کے ساتھ یا وقت مستحب میں نماز نہیں پڑھتے۔ کام میں لگے رہتے ہیں پھر جب آخر ہونے لگتا ہے تو جلدی جلدی چار رکعت پڑھ لیتے ہیں۔ نہ اطمینان نہ خشوع سو یہ منافقانہ نماز ہے خدا کو ایسی نماز پسند نہیں۔

مغرب سورج غروب ہوتے ہی ادا فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز سورج غروب ہوتے ہی ادا فرماتے۔ (نسائی صفحہ ۸۸)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی سورج ڈوبتا اور اس کا کنارہ چھپتا ویسے ہی مغرب کی نماز ادا فرماتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۰، ترمذی صفحہ ۴۲، ابن ماجہ، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۳۶۹)

فائدہ: مغرب کی نماز کا وقت سورج ڈوبتے ہی ہو جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سورج ڈوبتے ہی ادا فرماتے تاخیر نہ فرماتے سورج ڈوبنے کے کچھ دیر تک روشنی رہتی پھر آہستہ آہستہ تاریکی آجاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم روشنی ہی میں تاریکی کے آنے سے پہلے نماز ادا فرما لیتے اور تاخیر کو پسند نہ فرماتے بلکہ وعید فرماتے۔

تاریکی آنے سے قبل روشنی ہی میں نماز ادا فرما لیتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مغرب کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا فرماتے پھر تیر چلاتے تو تیر کے لگنے کی جگہ کو ہم لوگ دیکھ لیتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مغرب کی نماز فرض سنت نفل سے فارغ ہونے کے بعد بھی اتنی روشنی رہتی کہ تیر لگنے کی جگہ کو آسانی سے دیکھ لیتے۔ یہ علامت تھی کہ ڈوبتے ہی روشنی میں نماز پڑھ لیتے تاخیر نہ فرماتے۔

تاروں کے نظر آنے سے قبل مغرب کا حکم

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری امت ہمیشہ فطرت (صحیح دین) پر باقی رہے گی جب تک کہ وہ تاروں کے طلوع سے پہلے مغرب کی نماز پڑھ لیں گے۔

(مجمع صفحہ ۳۱۰، ابن خزیمہ صفحہ ۱۷۵)

حارث ابن وہب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری امت ہمیشہ اس وقت تک اسلام پر باقی رہے گی جب تک کہ وہ مغرب کو اتنی تاخیر سے نہ ادا کرے گی کہ تارے طلوع ہو جائیں۔ (مجمع جلد ۱ صفحہ ۳۱۱)

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہماری امت ہمیشہ خیر یا فطرت (اسلام) پر باقی رہے گی جب تک کہ مغرب کو جلدی ادا کرے گی تاروں کے نظر آنے سے قبل۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۰، سنن کبریٰ صفحہ ۳۷۰)

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز مغرب ادا فرماتے تھے اور ہم لوگ گمان کرتے تھے کہ ابھی سورج نہیں ڈوبا ہے (یعنی غروب ہوتے ہی پڑھ لیتے تھے اور روشنی کے باقی رہنے پے شبہ ہوتا تھا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۷۰)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل جابیہ کو لکھا کہ مغرب کی نماز تاروں کے نظر آنے سے پہلے پڑھا کریں۔ (طحطاوی جلد ۱ صفحہ ۴۹)

فائدہ: گو مغرب کا وقت احناف کے یہاں سفیدی تک جو سورج کے ڈوبنے کے لالی کے بعد آتی ہے باقی رہتا ہے مگر سورج ڈوبتے ہی پڑھنا سنت ہے اور تاخیر مکروہ ممنوع ہے اسی طرح افطار بھی سنت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کس وقت پڑھتے

حضرت لقمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت ادا فرماتے تھے جب کہ چاند تیسری رات میں چھپتا۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۰، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۲۷۰، نسائی صفحہ ۹۲)

فائدہ: یعنی تیسری رات کے ڈوبنے کا جو وقت ہوتا تھا عموماً آپ ﷺ اسی وقت نماز پڑھتے تھے اب رہی بات کہ تیسری رات کا چاند کس وقت غروب ہوتا ہے علامہ بنوری نے معارف السنن میں الجوہر النقی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ہر رات پچھلی رات کے عشاء سے ۴۸ منٹ کے فرق کے ساتھ غروب ہوتا ہے اس طرح غروب شمس کے ڈھائی یا پونے تین گھنٹے کے بعد کا وقت ہوگا اور یہ وقت شفق احمر کے غروب کے کافی بعد ہوگا۔

(جلد۳ صفحہ۷۵)

چنانچہ اگر غروب چھے بجے ہے تو آپ ﷺ اس حدیث کے اعتبار سے ۸:۳۰ پر نماز عشاء پڑھتے تھے۔ امت کا تعامل بھی اسی پر ہوتا چلا آرہا ہے، نہ اس میں بہت تعجیل ہے۔ درمیانہ وقت ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری نے العرف الشذی علی شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ چاند ہر رات ۶/۷ کے فرق سے ڈوبتا ہے لہٰذا تیسری رات کا چاند ڈھائی پونے تین گھنٹے بعد ڈوبے گا۔ (العرف الشذی، علی الترمذی جلد ا صفحہ۴۴)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقات میں لکھا ہے کہ چاند دوسرے دن شفق احمر کے بعد غروب ہوتا ہے۔

(جلد۲ صفحہ۳۱۴، جدید)

اس سے معلوم ہوا کہ تیسرے دن شفق احمر کے قریب پون گھنٹہ بعد غروب ہوگا، وہی ڈھائی گھنٹہ کا تناسب نکلے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام) عشاء کی نماز شفق اور رات کے اول تہائی کے مابین (درمیان) پڑھ لیا کرتے تھے۔ (بخاری جلد ا صفحہ۸۱)

فائدہ: یہی عشاء کا اول ترین اور افضل وقت ہے اس کا تناسب بھی وہی ۹/۷ کے درمیان نکلے گا کہ ثلث اول چھ کے غروب کے اعتبار سے نو پر ہو جائے گا۔ نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ شفق اور ثلث لیل کے ابتداء کے مابین عشاء کی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ (حاشیہ بخاری صفحہ۸۱)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز بالکل شفق غروب ہوتے ہی اول وقت میں ادا نہ فرماتے بلکہ کچھ بعد میں ادا فرماتے، اور اس کو پسند فرماتے۔

عشاء میں تاخیر فرماتے اور اس کو پسند فرماتے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے اور اس وقت نماز پڑھ کر نکلتے کہ رات کا قریب نصف حصہ گزر چکا ہوتا...... پھر آپ فرماتے کہ کمزوروں کی کمزوری اور بیماروں کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو عشاء کی نماز کو آدھی رات تک موخر کرتا۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۱، ابن ماجہ صفحہ، مطالب صفحہ۷۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم صحابہ نے آپ کی عشاء کی نماز میں انتظار کیا

یہاں تک کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر گیا تو آپ تشریف لائے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۰، ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۷۷)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کو تاخیر سے ادا فرماتے۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۳۱۴)

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء میں تاخیر کو پسند فرماتے۔

(بخاری صفحہ ۱۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کو ذرا تاخیر سے ادا فرمایا ہے۔ پھر بعد میں لوگوں نے کچھ جلدی کی خواہش کی تو ذرا جلدی ادا فرمانے لگے۔ جیسا کہ آج کل رائج ہے، چنانچہ ابوبکرہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب تہائی رات تک نو رات عشاء میں تاخیر کی، تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ذرا جلدی کریں تو رات کی نماز تہجد میں ذرا سہولت ہو۔ چنانچہ آپ اس کے بعد ذرا جلدی پڑھنے لگے۔

(مجمع صفحہ ۳۱۴)

معلوم ہوا کہ لوگوں کی رعایت میں تاخیر کرنا مناسب نہیں بلکہ تہائی رات سے قبل پڑھ لیا جائے۔

امت کی رعایت میں عشاء میں زیادہ تاخیر نہ فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امت کی رعایت کا خوف نہ ہوتا تو عشاء میں تاخیر کا حکم دیتا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۰، نسائی صفحہ ۹۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر امت پر خوف نہ ہوتا تو عشاء کی نماز کو تہائی یا نصف رات تک موخر کرنے کا حکم دیتا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء میں بہت تاخیر فرمائی، تو حضرت عمر فاروق نکلے اور کہا اللہ کے رسول نماز، کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ تو آپ نکلے آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا، اور آپ اسے دونوں جانب سے پونچھ رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے، اگر تم پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو اسی وقت (یعنی نصف شب کے قریب) عشاء کا حکم دیتا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۱۷۶، نسائی صفحہ ۹۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء میں اتنی تاخیر فرمائی کہ رات کا بیشتر حصہ گزر گیا یہاں تک کہ اہل مسجد بھی سو گئے، پھر آپ نے نماز پڑھی اور فرمایا اگر میری امت پر تعب نہ ہوتا تو یہی عشاء کا وقت تھا۔ (طحاوی صفحہ ۹۴، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۳۷۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ عشاء میں تاخیر پسند فرماتے اور یہ اس وجہ سے کہ نماز کے بعد بس سونا ہی ہو جائے دوسرے امور نہ ہوتا کہ سونا نماز و ذکر الٰہی پر ہو۔ اسی لئے عشاء کے بعد گفتگو پسند نہ فرماتے۔ تاہم اتنی

تاخیر بھی اس زمانہ میں کی جائے کہ لوگ پریشان ہو جائیں۔ اسی وجہ سے آپ نے ہمیشہ تاخیر نہیں فرمائی، ہاں تمنا فرمائی اسی وجہ سے حضرت عمر فرماتے تھے عشاء کو جلدی پڑھ لو کہ کام کرنے والوں کو سستی آئے اور مریض سونے لگیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۳۱)

نماز وتر کا وقت

حضرت ابوبصرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک نے ایک نماز وتر کو تم پر زائد کیا ہے، اسے عشاء اور فجر کے درمیان پڑھ لو۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۰۸، تلخیص جلد ۲ صفحہ ۲۲)

حضرت عقبہ بن عامر سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ پاک نے تم پر ایک نماز زائد کیا ہے جو تمہارے لئے سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔ اس کا وقت تمہارے لئے عشاء اور صبح صادق کے طلوع ہونے کے درمیان ہے۔ اسی طرح خارجہ سے مروی ہے۔ (کنز جلد ۷ صفحہ ۴۰۸، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۶۸، ابوداؤد صفحہ ۲۰۱)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا کہ وتر کی نماز پڑھ لیتے ہو؟ انہوں نے کہا، عشا کی نماز کے بعد شروع ہی رات میں۔ پھر آپ نے حضرت عمر سے پوچھا اے عمر تم کب پڑھتے ہو؟ فرمایا آخر رات میں۔ (کنز جلد ۷ صفحہ ۴۱۱)

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح سے قبل وتر پڑھ لو۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۷)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر سے قبل وتر پڑھ لو۔ (کنز، بیہقی، صفحہ، ابوداؤد صفحہ ۲۰۳)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سے شروع ہو کر صبح صادق تک رہتا ہے۔ بلا عشاء پڑھے وتر درست نہ ہوگی۔ وتر کی نماز تہجد کے عادی لوگ تہجد کے بعد پڑھیں تو بہتر ہے۔ اسی طرح جن کو شب میں اٹھنے کا یقین ہو، ورنہ عشاء کے بعد متصلاً پڑھ لینی چاہئے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو آپ نے سونے سے قبل ہی وتر پڑھ لینے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۳)

سونے سے قبل ہی وتر کا پڑھ لینا بہتر ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے اندیشہ ہو کہ آخر رات میں نہ اٹھ سکے گا وہ شروع رات میں وتر پڑھ لے۔ (مسلم صفحہ ۲۵۸)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ مجھے میرے دوست نے نصیحت فرمائی کہ ہر ماہ میں تین

روزے رکھوں۔ چاشت کی دو رکعت نماز پڑھا کروں، اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۵، مسلم صفحہ....، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۰۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا! وتر کب پڑھتے ہو فرمایا، سونے سے پہلے پڑھ لیتا ہوں، آپ نے فرمایا تم محتاط اور چالاک آدمی ہو۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)

فائدہ: وتر کا وقت صبح صادق تک رہتا ہے مگر عشاء کے بعد سونے سے قبل پڑھ لینا بہتر ہے، شاید نیند نہ ٹوٹے اور قضاء ہو جائے۔

نماز اشراق کس وقت ادا فرماتے اور اس کا وقت مسنون

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو جاتا تو دو رکعت نماز ادا فرماتے۔

(اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۶۹)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر پڑھ کر چار زانو بیٹھ جاتے یہاں تک کہ سورج خوب اچھی طرح طلوع ہو جاتا (تو نماز پڑھتے)۔ (ترغیب صفحہ ۲۹۸، مسلم)

عاصم بن حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب نے ان سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دن میں نوافل پڑھتے تھے کیوں نہیں آپ بیان فرما دیتے ہیں (تاکہ رات کی نوافل تہجد وغیرہ کے علاوہ دن کے نوافل کا اہتمام کریں) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (زجراً) تم کہاں اس کی طاقت رکھتے ہو؟ لوگوں نے کہا ہم لوگ وسعت کے مطابق عمل کریں گے تو انہوں نے کہا جب سورج مشرق سے نکل کر بلند ہو جاتا ایسا جب کہ عصر کے وقت مغرب کا ہوتا ہے (یعنی کچھ بلند) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھتے پھر مغرب کے اعتبار سے ظہر کے مثل بلند ہو جاتا تو چار رکعت نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے۔

(مسند احمد الفتح الربانی صفحہ ۱۹۴، ابن ابی شیبہ، اتحاف جلد ۲ ب صفحہ ۳۷۰)

کشف الغمہ میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج طلوع ہونے کے بعد ایک دو نیزہ بلند ہو جاتا تو دو رکعت نماز پڑھتے۔ (صفحہ ۱۱۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج طلوع ہو جانے کے بعد جب کہ وہ ایک نیزے یا سوا نیزے کے برابر ہو جاتا، یعنی اس کی کرنیں جب اس سے جدا ہو جاتیں تو دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ یہی نماز اشراق کی نماز ہے اور یہی اس کا وقت ہے۔ جو چاشت (ضحیٰ) کے علاوہ ہے۔ الفتح الربانی میں عبدالرحمٰن البنانی لکھتے ہیں:

"الضحوۃ الصغری وھو وقت الاشراق وھذا الوقت ھو اوسط وقت الاشراق

واعلاها، واما دخول وقته فبعد طلوع الشمس وارتفاعها مقدار رمح او رمحين" (مطبوعہ قاہرہ جلد۳ صفحہ۱۹۴)

اسی طرح علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

"اذا اشرقت الشمس وارتفعت قام فصلى ركعتين وهذه الصلاة المسماة بصلاة الاشراق" (شرح احیا جلد۳ صفحہ۳۶۹)

اسی طرح انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ میں ہے۔ (صفحہ۸۱)

مزید تفصیل اور اس کی مسنونیت اور اس کا ثبوت نوافل مسنون کے ذیل میں آرہا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ جلدی کی وجہ سے سورج طلوع ہونے کے بعد ہی پڑھتے ہیں منع ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبد کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک کہ سورج ایک دو نیزہ بلند نہ ہو جائے نماز سے منع کیا ہے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۴۵۵)

صلوٰۃ ضحیٰ، چاشت کا مسنون وقت

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن جب دن خوب چڑھ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے لے کر تشریف لائے جس سے پردہ کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا، پھر کھڑے ہوئے اور آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی۔ (مسلم صفحہ۲۴۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سورج نکل کر مطلع پر اتنا بلند ہو جائے جیسا کہ عصر کے وقت مغرب کی جانب رہتا ہے (یعنی خوب اوپر چڑھ جائے) تو وہ دو رکعت پڑھ لے تو اس کے گناہ معاف، اور اس دن انتقال ہو جائے تو جنت میں داخل ہوگا۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۲۳۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ سورج مشرق کی جانب اتنا آجائے جتنا کہ ظہر کے وقت میں مغرب کی جانب رہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت نماز پڑھتے۔

(ترمذی صفحہ۱۳۱، ابن ماجہ، صفحہ۰۷۳، مسند احمد مرتب جلد۳ صفحہ۱۹۴)

فائدہ: چاشت کی نماز کا وقت سورج جب خوب بلند ہو جائے اور اس میں گرمی آجائے اور قریب ایک چوتھائی دن گزر جائے تب ہے۔ ماوردی نے بیان کیا کہ اس کا وقت مختار جب چوتھائی دن گزر جائے تب ہے۔ اسی کو نووی نے بھی بیان کیا ہے۔ ابن قدامۃ نے مغنی میں بیان کیا ہے جب اوپر آجائے اور اس کی گرمی خوب تیز ہو جائے۔ حاصل کلام سورج کے بلند ہونے کے بعد سے لے کر زوال تک رہتا ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد۲ صفحہ۰۷۳)

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زوال سے قبل چار رکعت نماز پڑھتے

تھے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۹)

درمختار میں ہے کہ صلوٰۃ ضحیٰ چاشت کا وقت سورج بلند ہونے سے زوال کے وقت تک ہے، اور بہتر مختار وقت دن کا اول چوتھائی ہے۔ (جلد۲ صفحہ ۲۲)

یعنی اگر ۶ بجے کے قریب طلوع اور غرب ہوتو نو بجے چاشت کا مختار وقت ہے۔ (الشامیہ جلد۲ صفحہ ۲۲، مصری)

مزید اس نماز کی فضیلت اور تعداد نوافل کے ذیل میں آ رہی ہے۔

نفل اوابین کا مسنون وقت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھے اور اس کے درمیان کوئی اِدھر اُدھر کی بات نہ کرے اسے بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

(ترمذی صفحہ ۹۸، ابن ماجہ صفحہ ۸۱)

حضرت مکحول نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے مغرب کے بعد گفتگو سے قبل دو رکعت اور ایک روایت میں چار رکعت ہے پڑھی اس کی نماز علیین میں پہنچا دی جائے گی۔ (ترغیب جلد۱ صفحہ ۴۰۵)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے مغرب کی نماز کے بعد گفتگو کرنے سے قبل دو رکعت پڑھی اس کو اللہ تعالیٰ حظیرۃ القدس میں جگہ دے گا، جس نے چار رکعت نماز پڑھی اسے حج کے بعد حج کا ثواب ملے گا اور جس نے ۶ رکعت پڑھی اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہوں گے۔

(اتحاف السادۃ صفحہ ۳۷۱)

حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ جو مغرب و عشاء کے درمیان مسجد جماعت میں معتکف ہو جائے اور نماز و قرآن کے علاوہ کوئی گفتگو نہ کرے تو اس کا اللہ پر حق ہے کہ اس کے لئے جنت میں دو محل بنائے جس میں ہر ایک کی مسافت سو سال ہو، اس کے درمیان باغیچہ ہو اور تمام اہل زمین اس میں چاہیں تو سما جائیں۔ (اتحاف صفحہ ۳۷۳)

محمد بن منکدر سے مرسلاً مروی ہے کہ مغرب و عشاء کے درمیان کی نماز اوابین کی نماز ہے۔

فائدہ: خیال رہے کہ مغرب کے بعد جن نوافل کی فضیلت بیان کی گئی اس کا وقت مغرب کی نماز کے بعد دنیاوی کام اور بات میں مشغول ہونے سے قبل ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

معلوم ہوا کہ بعض حدیث میں چاشت کی نماز کو بھی اوابین سے موسوم کیا گیا ہے۔

تہجد کس وقت ادا فرماتے اور اس کا وقت مسنون

حضرت مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب رات کو نماز پڑھنے کے

لئے اٹھتے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جب مرغ کے بانگ کی آواز سنتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: بسا اوقات مرغ نصف رات میں اور کبھی تہائی رات جب رہ جاتی ہے تب بانگ دیتا ہے۔ ابن بطال نے اسی دوسرے قول کو ذکر کیا۔ مطلب یہ ہے کہ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اٹھتے نماز پڑھتے پھر سو جاتے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے جو اس کے بعد ہے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت اسعد نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: شروع رات میں سو جاتے اور آخر شب میں بیدار ہوتے۔ (اور نماز پڑھتے)۔ (بخاری صفحہ ۱۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عباس نے مجھے کہا کہ میں ازواج مطہرات کے گھر رات گزاروں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کی نمازوں کو یاد رکھوں (کس وقت بیدار ہوتے اور کس طرح نماز پڑھتے ہیں) چنانچہ آپ کے ساتھ عشاء پڑھی (اس کے بعد) پھر آپ سو گئے، پھر بیدار ہوئے، پیشاب کیا، وضو کیا اور دو رکعت نماز نہ لمبی اور نہ مختصر پڑھی۔ پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ میں نے خراٹے کی آواز سنی پھر اسی طرح اٹھے اور اسی طرح ۶ رکعت نماز اور تین وتر پڑھی۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کی نماز کے بارے میں ذکر کرتی ہیں کہ آپ عشاء کی نماز پڑھتے، پھر تسبیح پڑھنے کے بعد جتنا خدا چاہتا نماز پڑھتے رہتے پھر واپس آتے (مسجد سے) اور لیٹ جاتے اسی مقدار میں جتنا کہ نماز پڑھا تھا پھر نیند سے بیدار ہوتے اور جس قدر سوتے اسی قدر نماز پڑھتے۔

(مختصر نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب آدھی رات یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد بیدار ہوئے۔ (بخاری صفحہ ۳۰، ابن ماجہ صفحہ ۱۳۶۳)

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز تہجد اکثر و بیشتر بلکہ ہمیشہ نصف رات یا ایک تہائی رات پر بیدار ہو کر پڑھتے۔ تہجد کا یہی مفہوم بھی ہے۔

"الصلٰوة فی اللیل بعد نوم اسم تهجد یقع علی الصلٰوة بعد النوم لا قبله انما التهجد أن یصلی الصلٰوة بعد رقدة" (اتحاف السادۃ صفحہ ۳۵۹)

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر سونے سے قبل بھی رات کی نماز شروع فرماتے۔ بعض علما دونوں کو صلوٰۃ اللیل موسوم کرتے ہیں۔ بعض لوگ سوار ہو کر اٹھنے کے بعد کی نماز کو تہجد، اور اس کے خلاف بلا سوئے نماز شروع کر دی جائے تو اسے صلوٰۃ اللیل کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ مغرب وعشاء کے درمیان کی نماز بھی قیام اللیل ہے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۰۵)

ہر موسم میں جمعہ زوال کے بعد بلا تاخیر متصلاً ادا فرماتے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جیسے ہی زوال شمس ہوتا جمعہ پڑھتے۔

(بخاری صفحہ ۱۲۳، ابوداؤد صفحہ ۱۵۵)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم لوگ جمعہ جلدی پڑھتے اس کے بعد قیلولہ کرتے۔

(بخاری صفحہ ۱۲۳)

سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ جمعہ پڑھتے اور دیوار کا سایہ بھی نہیں آتا تھا کہ ہم اس سے سایہ حاصل کرسکیں۔ (مسلم صفحہ ۲۸۳، دارمی جلد ا صفحہ ۳۶۳، ابوداؤد صفحہ ۱۵۵)

حضرت زبیر سے منقول ہے کہ ہم لوگ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ جمعہ پڑھتے پھر ٹیلوں پر جاتے تو کوئی سایہ نہ پاتے ہاں مگر اپنے قدم کے برابر (یعنی معمولی سا سورج ڈھلتا)۔ (مسند احمد، عمدۃ القاری صفحہ ۲۰۱)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ زوال کے بعد پڑھ لیتے تھے۔

(تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۵۷)

فائدہ: تمام صحاح کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر موسم میں جمعہ زوال کے بعد متصلاً بلا تاخیر کے ادا فرماتے تھے اگرچہ اس کا جائز وقت ظہر کی طرح مثلین تک رہا ہے، مگر سنت اول وقت میں پڑھنا ہے جیسا کہ معمول اور رائج بھی ہے۔ علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اول وقت میں پڑھتے تھے موسم گرما اور سرما دونوں میں جلدی پڑھا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ جمعہ جلد اور اول وقت میں ہو۔ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گرمی ہو یا جاڑا جمعہ ایک ہی وقت جلدی پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۰۲)

عید و بقر عید کا مسنون وقت اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کس وقت پڑھتے تھے

حضرت عبداللہ بن بسر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ عید یا بقر عید کے لئے تشریف لے گئے، امام نے تاخیر کر دی تو فرمایا ہم لوگ (عہد نبوت میں) چاشت کے وقت نماز سے فارغ ہو جاتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶۱، ابن ماجہ صفحہ ۹۳، بخاری)

حضرت جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہم لوگوں کو عید کی نماز پڑھائی جب کہ سورج دو نیزہ کے مثل بلند ہو گیا تھا اور بقر عید کی نماز جب کہ ایک نیزہ کے مثل بلند ہو گیا تھا۔

(تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۹۸)

ابوالحویرث سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عمر بن حزم کو نجران میں یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ بقر عید میں ذرا